اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا
طلباء، علماء، خطباء اور عامۃ الناس
کے لیے نادر تحفہ
4
خُطباتِ عباسی
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل
مجموعۂ خطبات
استاذ العلماء شیخ الحدیث
حضرت مولانا نجم اللہ العباسی صاحب مدظلہ
امام وخطیب جامع مسجد الخضراء واستاذ الحدیث جامعہ امام ابوحنیفہؒ
ملنے کا پتہ
اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

خطباتِ عباسی 4

مجموعۂ خطبات

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا

نجم اللہ عباسی صاحب مدظلہ

امام وخطیب جامع مسجد الحمراء

استاذ الحدیث جامعہ امام ابوحنیفہؒ

مرتب

محمد سجاد کاشمیری

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

نام کتاب خطبات عباسی جلد چہارم

افادات حضرت مولانا نجم اللہ العباسی صاحب

مرتب مولوی محمد سجاد کاشمیری 0321-2977602

کمپوزنگ بنوریہ گرافکس کراچی

طباعت شفق پرنٹنگ پریس نزد میمن ہسپتال برنس روڈ کراچی

فون 021-32217897 - 0321-2250577

ملنے کے پتے

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

مکتبہ عمر فاروقؓ نزد جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل ٹاؤن کراچی

مکتبہ عثمانیہ نزد جامعہ دارالعلوم کراچی

دارالاشاعت اردو بازار کراچی

الحمراء مسجد، الحمرا سوسائٹی ٹیپو سلطان روڈ کراچی

جامعہ امام ابوحنیفہؒ (مکہ مسجد) کراچی

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

عرض مرتب

مادیت پرستی کے اس پُر آشوب دور میں اخلاق رذیلہ نے انسانوں کو بالکل اجاڑ کر رکھ دیا ہے، حب جاہ اور حب مال نے انسان کے اندر جھوٹ، لالچ، غیبت، دھوکہ دہی، بغض، خود غرضی اور مطلب پرستی جیسے زہریلے جراثیم پیدا کر دیئے ہیں، علاوہ ازیں خواہشات نفسانی کے گھوڑے اس قدر بے لگام ہو چکے ہیں کہ ان کی نگاہیں اطاعت ربانی اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑنے کے لیے بہت زیادہ قوت ایمانی کی ضرورت ہے یہ قوت ایمانی حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ واہل علم کا وجود بہت ضروری ہے۔

زیر نظر کتاب متبع سنت، ولی کامل، عالم باعمل، استاذ العلماء، محبوب العلماء والطلباء، شیخ الحدیث حضرت مولانا نجم اللہ العباسی صاحب حفظہ اللہ الباری کے بابرکات خطبات کے حسین مجموعے کی چوتھی جلد ہے۔

حضرت استاذ محترم دامت برکاتہم اپنے جمعہ کے خطبات میں عمومی واجتماعی خرابیوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ انفرادی اور معاشرتی نقائص پر بھی ہمیشہ عوام الناس کو متوجہ کر کے ان خرابیوں کی اصلاح فرماتے آرہے ہیں نیز اعمال صالحہ کی ترغیب اور رجوع الی اللہ کی اہمیت آپ کے تمام مواعظ سے جھلکتی ہے، چنانچہ ان خطبات کے مطالعہ سے جہاں علماء، طلباء، خطباء، مبلغین، واعظین اور مقررین اپنی علمی پیاس بجھا سکتے ہیں وہیں عام قاری کے دل میں محبت الٰہی، اعمال صالحہ کی فکر اور دنیا کی رنگینیوں کی قدر و منزلت اور اس سے بے رغبتی بھی ان شاء اللہ دل میں پیدا ہوگی۔

بندہ نے حضرت استاذ محترم زید مجدہم کے ان خطبات کو درجنوں کیسٹوں سے سن کر زیب قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر مولانا عطاء اللہ صاحب

زید مجدہ؛ (فاضل جامعہ امام ابوحنیفہؒ) کو منتشر اوراق پر مشتمل تراشوں کو قابل استفادہ بنانے کیلئے اس کی ترتیب وتزئین کی ذمہ داری سونپی۔ تصحیح وترتیب کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ مسودہ تو کئی جلدوں تک جا پہنچے گا، چنانچہ اس سلسلے کی چوتھی کڑی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

قارئین کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کتاب کی ترتیب میں اگر کہیں کمی بیشی محسوس کریں تو وہ اسے اس عاجز کی طرف ہی منسوب کریں اور اس کمی بیشی سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، اس طرح آیندہ ایڈیشن میں غلطی درست کرنے میں آسانی رہیگی۔ نیز قارئین کرام سے جلد چہارم کیلئے بھی خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

ان خطبات کی تصحیح وترتیب میں مولانا عطاء اللہ صاحب اور مفتی اسعد الحسینی صاحب زید مجدہما نے خصوصی تعاون فرمایا، ان کے علاوہ اور بھی کئی دوست واحباب وقتاً فوقتاً اپنی آراء اور مشوروں سے تعاون فرماتے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ رب العزت مجھے بھی حضرت استاذ محترم زید مجدہم کے زیر سایہ ''خطبات عباسی'' کی بقیہ جلدوں کی جمع وترتیب کو جلد از جلد بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اسے استاذ جی اور ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

مولوی محمد سجاد کاشمیری
مدرس جامعہ انوار العلوم
مہران ٹاؤن کورنگی کراچی
0321-2977602

پیش لفظ

جس طرح ہر گھر میں ہر روز یہ سوال ہوتا ہے کہ آج کیا پکایا جائے؟ اسی طرح ہر خطیب کا ہر جمعہ کو اپنے دل سے سوال ہوتا ہے کہ آج کیا بیان کیا جائے؟ اسی سوال کے جواب کے لیے ایک محنتی اور باذوق خطیب جمعہ کے خطبہ کی تیاری کے لیے کئی کتب کی ورق گردانی کر کے کسی ایک عنوان کا انتخاب کرتا ہے اور اسی کے مطابق جمعہ کی تیاری کی جاتی ہے اور اگر مضمون مرتب اور مربوط ہو جائے تو لازماً دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ یہ تقریر کسی طرح محفوظ ہو جائے۔

الحمد للہ! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سہولت اس طرح میسّر آ گئی کہ میرے کچھ مخلص نمازی حضرات جمعہ کے بیانات کو کیسٹ میں ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے محفوظ کرتے تھے۔

عزیزم مولانا محمد سجاد کاشمیری زید مجدہٗ کو جب محفوظ شدہ کیسٹوں کا پتہ چلا تو انہوں نے کیسٹوں کے مواد کو از خود کاغذ پر منتقل کر لیا اور پھر انہیں چھپوانے کا مشورہ دیا۔ بندہ نے مولانا موصوف کی محنت اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے ابتداً تو حامی بھر لی لیکن دلی طور پر اطمینان اور تشفّی نہ ہوئی، چنانچہ یہ خطبات کتابت ہو جانے کے بعد بھی تقریباً پانچ سال تک التواء میں پڑے رہے۔ اسی دوران حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب زید مجدہ کی حوصلہ افزائی اور مولانا محمد سجاد صاحب کے ہمت دلانے پر بالآخر ''خطبات عباسی'' کو منظر عام پر لانے کا عزم کیا۔

بہر حال یہ حقیری کاوش خطباء، علماء، طلباء، مقررین، مبلّغین اور واعظین کے

لیے کی گئی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں لغزشیں اور غلطیاں ہو سکتی ہیں، اس لیے جو غلطی اور لغزش دیکھیں، مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔
میری اس کوشش میں اللہ کا خصوصی فضل و کرم، والدین اور اساتذۂ کرام کی دعائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لیے، میرے والدین و اساتذہ کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم!

نجم اللہ العباسی
امام و خطیب جامع مسجد الحمراء
الحمراء سوسائٹی، ٹیپو سلطان روڈ کراچی

ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت

ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَھْلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَ مَنْ کَفَرَ فَاُمَتِّعُہٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّہٗٓ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ o وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ o

محترم دوستو اور بزرگو! آپ حضرات کے سامنے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 126، 127 اور 128 تلاوت کی ہے ان آیات مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے ”اور جب حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار! اس شہر کو ایک پُر امن شہر بنا دیجئے اور اس کے رہنے والوں کو قسم قسم کے پھلوں سے رزق عطا فرما، جو ایمان لائیں آپ پر اور آخرت کے دن پر، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کفر اختیار کرے گا اس کو کچھ عرصے کے لئے

مہلت دوں گا پھر اُسے دوزخ کے عذاب کی طرف کھینچ لوں گا جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔
اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھارہے تھے اور اسماعیل بھی ان کے ساتھ تھے اور کہہ رہے تھے اے ہمارے پروردگار! ہمارا یہ عمل قبول فرما، بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے، ہم دونوں کو اپنا مکمل فرماں بردار بنالے اور ہماری نسل سے بھی ایسی امت پیدا کر جو تیری پوری تابع دار ہو اور ہم کو ہماری عبادتوں کے طریقے سکھادے اور ہماری توبہ قبول فرمالے، بیشک تو معاف کردینے کا اور بڑی رحمت کا مالک ہے۔

پہلی بات: آیات کا مفہوم

ان تین آیات کے ترجمہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسانی عبادات میں دعاؤں کا بڑا دخل ہے اور انسان کو خوب دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے، انسانوں کے مسائل کا حل اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی درستگی مؤمن کی دعاؤں پر منحصر ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے لینا سیکھ لیا، اس کا تو سارا مسئلہ ہی حل ہوگیا۔ آج ہم نے انسانوں سے لینا تو سیکھ لیا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے کیسے لینا ہے؟ اس کا ہمیں کوئی پتہ نہیں۔ ہمیں یہ تو پتہ ہے کہ ابا سے پیسے کیسے نکلوانے ہیں؟ ملازم کو پتہ ہے کہ صاحب کو کیسے چکر دینا ہے؟ چھوٹے کو پتہ ہے کہ بڑے کو کیسے قابو کرنا ہے۔ لیکن اگر ہمیں یہ معلوم کرنا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کیسے حاصل کرنا ہے تو دیکھیں اللہ تعالیٰ کا خلیل اور عظیم پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمارہے ہیں۔

دوسری بات: دعاؤں کا اہتمام

پھر ان آیات میں غور کرنے سے جہاں ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمیں دعاؤں کا خوب اہتمام کرنا چاہئے تو وہاں ایک دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خاص طور پر

ایسے مواقع پر جب اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نیکی کی توفیق دیں تو اس وقت دعا کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں کوئی نیکی کر رہا ہوں مثلاً نماز پڑھ رہا ہوں تلاوت قرآن پاک کر رہا ہوں یا ذکر کر رہا ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میری طرف متوجہ ہے وَ مَا تَوۡفِیۡقِیۡ اِلَّا بِاللّٰہِ ، لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کسی بھی گناہ سے بچنا اور کسی بھی نیکی کا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل اور مدد کے بغیر نہیں ہے تو جب میں نماز پڑھنے آ گیا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میری طرف متوجہ ہے۔ اسی طرح کوئی بھی نیکی کا کام کر رہا ہے تو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس وقت میری طرف متوجہ ہے، بس یہی وقت ہے دعاؤں کے اہتمام کا، چنانچہ حدیث پاک میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ افطار کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بندے نے روزہ رکھا اور اس کی تکمیل کی تو اب اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہے اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ نماز پڑھو اور اس کے بعد دعا کرو، تہجّد میں اٹھ کر دعا کرو، کیونکہ تہجّد اور فرض نماز کا پڑھنا گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا آپ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دعائیں اُس وقت کر رہے ہیں جب کعبۃ اللہ کی تعمیر ہو رہی ہے، کعبۃ اللہ کی تعمیر یقیناً بہت بڑی نیکی ہے اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کر رہے ہیں تو پہلی بات ہمیں معلوم ہوئی کہ مؤمن کو دعاؤں کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ نیک اعمال کے وقت، بالخصوص دعائیں کرنی چاہئیں۔

دعا کا مطلب کیا ہے؟

دعا کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔ آج کل کیا ہوتا ہے کہ کچھ تو ہم دعاؤں میں ہی سست ہیں، نماز پڑھی اور چل پڑے، دوران نماز سارے کام یاد آ گئے،

دعا کرنے کا وقت ہی نہیں ہے۔ عبادت کے مغز کو ہم نے حاصل کیا ہی نہیں اور ہم چل پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عبادت کا مغز دعا ہے کچھ تو ایسے ہی بھاگ گئے ہیں اور دوسرے جو بچ گئے وہ دعا پڑھتے ہیں۔ دعا اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا نام ہے، دعا الفاظ کے پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ دعا مانگنے کا نام ہے اور مانگنے والا جس سے مانگ رہا ہے اس کی طرف پوری توجہ رکھتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم نے الفاظ پڑھ لئے ہیں، نہ ترجمہ پر غور ہے نہ ہی توجہ ہے کبھی اِدھر کبھی اُدھر دیکھتے ہیں، کون آرہا ہے اور کون جارہا ہے، یہ پتہ ہی نہیں ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں، اس کو کہتے ہیں دعا کا پڑھنا۔ حقیقت میں یہ دعا مانگنا نہیں ہے۔

مانگنا اس کو کہتے ہیں جیسے آپ نے بس اسٹاپ، اسٹیشن وغیرہ پر پیشہ ور فقیروں کو دیکھا ہوگا کہ کیسے مانگتے ہیں، کتنے لجاجت بھرے الفاظ ادا کرتے ہیں۔ ارے حاجی! صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ اور مکّہ دِکھائے، اللہ تعالیٰ آپ کی ہر بات کو قبول کرے، اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات کو آسان کردے۔ ایسے ایسے الفاظ بولیں گے اور آپ کے ساتھ چمٹ جائیں گے، جب تک آپ اس کو کچھ نہ دیدیں تو اس وقت تک وہ آپ کو نہیں چھوڑیں گے، آپ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو دینے پر مجبور ہوجائیں گے۔ اب اُس مانگنے والے نے اپنے انداز کو ایسا بنادیا کہ انسان بھی اس کو دے دیتا ہے یہ ہے مانگنا۔ بالکل اسی طرح جب انسان اللہ تعالیٰ کی ذات سے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ایسا چمٹ جائے اور ایسا مانگنے لگ جائے، ایسا مانگے کہ اس کا دل اندر سے کہہ دے کہ بس تیرا مسئلہ حل ہوگیا ہے۔

تیسری بات ہماری پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہئے

ہماری توجہ پوری اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہئے، ہمارا دل ودماغ اس وقت کہیں اور نہ ہو، اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی عاجزی اپنی بے بسی، لاچاری اور

اپنی کمزوری سب کا اظہار کرنا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی دعا کے الفاظ بھی اسی طرح ہیں کہ اے اللہ میں اپنی عاجزی، بے بسی، لاچاری اور کمزوری کا اقرار کرتا ہوں اور جس طرح ایک گھرا ہوا آدمی، ایک کمزور آدمی فریاد کرتا ہے اسی طرح میں آپ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں۔

چوتھی بات: اللہ تعالیٰ سے قبولیت مانگیں

چوتھی بات ان آیات سے یہ معلوم ہوئی کہ جب نیکی کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کریں کہ اے اللہ اس کو قبول فرما۔ اس لئے وہ میری نیکی جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے گی بظاہر وہ چھوٹی نیکی کیوں نہ ہو وہ قیمتی بنے گی اور اگر ظاہر میں بہت بڑی نیکی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہ ہو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسے دی جاتی ہے کہ ایک دلہن کو سارے خاندان والے کہیں کہ بہت اچھی ہے اچھی صفات ہیں اچھے اخلاق ہیں، باحیاء ہے مگر شوہر نہ کہے تو خاندان کے کہنے سے کیا فائدہ ہے۔ اور اگر دلہا کہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتنی اچھی دلہن دے دی ہے دلہا کی تعریف کرنے پر سارے خاندان والے اس دلہن کی صفات بیان نہ کریں تو دلہن کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسی طرح میری وہ نیکی جو اللہ تعالیٰ قبول کر لے ساری دنیا والے کچھ کہتے رہیں مجھے اس سے کیا فرق پڑے گا؟ ساری دنیا ہماری تعریف کرے مگر اللہ تعالیٰ ہم سے راضی نہ ہو تو کیا فائدہ ہے دنیا کی ان تعریفوں سے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتھ دعائیں بھی کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے رب اس کو قبول فرما۔

علماء فرماتے ہیں کہ جو انسان نیکی کے بعد قبولیت کی دعا کرے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب یہ نیکی کرنے والا دنیا میں نہیں ہوگا تب بھی اس کی نیکی دنیا میں باقی ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا میں نہیں ہیں مگر دیکھیں ان کی نیکی آج بھی بزار ہا

سال گزر گئے ہیں وہ موجود ہے اور روزانہ لاکھوں انسان وہاں عبادت کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اجر مل رہا کہ نہیں مل رہا؟ مل رہا ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قبولیت کی دعا فرمائی تھی۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی، قبولیت کی دعائیں فرمائیں آج وہاں لاکھوں انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، مرکز قائم ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ جب کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کو نیکیوں کی توفیق دیتا ہے اور پھر اس کی دعائیں اس نیکی کو قائم و دائم رکھنے کا سبب بنتی ہیں۔

ہم اپنے ملک اور اپنے شہر کی مثال دیکھیں حضرت مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم کراچی بنایا، حضرت کے زمانے میں دار العلوم کتنا مختصر تھا، آج وہ کتنی ترقی کر چکا ہے، یہ وہ نیکی ہے جسے اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی خلوص نیت کے ساتھ کوئی نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نیکی کو ایسے پالتا ہے جیسے آدمی بچھڑے یا گھوڑے کے بچہ کو پالتا ہے اور پھر وہ کتنا بڑا ہو جاتا ہے۔ یہ وہ نیکیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اسی طریقہ سے پالتا رہتا ہے۔

حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی بنیاد رکھی، اس زمانے اور آج کے ادارے میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہ ساری چیزیں اسی وقت ترقی کرتی ہیں جب انسان نیکی کرتے وقت دعاؤں کا اہتمام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا طلب گار ہوتا ہے کہ یا اللہ میری نیکی قبول فرما، جب اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے تو پھر یہ قبولیت انسان کے لئے رحمت بن جاتی ہے۔

حضرت ابراہم علیہ السلام نے سب سے پہلی دعا جو فرمائی ہے یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانگی ہے وہ ہے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا اے رب اس شہر والوں کو امن عطا فرما۔ پتہ چلا کہ انسان کی سب سے بنیادی اور اولین ضرورت امن ہے اور امن قائم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو جس جگہ پر جس ذمہ داری میں ہے وہ سب سے

پہلے وہاں امن قائم کرے۔امن اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے آتا ہے اور بدامنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہوتی ہے۔ چوریاں، ڈاکے، قتل وغارت لوگ کہاں سے سیکھتے ہیں؟ زنا اور بدکاری لوگ کہاں سے سیکھتے ہیں؟ ایک صاحب کہنے لگے کہ یہ سب چیزیں ٹی وی میں ڈراموں میں سکھائی جاتی ہیں، کیا آپ لوگ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟سنجیدہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ چیزیں بالکل شامل ہیں، یہ چوریاں، ڈاکے، قتل وغارت اور بدکاریاں تمام چیزوں کی ایجاد یہیں سے ہوتی ہے۔گویا امن کا سب سے بڑا دشمن وہ فلم انڈسٹری ہے جواللہ کی نافرمانی سکھاتی ہے۔ ہمارے بچے ان پروگراموں کو دیکھتے ہیں تو غیر شعوری طور پر وہ بے حیائی، عریانی، اخلاق سوز عادتیں ان میں پیوست ہوجاتی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلی دعا جو کی ہے وہ امن کی ہے اور جوامن کے خلاف چلتا ہے وہ انسانیت کا سب سے بڑا دشمن ہے تو انسانیت کا سب سے بڑا دشمن آج ہر گھر میں موجود ہے۔ پہلے یہ دشمن چھوٹا ہوتا تھا اب کہتے ہیں کہ یہ ستر ۷۰ انچ تک پہنچ گیا ہے (یعنی ٹی وی)۔

امن دو قسم کا ہے

امن دو قسم کا ہے، ایک ہے ظاہر میں امن کہ ہمارے محلے میں کسی گھر میں چوری نہ ہو، انسان چاہتا ہے کہ ہمارے محلے میں امن ہو، تاکہ ہم سب سکون سے رہیں۔دوسرا ہے ہمارا ایمان، ہمارا اخلاق، ہمارا کردار بھی امن میں ہو۔گھر میں تو کوئی چور ڈاکو نہیں آرہا مگر گھر کے اندر رہنے والا اذان سنتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا، رمضان آتا ہے اور روزہ نہیں رکھتا، سچ نہیں بولتا یہ جو ہمارے ایمان کے امن کو خراب کر رہا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ہم نے اپنے گھروں میں بچیوں کو اللہ تعالیٰ سے نہیں جوڑا، ٹی وی سے جوڑ دیا، ڈراموں سے جوڑ دیا، پھر کہتے ہیں مولوی صاحب کوئی وظیفہ دے

دیں، دعا کریں بچیوں کے لئے۔ سب سے بڑا وظیفہ یہ ہے کہ اس شیطان کو گھر سے نکالو ایک چیز کو خراب کر کے پھر کہتے ہیں کہ دعا کرو یہ عقل، سمجھ، دین اللہ تعالیٰ نے کس لئے دیا ہے؟ قرآن کریم کس لئے اتارا ہے؟ محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کیوں بھیجا ہے؟ ان کے نقشِ قدم پر ہم کیوں نہیں چلتے؟ چلیں گے تو امن ہمارے دل میں بھی آئے گا اور گھروں میں بھی۔ ظاہری امن کے دشمن سے بچنا بھی ضروری ہے اور باطنی امن کا جو دشمن ہے اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

آج لوگ ظاہری دشمن سے تو محفوظ ہیں مگر جو باطنی دشمن ہے اس کا کہتے ہیں کہ اس سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے امن مانگا ہے اور امن اللہ تعالیٰ کے دین میں ہے سلامتی اللہ تعالیٰ کے دین میں ہے امن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں ہے سکون اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے روگردانی کی اس کا امن برباد، اس کا سکون برباد ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان مرد و عورت اپنے گھر، اپنے محلے، اپنے دفتر جہاں تک اس کی پہنچ ہے اس سطح تک وہ اپنے ماتحتوں کو امن دینے کا ذمہ دار ہے اور جس طرح ہم ظاہری امن کی فکر کرتے ہیں کہ میری بیوی بچے محفوظ رہیں، گیٹ لگاتے ہیں چار دیواری بناتے ہیں، ہر قسم کی سہولت فراہم کرتے ہیں، اسی طرح ان کے ایمان، اعمال کی سلامتی کی فکر بھی ہمیں کرنا ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور دوست کی دعا سے حاصل ہونے والا سبق ہے۔

معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہوگا اس کا فرمانبردار ہوگا اسے اس بات کی فکر ہوگی اگر ایک آدمی کو اپنے بیوی بچوں کی فکر نہیں ہے تو وہ معاشرے کا غیر ذمہ دار انسان کہلائیگا۔ مثلاً کسی نے دن میں مزدوری کی اور شام کو ہوٹل میں کھا پی کر ختم کر کے آ گیا۔ بچوں نے مانگا تو کہتا ہے اپنا کام کرو یہ کوئی انسان کہلائیگا؟ یہ اس کی ذمہ داری

ہے ان کو کھانا فراہم کرے ان کو چھت فراہم کرے، جہاں یہ میری ذمہ داری ہے وہاں ایمانی ماحول فراہم کرنا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت والا ماحول فراہم کرنا یہ بھی میری ذمہ داری ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسری دعا مانگی رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُسْلِمَةً لَّكَ اے اللہ ہمیں صحیح مسلمان بنا دے اور ہماری اولادوں کو مسلمان پیدا فرما۔ اندازہ کریں! حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں کتنے بڑے مرتبہ پر ہیں پھر بھی اسلام پر اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لئے دعا کی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی اپنے ایمان اور عمل میں کتنا ہی آگے بڑھ جائے اس کو ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ اسلام پر اور ایمان پر ثابت قدمی عطا فرما۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا اے اللہ ہدایت دینے کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر دینا۔

بہت سے لوگ اولاً ہدایت پر ہوتے ہیں، پھر شیطان ایسی چال چلاتا ہے کہ وہ گمراہی میں چلے جاتے ہیں اور ان کا انجام برا ہو جاتا ہے کیونکہ اعمال میں اعتبار خاتمہ کا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے دعا کی کہ اے اللہ میری اولاد میں امت مسلمہ پیدا کرنا، فرمانبردار مسلمان پیدا کرنا، میری نسلوں میں کوئی کافر پیدا نہ ہو، کوئی مشرک پیدا نہ ہو، دین کا باغی اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان پیدا نہ ہو۔ پتہ چلا کہ اپنی اولاد کے لئے اسلام پر ثابت قدم رہنے کے لئے دعا کرنا بھی والدین کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ جہاں ہم اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے دنیا کی نعمتیں اور دنیا کی چیزیں مانگتے ہیں وہاں ان کے ایمان کو بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ والدین اپنی اولاد کے لئے اور اپنی نسلوں کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دوست حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی تعلیمات ہیں، کل قیامت کے دن ایسا نہ ہو کہ ہماری نسلوں میں

اللہ تعالیٰ کے باغی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوں اور پھر ان کے بارے میں اعلان ہو وَ امۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ مجرمو! الگ ہو جاؤ۔

اور پھر پتہ چلے کہ میری اولاد مجرم ہے تو اس وقت مجھے کتنا افسوس ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اپنے دوست کی یہ باتیں ذکر کر کے ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دیکھو مجھ سے یہ نعمتیں مانگا کرو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو اتنا قبول کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی بھی آئے ہیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسلوں میں سے ہیں اس لئے ان کا لقب ہے ابوالانبیاء (نبیوں کے باپ)۔

اور آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وَ تُبۡ عَلَیۡنَا اے اللہ ہمیں معاف کر دیں۔ یہ ایک عجیب جملہ ہے۔ انسان جب عبادت کرتا ہے دعائیں کرتا ہے تو اس کے اندر آ جاتی ہے (میں) میں نے آج تہجد پڑھی، میں نے آج پانچ پارے تلاوت کی، میں نے آج روزہ رکھا۔ تو انسان کے اندر گھمنڈ آ جاتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے کہ کوئی اپنی عبادت پر گھمنڈ کرے جب یہ گھمنڈ ہوگیا تو یہ شیطان کا دوسرا حملہ ہوگیا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہہ دیا اے اللہ ہمیں معاف کر دیں۔ اس لئے کہ جیسی عبادت کرنی تھی ویسی ہم کر نہیں سکے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ساری ساری رات عبادت کرتے تھے اور پاؤں مبارک پھول جاتے تھے اور پھر آخر میں کہتے تھے مَا عَبَدۡنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ اے اللہ آپ کی عبادت کا حق مجھ سے ادا نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آخر میں کیا کہا ہے؟ وَ تُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ اے اللہ ہماری توبہ قبول فرما بیشک آپ ہی توبہ قبول کرنے والے ہیں اور رحم کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تھے یعنی سلام پھیرتے تھے تو اس وقت تین دفعہ فرماتے تھے اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰه کیا مطلب؟ کیا کوئی گناہ ہوگیا؟ کہ یا اللہ نماز

پڑھی ہے آئندہ نہیں پڑھوں گا، یہ مقصد تھا؟ نہیں! بلکہ مقصد یہ تھا کہ جیسے نماز پڑھنے کا حق تھا ویسے ہم نہیں پڑھ سکے ہیں یا اللہ ہمیں معاف فرمادیں۔ یہ نفس کی اصلاح کے لئے کہا جاتا ہے وَ تُبْ عَلَیْنَا اے اللہ ہمیں معاف فرمادیں تاکہ ہمارے اندر گھمنڈ نہ پیدا ہو۔

لہٰذا میرے بزرگو اور دوستو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں کو ہم اپنی دعاؤں میں شامل کریں اور جن چیزوں کی طرف نشاندہی کی گئی ہے کہ جو ہمارے اسلام اور ہمارے ایمان کے دشمن ہیں ان سے خود بھی بچیں اور اپنی اولادوں کو بھی دور کریں تاکہ یہی اولاد کل ہمارے مرنے کے بعد ہمارے لئے خیر کا ذریعہ بنیں نہ کہ یہ اولاد ہمارے مرنے کے بعد ایسے کام کریں جن کی وجہ سے ہمیں آخرت میں رسوائی ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کے باغی بندوں میں پکارے جائیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

حج کے بعد کے اعمال

حج کے بعد کے اعمال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰھِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا وَّ طَھِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَ الْقَآئِمِیْنَ وَ الرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ○ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ○ لِّیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ وَ یَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ فَکُلُوْا مِنْھَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ ○ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَھُمْ وَ لْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ وَ لْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ○ ذٰلِکَ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ وَ اُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ○.

میرے محترم دوستو اور مسلمان بھائیو! آپ حضرات کے سامنے سورۃ الحج کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حج کے بعد کے کچھ امور ذکر

فرمائے ہیں، ان پانچ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین حکم دیئے ہیں اور پھر ان تین احکامات پر اللہ تعالیٰ نے ان کے تین نتیجے ذکر فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ جب ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبۃ اللہ کے نشانات بتادیئے، کعبۃ اللہ تو روئے زمین پر اس وقت سے ہے جب سے یہ دنیا آباد ہے لیکن طوفان نوح کے باعث یہ عمارت بھی بہہ گئی تھی۔ مفسّرین فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر کروانا چاہی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ مکّہ معظمہ جائیں اور اللہ تعالیٰ نے وہاں ہوائیں چلائیں، وہ ہوائیں چلتی رہیں اور مٹی اڑتی رہی، یہاں تک کہ اس کے نیچے کی بنیادیں نظر آگئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ان بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کریں۔ اب یہ بہت عظیم عمل تھا اور بہت بڑا کارِ خیر تھا۔ ایک بہت بڑی تعمیر تھی جو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کروانا چاہتے تھے چنانچہ اس وقت سے لیکر آج تک یہ اللہ تعالیٰ کا گھر عبادات سے آباد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں تین احکام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیئے۔

سب سے پہلا حکم: شرک سے اجتناب

اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نیکیاں اسی کی قبول کرتا ہے جو شرک سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اگر کوئی انسان شرک کرتا ہے اور وہ شرک کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے تو اللہ کے ہاں اس کے اعمال قبول نہیں۔ کیا کعبۃ اللہ کا طواف مشرک نہیں کرتے تھے؟ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل مکّہ میں رہنے والے لوگ شرک میں مبتلا تھے۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر بھی انہوں نے کی، بیت اللہ کے طواف بھی کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ شرک کے ساتھ کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اپنی

حاجت مانگیں یا اپنی کوئی بھی ضرورت مانگیں یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر نذر وغیرہ کریں جیسے محرم الحرام میں کوئی حلیم بناتا ہے اور کہتا ہے یہ حضرت حسین کے نام کی ہے، کوئی کھیر بناتا ہے اور کہتا ہے یہ بی بی صغریٰ کے نام کی ہے اس طرح کی دیگر بہت ساری چیزیں جو اس معاشرے میں رائج ہیں یہ ساری کی ساری حرام ہیں، یہی چیزیں اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوں تو ساری حلال ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلا حکم یہ دیا کہ لَا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا میرے ساتھ کسی کو شریک ہرگز نہ کرنا ورنہ تعمیر کعبہ جیسا عظیم عمل بھی برباد ہو جائے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا جہاں ذکر کیا تو یہ بات صراحتاً ذکر فرمائی ہے، مشرکین کہا کرتے تھے کہ ہم نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی ہے اور حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کو ذکر فرما کر جواب بھی دیا ہے، فرمایا:

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۝

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام تعمیر کرنے اور آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر سمجھ رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لایا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ برابر نہیں ہو سکتے۔ تم چاہے کعبۃ اللہ تعمیر کرو یا تم حاجیوں کو پانی پلاؤ لیکن اس کے ساتھ اگر تم نے شرک کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے نزدیک نہ اس تعمیر کی کوئی حیثیت ہے اور نہ پانی پلانے کی کوئی حیثیت ہے۔ یہ اعمال میں کبھی بھی قبول نہیں کروں گا۔ مطلب یہ ہوا کہ جو اپنے آپ کو شرک سے بچائے گا اللہ تعالیٰ اس سے خیر کے کام لے گا۔ دیکھ لیجئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا کام لیا، تو سب سے پہلا حکم شرک سے محفوظ رہنا، اللہ تعالیٰ کے

ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھیں۔

دوسرا حکم: طہارت و نظافت

وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِo

میرے گھر کو پاک رکھیں طواف کرنے والوں کے لئے اور قیام کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے۔ یعنی کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کردو ظاہری میل کچیل سے پاک کردو۔ جس طرح یہ حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا اسی طرح یہ حکم مجھے اور آپ کو بھی ہے کہ اپنی مسجدوں کو پاک اور صاف رکھیں۔ وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا اور یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بس اس میں کسی دوسرے کو نہ پکارو۔

اللہ تعالیٰ نے یہی حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا کہ اس کو پاک رکھو، اس میں شرک اور بدعات نہیں ہونی چاہئیں، اس میں رسومات نہیں ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیمات ہونی چاہئیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے ہمارے لئے کہ ہم ہر قسم کے شرکیہ افعال سے، بدعات و رسومات سے اور ہر اس عمل سے جو قرآن اور سنت کے خلاف ہو اپنی مساجد کو پاک رکھیں، نیز اس کے ساتھ ساتھ مساجد کی ظاہری صفائی اور ستھرائی کا بھی اہتمام رکھیں۔ مسجد بالکل صاف ستھری ہونی چاہئے، ایسا نہ ہو کہ اپنے سوٹ تو روزانہ تبدیل ہو رہے ہوں اور مسجد میں کچرا پڑا ہوا ہو، دریاں گندی، ہال گندہ، دیواریں گندی ہوں، کوئی نظام دیکھنے والا ہی نہ ہو اور نہ ہی کوئی خیال کرتا ہو، بحیثیت مسلمان ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی مساجد کو صاف ستھرا رکھیں اللہ تعالیٰ کے گھر کی صفائی کا انتظام کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے گھر کو صاف رکھو

طواف کرنے والوں کے لئے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔ کعبۃ اللہ میں ایک عبادت ایسی ہے جو دنیا میں کسی اور جگہ نہیں کی جاسکتی، وہ طواف ہے۔ باقی عبادات تو ہر مسجد میں ادا ہو سکتی ہیں۔ گویا جو بھی مسجد کے ذمہ داران ہیں، اہل محلّہ ہیں، ان کو یہ حکم ہے کہ اپنی مساجد کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کریں۔ ائمہ حضرات، مؤذنین اور خادمین بھی اس پر نظر رکھیں۔ بس صرف ایک کام کر دینا کہ جی میری ذمہ داری اذان تھی میں نے دے دی ہے، نماز پڑھانی تھی وہ پڑھا دی ہے اب میری ذمہ داری نہیں ہے اسی سے کام خراب ہوتا ہے۔ اگر اپنی ذمہ داری نہیں ہے تو کم از کم اللہ کا حکم تو سب کے لئے ہے۔ طَهِّرْ بَيْتِيَ اللہ تعالیٰ کے گھروں کو صاف رکھو ورنہ یہی اللہ تعالیٰ کے گھر غلط استعمال ہوں گے کعبۃ اللہ میں تین سو ساٹھ بت کس نے رکھے تھے؟ آپ ﷺ نے جب مکۃ المکرّمہ کو فتح فرمایا تو ایک ایک بت کو ہٹاتے گئے جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کعبۃ اللہ کو پاک کر دیا اور سارے بت نکال کر باہر پھینک دیے تاکہ سارا گند صاف ہو جائے۔

تیسرا حکم: اعلان حج

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۝

جب آپ نے اپنا عقیدہ درست کر لیا، کعبۃ اللہ کی تعمیر کر لی اور ہر قسم کی ظاہری اور باطنی گندگیوں سے پاک اور صاف کر دیا، اب آپ اعلان کیجئے! لوگوں سے کہیں کہ آجاؤ، مسجد بن گئی ہے، نمازیں پڑھو، اس گھر کا طواف کرو۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم جو وہاں موجود ہے اسی پر کھڑے ہو گئے۔

اور اعلان کیا کہ "اے دنیا کے انسانو! اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف آؤ" اور

بعض روایات میں ہے جبل ابوقبیس جو کعبۃ اللہ کے بالکل قریب ہے اس پہاڑی پر چڑھ کر حضرت نے اعلان کیا۔ بہر حال جہاں بھی کھڑے ہوئے، اعلان تو قرآن کے اندر موجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا یا اللہ اعلان کیسے کروں؟ اس وقت کعبۃ اللہ صحراء میں تھا بِـوَادٍ غَيْرِ ذِىْ ذَرْعٍ کوئی آبادی نہیں تھی کوئی انسان نہیں تھا جب کوئی انسان نہیں ہے تو پھر کیسے آباد ہوگا؟ اس لئے کہ انسان آتا ہے تو چیزیں بنتی ہیں جب انسان نہیں تو وہاں مکانات کیا ہوں گے وہاں اور ضرورت کی چیزیں کہاں ہوں گی بہر حال کچھ بھی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ کا کام ہے اعلان کرنا آواز پہنچانا ہمارا کام ہے مؤذن کا کام ہے اذان دینا نمازیوں کو پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ ایک نمازی آئے یا ایک سو آئیں یا ایک ہزار آجائیں۔

مقام ابراہیم کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ایک معجزہ ظاہر فرمایا تھا، ایک عظیم پتھر حضرت اس پتھر پر کھڑے ہوتے تھے اور پھر کعبۃ اللہ کی تعمیر کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ معجزہ پیدا فرمادیا کہ جب دیوار اوپر ہو جاتی تھی تو وہ پتھر بھی لفٹ کی طرح اوپر جاتا تھا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نیچے آنا ہوتا تھا تو یہ پتھر نیچے آجاتا تھا، حضرت کے نشانِ قدم آج بھی اس میں موجود ہیں۔

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ اکبر! جب انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے تو پھر اللہ اس کے اعمال میں وہ طاقت ڈالتا ہے، اس میں اثر، تاثیر اور قوت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اعلان کیا۔ اعلان اس علاقے تک کیا اس وقت کے لوگوں تک کیا لیکن قیامت تک آنے والے انسانوں کی ارواح تک اللہ تعالیٰ نے پہنچادیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ جن ارواح نے لبیک کہہ دیا ان کی حاضری کعبۃ اللہ پر

ہوگئی اور جس نے جتنی مرتبہ لبیک کہہ دیا وہ اپنی زندگی میں اتنی ہی مرتبہ حاضر ہوگا۔
ہمارا کام ہے اذان دینا، ہمارا کام ہے خیر کی دعوت دینا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کی برکات، نتائج اثرات اس زمانے سے لیکر آج تک نظر آرہے ہیں، کعبۃ اللہ پر لوگوں کی حاضریاں ہورہی ہیں اور اس مرکز کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے آباد کردیا گیا۔ اب مجھے اور آپ کو اس سے کیا فائدہ ملا؟ ہمیں یہ نکتہ سمجھ میں آیا کہ ہم بھی کبھی کبھی مسجدوں میں اذان دے دیں ایسے موقع کی تلاش میں ہوں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا اعلان ہے، کیا پتہ ہماری اس دعوت پر آنے والا اور ہماری اس دعوت پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا ہی ہماری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ تم نے میری طرف بلایا تھا تم نے میری بڑائی بیان کی تھی اللہ اکبر اللہ اکبر۔

دوران سفر ٹرین، ہوائی جہاز وغیرہ میں اگر نماز کا وقت ہوجائے تو ہم کوشش کر کے اذان دیں، فضا وصحرا بھی ہماری اذان کی گواہی دیں گے، اس پر شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو لوگ فلمیں دیکھ رہے ہیں، جہاز کی اسکرینوں پر ڈرامے دیکھیں، انہیں شرم نہ آئے تو ہمیں اذان دیتے ہوئے کیوں آئے۔ یاد رکھئے! جتنے لوگ ہماری اذان کے بعد نماز کی طرف متوجہ ہوں گے، سب کی عبادت میں ہمارا پورا پورا حصہ ہوگا۔

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اعلان کیا اس زمانے سے لیکر آج تک اور پھر قیامت تک جتنے لوگ بھی کعبۃ اللہ پر حاضری دیں گے ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حصہ ہے کتنا زبردست اکاؤنٹ کھول دیا، کہ ہر حاضری دینے والے کی حاضری میں سے حضرت کو حصہ ملے گا۔ یہ تین باتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمائی تھی اور ان تین باتوں کے تین اثرات ذکر فرمائے۔

پہلا اثر

یہ اثر وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ کا ہے کہ لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ

وہ فائدہ اور اثر یہ ہے کہ لوگ اپنے فائدوں کی جگہ پر آئیں کعبۃ اللہ پر حاضری دینے والے کو ایک تو دینی فائدہ ہے مثلاً طواف کرے گا، نماز پڑھے گا، عبادات کرے گا، اللہ تعالیٰ سے تعلّق ہوگا، اس کی ایک نماز کا اجر ایک لاکھ ہوگا، یہ تو آخرت کا اجر وثواب ہے اور فرمایا کہ دنیا کا بھی فائدہ ہوگا جب اتنے مسلمان جمع ہوں گے تو ان کی تجارت بڑھے گی، مسلمانوں کے کاروبار میں ترقی ملے گی اور جو تجارت اور کاروبار نہیں بھی کرتا مگر چلا گیا تو اس کو کبھی نقصان نہیں ہوگا۔

علماء نے لکھا ہے کہ کسی حاجی صاحب سے یہ نہیں سنا کہ اس نے کہا ہو کہ میں حج میں چلا گیا اور میرا بہت نقصان ہوگیا ہے لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ تاکہ لوگ اپنے منافع کی جگہ حاضر ہوجائیں اس کی سب سے بڑی جگہ کعبۃ اللہ ہے اور اس کے بعد ساری دنیا کی مسجدیں ہیں ہم جو ان مسجدوں میں آتے ہیں یہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں کے نفع کی چیزیں ہیں۔

ایک واقعہ یاد آگیا ایک شخص کا ہوٹل تھا، ایک اللہ والے نے اس سے پوچھا کہ آپ جمعہ والے دن نماز کے لئے ہوٹل بند کرتے ہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں بند کرتے، اس بزرگ نے اس سے کہا کہ ایک جمعہ کو آپ ہوٹل بند کرو اور نماز پڑھو اور اس کے بعد ہوٹل کھولو اور دوسرے جمعہ کو آپ ہوٹل بند نہ کرو پھر آپ مجھے بتانا کہ کون سے دن زیادہ منافع ہوا۔ دوکاندار نے اس بزرگ کو بتایا کہ حضرت واقعی جس جمعہ کو ہم نے ہوٹل بند کیا اور نماز پڑھی، اس جمعہ کو بہت فائدہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں جس جمعہ کو ہم نے ہوٹل کھلا رکھا اس جمعہ کارروائی معمول سے بھی کم رہی۔

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مسجد میں بلا کر کوئی نقصان دینا چاہتے ہوں؟ یہ تو نفع کی جگہ ہے۔ آج امت مسجدوں سے دور ہو کر برباد ہو رہی ہے اور کہتی ہے کہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے گھر آئیں تو مسئلے حل ہوں گے۔ سارے نفع اللہ تعالیٰ نے یہاں رکھے ہیں وہ ساری خیر کی چیزیں جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کہا وہ سب خیر کی چیزیں ہیں اور وہ تمام چیزیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے منع کیا وہ تمام نقصان کی چیزیں ہیں۔ آج انسان ان چیزوں میں نفع تلاش کر رہا ہے جو کبھی بھی نہیں مل سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی سمجھ عطا فرمائیں۔

دوسرے حکم کا اثر

دوسرا حکم بیان ہوا: وَ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ○ اس کا اثر ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ○ لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور پھر ہمارے گھر کا طواف کریں۔ یہ بات حاجی سے کہی جارہی ہے، حاجی جب حج سے فارغ ہوتا ہے اور عرفہ کا اہم رکن ادا کرتا ہے تو چوں کہ اس سے قبل یہ احرام میں ہوتا ہے اور احرام میں ہونے کی وجہ سے اس پر بہت ساری پابندیاں ہوتی ہیں مثلاً ناخن، بال نہیں کاٹ سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا۔ تو اب اللہ تعالیٰ نے وہ پابندی ختم کردی اور اس نے عرفہ اور مزدلفہ کی حاضری دی، رمی کی، قربانی کی، حلق کیا اور احرام اتارا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی میل کچیل کو دور کرو جب تم ہمارے گھر میں آئے ہو طواف کے لئے۔ حالانکہ کعبۃ اللہ میں انسان جب طواف اور سعی کے لئے جاتا ہے عمرے کے لئے تو وہ اس وقت احرام میں ہوتا ہے لیکن یہ واحد سعی ہے جو کپڑوں میں کی جاتی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہم جب بھی عبادات کو ادا کریں پورے اہتمام کے ساتھ مسجد میں آئیں، صفائی ستھرائی کے ساتھ آئیں، صاف ستھرا

لباس پہن کر آئیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انسان کو کس طرح آنا ہے؟ قرآن کریم نے اس کو ذکر کیا ہے یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ اے اولا دآدم لےلو اپنی زینت، اپنی خوبصورتی ہر نماز کے وقت۔ جب نماز کے لئے آؤ تو اچھا لباس پہن کر آؤ، اچھی صفائی ستھرائی کر کے آؤ اس سے نماز کی عظمت اور نماز کا اہتمام معلوم ہوتا ہے کہ تم پوری تیاری کے ساتھ نماز کے لئے آیا کرو جیسے روزانہ لوگ اپنے کام پر اپنے دفاتر جاتے ہیں کتنا تیار ہو کر جاتے ہیں، کسی دعوت اور تقریب میں جاتے ہیں تو کتنے تیار ہو کر جاتے ہیں اسی طرح جب ہم اللہ تعالیٰ کے گھر آئیں تو صاف ستھرے ہو کر آئیں ایسا نہ ہو کہ ہم فجر کی نماز کے لئے رات کا لباس پہن کر آرہے ہوں۔ یہ نماز کی عظمت اور آداب کے خلاف ہے، نماز ہو جائے گی مگر یہ جو عبادت ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم صاف ستھرا لباس پہن کر آئیں اگر ہم نے سونے کے لئے، کھیلنے کے لئے، دفتر کے لئے سوٹ بنا رکھے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم نماز کے لئے بھی صاف ستھرے کپڑے رکھیں۔ اچھا لباس ہو، اچھی ٹوپی ہو، اچھی زینت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی برکات نصیب فرماتے ہیں۔

یہ حکم تو حاجی کے لئے ہے ثُمَّ لۡیَقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ ،مگر خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ یہ ہر نمازی کے لئے ہے، اگر وہ اس کا اہتمام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس نماز کی برکات نصیب فرمائیں گے۔ آج معاشرے میں کیا ہوتا ہے؟ نماز کے لئے عام لباس میں آئیں گے اور جب نماز سے فارغ ہو کر گھر جاتے ہیں تو کہتے ہیں اب شادی میں جانا ہے تیار ہو جائیں۔ جن کے لئے تیار ہو کر جاتے ہیں وہاں سے پتہ نہیں کیا ملے گا اور جس رب کے لئے تیار ہونے سے دنیا اور آخرت کی نعمتیں ملیں گی وہاں تیار ہونے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ میرے دوستو! آداب سے اعمال میں

جان پڑتی ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنتا ہے۔اس لئے ہمیں چاہئے کہ! اللہ تعالیٰ کے گھر میں اہتمام کے ساتھ آئیں۔

ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو باتیں ہم بتا رہے ہیں یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت والی چیزوں کی عظمت اور احترام کو باقی رکھیں۔جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے عظمت دی ہے مثلاً کعبۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے عظمت دی ہے اور کعبۃ اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمام مساجد کو عظمت دی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نماز کو عظمت دی ہے جو ایک اہم ترین عبادت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وہ ان کے لئے رب کے ہاں بہت بہتر ہے۔رب کہہ رہا ہے شرک نہ کرو، عقیدہ توحید کا رکھو اس کا بڑا فائدہ ہے یہ جو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرے گھروں کو صاف ستھرا رکھو یہ جو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اذان دو، خیر کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔یہ ایک مسلمان کے لئے خیر کا باعث ہے، اپنی میل کچیل کو دور کرو یہ مذہب اسلام کی وجہ سے ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے جو طہارت دی ہے دنیا میں کسی قوم اور مذہب کے پاس ایسی طہارت نہیں ہے۔ہمارے جسم کے ایک ایک جز کے لئے شریعت نے طہارت کا الگ الگ حکم دیا ہے۔یہ طہارت حاصل کرنا بھی بہت بڑی نعمت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہوگی۔

تیسرا اثر

پہلا حکم یہ ذکر ہوا اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا ، فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ . بت پرستی سے بچو ابتدا میں بھی حکم تھا۔اب پھر فرمادیا کہ اس سے بچو اور یاد رکھیں بت پرستی شروع ہوتی ہے تصویر پرستی سے۔آج دنیا میں جو تصویر پرستی کی لعنت شروع ہو چکی ہے، اتنی تصویر پرستی کہ اگر دو آدمی ملتے ہیں تو

کہتے ہیں ہماری تصویر بنادیں، بچوں میں بھی یہ عادت اتنی ہوگئی ہے کہ وہ بھی کہتے ہیں، انکل ہمارے ساتھ کھڑے ہوکر ایک تصویر بنادیں اگر تصویر بن گئی تو اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہوگا۔ اسی تصویر سے آگے مجسّمہ پرستی اور اسی تصویر سے آگے شرک پرستی اور پھر یہیں سے عقیدہ خراب ہوجاتا ہے۔ آج کعبۃ اللہ میں چلے جائیں، مسجد نبوی میں چلے جائیں بس تصویر ہی تصویر کی فکر ہے، ہمارے مسلمان بھائیوں کو طواف کی فکر ہے نہ روضۂ اطہر کے سلام کی کوئی فکر ہے، بس لگے ہوئے ہیں کہ ہماری تصویر کسی طریقہ سے آجائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔

وَ اجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ فرمایا کہ جھوٹ سے بچو، ساری عبادات مکمل ہوگئیں، حج بھی کرلیا، روزے بھی رکھ لئے، نمازیں بھی پڑھ لیں، سب کچھ کرلیا مگر زندگی سے جھوٹ نہیں نکلا تو پھر ہم سمجھ لیں کہ کامل اسلام حاصل نہیں ہوا۔ ہمارے نبی ﷺ کی نمایاں صفات میں سے ہے کہ آپ ﷺ سچے تھے، وعدے کے پاسدار تھے۔ ہم اس روضۂ رسول سے سبق لے کر آئیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے پوری زندگی یہی دعوت دی جن کی صفات میں سے ہے کہ آپ سچے تھے، وعدے کے پابند تھے، ایمان دار تھے۔ ہم نے نہ اسے پڑھنا ہے نہ اسے دیکھنا ہے اس لئے کہ عمل ہی نہیں کرنا، ہم نے تو صرف حاجی بننا ہے، ماشاء اللہ میں تو چار سال سے مسلسل جارہا ہوں، میں تو آٹھ سال سے مسلسل جارہا ہوں اور میں نے تو جی ماشاء اللہ بیس سال سے ایک عمرہ بھی رمضان کا نہیں چھوڑا، یہ لوگوں کو بتانا بھی تو ہے اور آج ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم باتوں باتوں میں بتادیں کہ جی ہم تو حج کے لئے گئے تھے، ہم عمرے کے لئے گئے تھے۔ اللہ اکبر۔ آج ہماری عبادت سے روحِ عبادت نکل گئی بس صرف رسم بن چکی ہے۔

وَ اجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ جھوٹ سے بچو، آج دنیا میں جو کافر ہیں، مشرک

ہیں انہوں نے اس ایک بات کو پکڑ لیا کہ جھوٹ نہیں بولو، وعدہ خلافی نہیں کرو ہمارے رسول ﷺ کے ان اوصاف کو انہوں نے پکڑ لیا۔ اب حال یہ ہے کہ دنیا اس کافر پر اعتماد کرتی ہے، اس مشرک پر اعتماد کرتی ہے مگر افسوس کہ پانچ وقت نماز پڑھنے والے مسلمان پر اعتماد نہیں ہے اس لئے کہ ہم نے اپنے پیغمبر ﷺ کی ان اوصاف کو چھوڑ دیا، وہ سارے گناہ کرتے ہیں، شرک کرتے ہیں، زنا کرتے ہیں، شراب پیتے ہیں مگر کہتے ہیں بولنا سچ ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں ہم نے آج سچ کو چھوڑ دیا ہے حُنَفَآءَ لِلّٰہِ فرمایا جھوٹ کو چھوڑ واور اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ۔ لہٰذا میرے محترم دوستو! اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیئے ہیں ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے میں نماز بھی پڑھتا ہوں دین صرف نماز پڑھنے کا نام نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ فلاں کو جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں جانتا ہوں پوچھا کہ کیسا آدمی ہے؟ اس نے کہا کہ بہت اچھا آدمی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کا پڑوسی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کا کوئی سفر ان کے ساتھ ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کوئی معاملہ آپ کا ان کے ساتھ ہوا ہے؟ اس نے کہا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر آپ کو کیا پتہ ہے کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے کیا تم نے اس کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس نے کہا جی میں نے اس کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس پر تھوڑا ہی فیصلہ ہوگا۔ پتہ تو تب چلے گا کہ جب آدمی سفر کریں یا معاملہ کریں۔ بہر حال آج ہمارا یہی حال ہے مسجد میں تو ہم نماز پڑھنے کے لئے سارے آئے ہوئے ہیں مگر پتہ تو اس وقت چلے گا جب ہم بازار جاتے ہیں، فیکٹری جاتے ہیں، وہاں معاملہ کیسا کرتے ہیں؟ پتہ چلے گا گھر میں ہم کیا کرتے ہیں، رشتہ داروں سے ہمارا برتاؤ کیسا ہے؟ مسجد میں تو ہم

لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہیں اور خاندان میں جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہم سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔

میرے مسلمان بھائیو! ہم پورے دین کو اختیار کریں، صرف نماز اور روزہ دین نہیں ہے، حج اور عمرہ دین نہیں ہے۔ دین تو پوری زندگی ہے اس میں عبادات بھی ہیں، اس میں معاملات بھی ہیں، اس میں معاشرت بھی ہے، اس میں انسان کے اخلاق اور کردار بھی ہیں۔ ایک صحابیؓ رسول نے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ بہت سارے گناہ کرتا ہوں بس صرف ایک ہی چھوڑ سکتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ چھوڑ دو اس کو مت بولنا اب وہ جو گناہ کرتا تو بہت سوچتا کہ اگر پوچھ لیا تو میں نے جھوٹ بولنا نہیں ہے اب آہستہ آہستہ اس سے سارے گناہ چھوٹ گئے، اب ظاہر ہے کہ اپنے خلاف گواہی کوئی بھی نہیں دیتا ہے کہ میں نے یہ جرم کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کی بدبو کی وجہ سے کئی میل دور بھاگ جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے بچیں، اللہ تعالیٰ یہ جو احکامات ہمیں دیئے ہیں، ان پر عمل کریں اور اپنی آخرت اور دنیا کو کامیاب بنائیں۔ نیز ان پر مرتب ہونے والے اثرات پر عمل کریں تا کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمارا نام اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
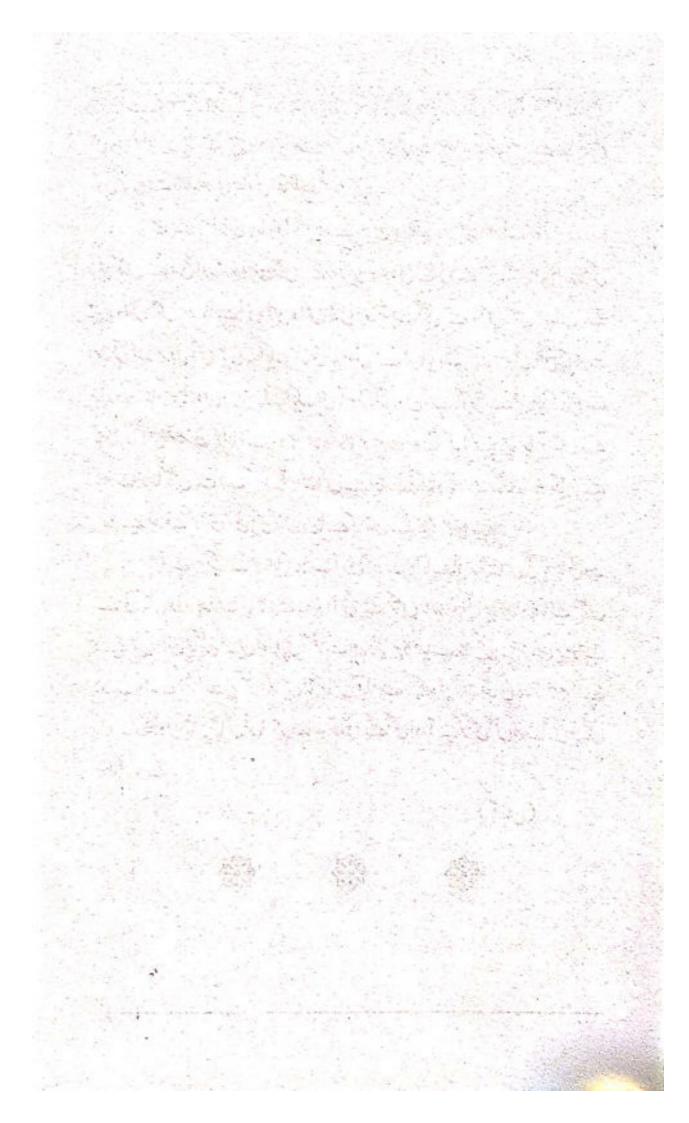
(آمین)

شب قدر کی اہمیّت

شب قدر کی اہمیّت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○

میرے قابل احترام دوستو اور بھائیو! اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کا خیر اور سعادتوں والا مہینہ ہمیں عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ رمضان المبارک کا پورا مہینہ ایک انتہائی خیر و برکت کا زمانہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی بخشش کا زمانہ ہے لیکن اس کا جو آخری عشرہ ہے یہ اس پورے مہینے کا نچوڑ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تہجد پڑھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے اٹھتے تھے، آہستہ سے دروازہ کھولتے تھے اور آہستہ سے دروازے سے نکلتے تھے تاکہ کسی کی نیند خراب نہ ہو اس لئے کہ رات کو میری عبادت نفلی عبادت ہے، میرا ذاتی معاملہ ہے لہٰذا میں ایسا نہ اٹھوں کہ دروازہ پیٹوں اور شور شرابہ کروں جس سے گھر والوں کی نیند خراب

ہو۔آپ ﷺ بڑی ہی خاموشی کے ساتھ اپنے معمولات کیا کرتے تھے۔یہی آداب آپ ﷺ نے ہمیں سکھلائے ہیں۔لیکن جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تھا حدیث نبوی کے الفاظ ہیں صحیح بخاری شریف میں ہے شَدَّ مِیْزَرَہٗ آپ ﷺ کمر کس لیتے تھے وَ اَحْیَا لَیْلَہٗ اوران راتوں کو بیداری کے ساتھ عبادت میں گزارتے تھے اَیْقَظَ اَھْلَہٗ اوراپنی گھر والیوں کو بھی جگاتے تھے۔سال کے گیارہ مہینے آپ ﷺ ان کونہیں جگاتے تھے مگر خود اٹھتے تھے اور وہ بھی خود اٹھتی تھیں آپ ﷺ کسی کو نہیں اٹھاتے تھے اور پھر رمضان المبارک کے بیس دنوں میں بھی کسی کو نہیں اٹھاتے تھے۔

لیکن جب یہ آخری عشرہ آجاتا تھا آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو اٹھاتے،اور فرماتے تھے کہ اٹھو یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں کو لینے کا زمانہ ہے۔یہ راتیں پورے سال کی وہ مبارک راتیں ہیں جو بڑے ہی خوش نصیب لوگوں کو ملتی ہیں اور بڑے ہی خوش نصیب ہوتے ہیں جو ان راتوں میں اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے ہیں۔آپ ﷺ کا جو سب سے محبوب عمل تھا وہ راتوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونا،لمبی لمبی نمازیں پڑھنا اور نماز میں خوب قرآن پڑھنا اور صرف یہ نہیں کہ یہ ہمارے نبی ﷺ کو پسند ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے۔اللہ تعالیٰ کو یہ نماز کی حالت بہت زیادہ پسند ہے اور اس سے پیاری کیفیت بندے کی اور کوئی نہیں ہوسکتی۔یا وہ احرام باندھ کر اللہ تعالیٰ کے گھر کے چکر لگاتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا اے چادر اوڑھنے والے ہمارے محبوب کھڑے ہوجائیں۔آپ ﷺ کی سنت تھی جب آپ آرام فرماتے تھے تو چادر تان کر سوتے تھے یہ انبیاء کرام کی سنت ہے تو فرمایا کہ اے محبوب کھڑے ہوجائیں تو اب کتنی دیر کھڑے ہوجائیں؟اے اللہ آپ کو کتنی دیر پسند ہے تو فرمایا کہ نِصْفَہٗ آدھی رات کھڑے ہوجائیں اور آدھی رات آرام

کریں اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا یا اس میں کچھ کم کرلیں او زد علیه یا اس پر کچھ اضافہ کرلیں۔ اور یا اللہ آپ کے سامنے کھڑے ہوکر کیا کریں؟ فرمایا وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوم جھوم کر قرآن پڑھیں اسی طرح مزے سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ چونکہ مادیت کا دور ہے تو ہمیں چیزوں کے ذائقوں میں مزا آتا ہے برگر میں مزا ہے، تکہ میں مزا ہے، پراٹھے میں مزا ہے۔ تھوڑا اس طرف بھی دیکھیں، قرآن کریم کے پڑھنے میں بھی لذت ہے، نماز کے پڑھنے میں بھی سرور ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق بڑھانے میں کیا چاشنی ہے۔ جس کو یہ مزا آجاتا ہے وہ یہ سارے عارضی اور دھوکے کے مزے بھول جاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں تو جسم کے لئے بھی اور صحت کے لئے بھی خراب ہیں۔ آج ہمارے جسم کو ان کھانوں نے برباد کردیا۔ بازاروں میں ملنے والے برگر، تکہ، پراٹھے انہوں نے ہمارے جسم، صحت اور روحانیت سب کو ختم کردیا ہے۔

بہرحال یہ جو آخری عشرہ ہے یہ انتہائی مبارک عشرہ ہے اور آپ اندازہ کریں اس کی خیر اور برکت کا کہ آپ ﷺ بھی مسجد نبوی میں آکر اعتکاف فرماتے تھے۔ حالانکہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ ساری انسانیت کے لئے ایک رہنما ہیں، آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی شعبہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے خالی نہیں تھا، آپ کی بعثت کا مقصد ہی امت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنا تھا، آپ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آپ ﷺ نے چونکہ ہمیں تعلیم دینی تھی، اس لئے آپ بھی باہر کی دنیا کے ماحول سے اپنے آپ کو ہٹا کر مسجد میں تشریف لے آئے اور پردہ ڈال دیا۔ اس دنیا نے نبی ﷺ کو متاثر نہیں کیا، بلکہ جناب نبی ﷺ نے اس دنیا کو متاثر کیا ہے۔

ہم تو کمزور ہیں کہ دنیا ہمیں متاثر کردیتی ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کو دنیا کسی صورت میں متاثر نہیں کرسکی، اس کے باوجود آپ ﷺ رمضان المبارک کے ان

آخری دس دنوں میں مسجد نبوی میں تشریف فرما ہو جاتے تھے اور پھر یہ نہیں کہ چلو ایک دفعہ ایسا کیا یا دو دفعہ ایسا کیا۔ نہیں بلکہ ہر سال بڑے اہتمام سے ان دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے پورے مہینہ کا اعتکاف فرمایا تو بیس دن کے بعد جب آخری دس دن شروع ہونے لگے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا لوگو! میں نے اعتکاف اس لئے کیا تھا کہ میں لیلۃ القدر کو تلاش کروں جو بڑی مبارک رات ہے۔ اس کے لئے میں نے رمضان کے پہلے دس دنوں میں بھی اعتکاف کیا اور پھر دوسرے دس دنوں میں بھی اعتکاف کیا تو بتانے والے نے مجھے بتایا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے نے مجھے بتایا کہ وہ لیلۃ القدر جس کو آپ تلاش کر رہے ہیں وہ آخری عشرہ میں ہے۔ لہٰذا میرے ساتھ جو لوگ اعتکاف کرنے والے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ میرے ساتھ آخری عشرے میں اعتکاف کریں۔ تو آپ اندازہ کریں کہ اس لیلۃ القدر کی تلاش کے لئے آپ ﷺ نے پہلے تو پورے مہینے کا اعتکاف کیا پھر جب بتایا گیا کہ نہیں لیلۃ القدر آخری دس دنوں میں ہے پھر اس کے بعد آپ ﷺ آخری دس دنوں کا اعتکاف پورے اہتمام اور پوری تیاری کے ساتھ ہر سال رمضان المبارک میں فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو ان دس دنوں میں کوئی عذر پیش آیا تو اس سال آپ ﷺ نے اعتکاف نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ بقیہ ہر سال اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور اپنے راز و نیاز اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑے رکھتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے۔

میرے محترم دوستو! ہمیں بھی ان ایام کی اتنی ہی قدر کرنی چاہئے جتنی آپ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ یہ آخری عشرہ اللہ تعالیٰ سے رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کا زمانہ ہے بس ان اوقات کو زیادہ سے زیادہ قیمتی بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو جو زندگی دی ہے یہ زندگی صرف ایک مرتبہ ہے، جب ہماری آنکھیں بند

ہوئیں تو پھر ہمارا معاملہ ختم، پھر کسی نے دوبارہ لوٹ کر نہیں آنا۔ آج ہمیں اس عشرے کی قدر نہیں ہے لیکن جب کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو پھر ہمیں خیال آئے گا اور اس وقت ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۳) ہمیں دنیا میں واپس لوٹادیں ہم پہلے سے زیادہ اچھے اعمال کریں گے لیکن اس وقت یہ درخواست قبول نہیں ہوگی۔ آج کتنے لوگ ہمارے سامنے جارہے ہیں، کتنے رشتہ دار جارہے ہیں کل کو ہم نے بھی جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے بارے میں فرمایا وَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (سورۃ المومنون آیت نمبر ۳) ایمان والے فضول کام سے اجتناب کرتے ہیں۔ ان کے پاس لغو کاموں کیلئے وقت ہی نہیں ہے۔ امتحانی ہال میں طالب علم اپنا امتحان دیتا ہے، اگر اس کو کوئی ضروری کام پیش آجائے مثلاً پانی پینا ہے یا کوئی اور تقاضہ ہے تو فارغ ہونے کے بعد وہ فوراً اپنا پرچہ حل کرے گا، وہ یہ کام تو نہیں کرے گا کہ چلو میں تھوڑی دیر کے لئے پنکھے کے نیچے اپنی کمر سیدھی کرلوں، آدھا گھنٹہ سکون حاصل کرلوں۔ ایسا نہیں ہوتا، اس کے پاس وقت ہی نہیں ہے یہ تو چند گھنٹے ہیں اسی میں اپنا پرچہ اس نے حل کرنا ہے۔ اسی طرح دنیا میں ہماری زندگی بہت ہی مختصری زندگی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا، ہمیں مسلمان بنایا، ایمان کی دولت دی، مسلمان گھر میں پیدا کیا، آپ ﷺ کا امتی بنایا، اب ہمارا وقت ضائع نہ ہو، چنانچہ فرمایا کہ ''ایمان والے فضول کام نہیں کرتے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ کسی آدمی کے اسلام کی خوبصورتی کیا ہے؟ خوبصورت اسلام کیا ہے؟ حسین اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی خوبصورتی اور حسن یہ ہے کہ آپ فضول اور لایعنی کام کو چھوڑ دو۔ کام یا تو وہ ہے جس سے ہمارا دنیا کا کوئی جائز فائدہ ہو، ہمارا کاروبار ہے، ہماری ملازمت ہے۔ ضرور کریں، بیشک جائز کام ہے اسلام نے ہمیں

اس سے منع نہیں کیا ہے دوسرا یہ کہ ہمارا وقت آخرت کے لئے ہو، احکام الٰہی کے لئے ہو اس کے علاوہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔

اس آخری عشرے میں جب اس مہینے کا مبارک وقت آتا ہے تو بڑا افسوس ہوتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف جاگنا عبادت ہے، بیٹھ جائیں گے، مسجد کے صحن میں باتیں شروع ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ کے گھر میں ایسا منظر بنایا جاتا ہے جیسے کہ آدمی کسی شادی ہال میں بیٹھا ہوا ہے، یہ کرسیاں معذوروں کے لئے ہیں یا بزرگوں کے لئے ہیں، نوجوان سارے اس میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، بڑی سخت تکلیف ہوتی ہے۔ مسجد میں ہم عبادت کے لئے آئے ہیں گپ شپ لگانی ہی ہے تو گھر میں لگائیں مسجد سے باہر نکل جائیں، آج کل یہ عجیب نیا کام مساجد کے اندر شروع کر دیا گیا ہے۔ انتظامیہ کو بار بار کہنا پڑتا ہے کہ اٹھو بھائی! جس مقصد کے لئے آئے ہو اسے ادا کرو، کوئی نفل پڑھو، قرآن کی تلاوت کرو، ذکر واذکار کرو، یہ دنیا کے معمولات کی رات نہیں ہے، یہ عبادت کی رات ہے۔ خدارا! اس میں عبادت کو زیادہ کریں۔

اور پھر ہمارے نوجوانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی بیان رکھیں، ارے بھائی! یہ بیانات کی رات نہیں ہے، انفرادی عبادت کی رات ہے، اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی رات ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی رات ہے۔ بیانات اس سے پہلے کر لو جتنے کرنے ہیں، بس صرف ایک شغل میلہ بنایا ہوا ہے کہ جی کوئی بیان ہونا چاہئے، کوئی نعت خوانی ہونی چاہئے، میرے بھائی! آپ ﷺ نے اس موقع پر کیا کیا ہے؟ صحابہ کرام نے کیا کیا ہے؟ کونسی نعت خوانی ہوتی تھی؟ کونسا بیان ہوتا تھا؟ آپ ﷺ نے تو خیمہ لگایا اور کہا کہ گھر میں جاؤ تنہائی میں جا کر عبادت کرو، اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑو۔ ہاں اگر آپ کو گھر میں نیند آرہی ہے تو مسجد میں آکر عبادت کرو۔ اب اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ مل کر باتیں اور وقت کا ضیاع کرنا اور وہ بھی آخری عشرے میں۔ کتنے

افسوس کی بات ہے کہ کتنا مبارک زمانہ اور میں جاگ رہا ہوں، میں کھڑے ہوکر عبادت نہیں کررہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جو سب سے محبوب عمل ہے۔ ان راتوں مین اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے زیادہ عمل اور کوئی نہیں ہے۔

ہمارے نبی ﷺ نے یہی عمل کیا ہے۔ تکبیر کہیں اللہ اکبر اور الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم اور پھر اس مناجات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ڈوب جائیں۔ یہ تو تنہائیوں کی عبادت ہے، تنہائیوں کی دعائیں ہیں، مناجات میں اللہ تعالیٰ سے جو تعلق تنہائی میں قائم ہوتا ہے وہ مجمع میں نہیں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے اسی لئے تو خیمہ لگایا تھا کہ مسجد میں عام لوگ ہوتے ہیں آپ ﷺ اس خیمہ کے اندر تنہائی میں اپنے اللہ سے راز و نیاز کرتے تھے۔ تو اسلام کا حسن اور اسلام کی خوبصورتی لایعنی کاموں کو چھوڑ دینا ہے۔ مسلمان یا تو وہ کام کرتا ہے جو دنیا میں اس کی جائز ضرورت ہو اسے پورا کرنے کے لئے محنت کرتا ہے اور یا پھر وہ اپنی آخرت سنوارنے کے لئے کرتا ہے اس کے علاوہ کوئی تیسرا کام مسلمان کا نہیں ہوتا۔

میرے محترم دوستو! اس مبارک زمانے کی ہم قدر کریں، ان لمحات کو قیمتی بنانے کی کوشش کریں۔ یہ مبارک زمانے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ہم سے پیار ہے اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا فضل اور احسان ہے کہ ہماری زندگی میں یہ مبارک اور اچھے موقعے آجاتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت چھوٹے سے عمل سے ہم سے راضی ہوجاتے ہیں ایک کھجور کا دانہ کسی کو کھلا دیا، کسی کو کوئی نیکی کی بات بتادی، کسی کے ساتھ کوئی ہمدردی کردی، دو رکعت نماز پڑھ لی، کہیں ذکر و اذکار کرلئے، قرآن کریم کی تلاوت کرلی جو بھی اللہ تعالیٰ عمل خیر کی توفیق عطاء فرمائیں اس کو کرلیں مگر اپنا وقت ضائع نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے قدر کا معنی کیا ہے؟ اس کے دو معنی ہیں (۱) پہلا معنی یہ ہے کہ عظمت اور شرافت ہے۔ مطلب یہ ہے

کہ یہ رات اجر وثواب کے اعتبار سے بڑی فضیلت رکھتی ہے۔(۲) دوسرا معنی تقدیر کا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں انسانوں اور کائنات کے لئے جو چیزیں مقرر ہیں ان کا سال بھر کا پروگرام فرشتوں کو نوٹ کرادیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ تدبیر میں لگ جائیں۔مثلاً موت وحیات، صحت اور بیماری، خوشحالی اور بدحالی اور دیگر واقعات سال بھر میں جو رونما ہونے ہوتے ہیں اس لحاظ سے بھی اس رات کو لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔

اس لیلۃ القدر کا مرتبہ اس قدر بلند کیا کہ جو شخص اس ایک رات میں خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے وہ ہزار مہینے کی مسلسل عبادت سے سبقت لیجاتا ہے اس ایک رات کو اللہ تعالیٰ نے اتنا شرف اور مرتبہ عطا کیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَآ اَدۡرٰکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کیا آپ کو پتہ ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ اہمیت کو بٹھانے کے لئے اور اس کو دل و دماغ میں راسخ کرنے کے لئے سوالیہ انداز اختیار فرمایا۔سوال کے بعد جو بات ذکر ہوتی ہے وہ ذہن میں اچھی طرح بیٹھتی ہے۔مثلاً ایک بچہ کو آپ کہیں کہ یہ پنکھا ہے اور اگر اس کو پہلے یوں کہا جائے کہ بیٹا یہ کیا ہے؟ اور پھر کہیں کہ یہ پنکھا ہے تو یہ بات اس کے دماغ میں اچھی طرح بیٹھتی ہے۔کیونکہ سوال کے بعد ایک انتظار آجاتا ہے اور انتظار کے بعد جو بات آتی ہے وہ دل میں فوراً اترتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھی یہی اسلوب اختیار فرمایا: وَ مَآ اَدۡرٰکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ آپ کو پتہ ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ اس سے ہمارے اندر جستجو پیدا کردی ہے۔ اب اس سوال سے اللہ تعالیٰ اس رات کی عظمت اور بڑائی کو ہمارے دماغ میں بٹھانا چاہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو کہ یہ کوئی عام رات نہیں ہے دوسری راتوں کی طرح بلکہ یہ بڑی عظمت والی رات ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی برکتیں رکھی ہیں۔ان میں سے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات میں قرآن پاک اتارا۔

اس رات کی دوسری فضیلت اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں بیان فرمائی ہے

فرمایا: لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے افضل ہے اگر اللہ تعالیٰ یہ فرماتے لیلۃ القدر ہزار مہینے کے برابر ہے تو یہ بھی بڑی بات تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

خیر عربی زبان کے اندر آتا ہے، بہت زیادہ کے معنی میں جیسے قرآن کریم میں جنت والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ یَوۡمَئِذٍ خَیۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا جنت والے اس دن بہت بہتر ہوں گے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ انیس بیس کا فرق ہے۔ یہاں انیس بیس کا فرق نہیں کہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے کچھ بہتر ہے۔ نہیں! بلکہ بہت بہتر ہے۔

اب یہ بہت کتنا ہے؟ اس کا میٹر اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے اور ہمیں عبادت کا حکم دے دیا۔ اب ہم اس فضیلت سے کہاں تک مستفید ہوتے ہیں یہ ہمارے اعمال سے ظاہر ہوگا۔ ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک موقع عطا کیا ہے اس میں عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں، عمر بھر کی کوتاہیوں کی معافی مانگ لیں شاید یہ موقع پھر نصیب نہ ہو۔ ہم اچھی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگیں، استغفار کریں، رو رو کر اللہ تعالیٰ سے مانگیں تاکہ آج کی رات میں اللہ تعالیٰ ہمیں بخشش کا پروانہ دے دیں۔

مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہم لوگوں نے اس مقدس رات کو ایک تماشہ بنادیا ہے۔ اس رات میں کھانے پینے کا رواج بنادیا ہے، شور شرابہ ہوتا ہے، تراویح کے بعد کہا جاتا ہے رات کو ۲ بجے آجانا مسجد میں کھانا ہوگا، نعت خوانی ہوگی، بیان ہوگا۔ ساری رسمیں آج اللہ تعالیٰ کے گھر میں اور اس فضیلت والی رات میں کی جاتی ہیں اور ایک دوسرے کو دکھانے کے لئے کی جاتی ہیں پھر اس میں اسراف اور تبذیر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ
اے مسلمانو! اس رات میں فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں، حضرت جبریل امین
علیہ السلام اترتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں کہ میرے بندے میری عبادت کر
رہے ہیں۔ فرشتوں نے جو کہا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ آپ انسان کو کیوں پیدا کر رہے
ہیں؟ یہ فسادی اور جھگڑالو اور یہ بدکردار انسان روئے زمین کو برائیوں سے بھر دے گا۔
انسان کے پیدا کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ تو لیلۃ القدر جب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں
سے کہتے ہیں جاؤ دیکھو میرے بندوں کو حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ
کوئی خشکی کوئی تری نہیں ہوتی ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اترتے ہیں جو جہاں عبادت
کریں فرشتے وہاں پہنچ جاتے ہیں فضاؤں میں جہاز اڑ رہے ہوتے ہیں وہاں بھی
عبادت ہو رہی ہے۔ سعودی ایئر لائن والوں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیں کہ انہوں نے اپنی
ایئر لائن میں نماز کی جگہ بنائی ہوئی ہے تو جب میں اس میں سفر کرتا ہوں تو اپنے ساتھی
سے کہتا ہوں کہ آؤ دو چار رکعت ہی پڑھ لیتے ہیں بڑی سہولت ہے اس ایئر لائن میں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ جاؤ دیکھو میرے بندے، میری
بندیاں، نوجوان، بوڑھے، چھوٹے سب اٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ
باندھ کر کھڑے ہیں تو اللہ تعالیٰ کتنی رحمتیں برسائیں گے؟

یہ کام ہم اپنے گھر میں تو کر سکتے ہیں اپنے بچوں کو بتا سکتے ہیں اپنے دیگر رشتہ
داروں کو بتا سکتے ہیں کہ دیکھو ایسی مبارک رات ہے اس میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی
عبادت کریں گے پتہ نہیں یہ مبارک زمانہ یہ مبارک رات آئندہ سال ہمیں نصیب ہوتی
ہے کہ نہیں ہوتی، آج جب اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے تو اس سے فائدہ حاصل کریں۔

اس رات میں اترنے والے فرشتوں کی جماعت زمین میں پھیل جاتی ہے
اور وہ تلاش کرتے ہیں کہ کون اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہے ایسے شخص کے لئے

فرشتے دعائیں مانگتے ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس رات میں اترنے والے فرشتوں کی تعداد صحراؤں اور دریاؤں میں پڑی ہوئی ریت کے ذرات سے بھی زیادہ ہوتی ہے مگر وہ دعا اور استغفار صرف انہیں لوگوں کے لئے کرتے ہیں جو اس رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو کر اپنے اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں۔

• مگر افسوس کہ بعض بدبخت لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اس بابرکت رات میں بھی معافی نہیں ملتی۔حدیث میں آتا پانچ افراد اس رات بھی مغفرت سے محروم رہتے ہیں(۱) جو شخص مسلسل شراب نوشی کرتا ہے توبہ نہیں کرتا (۲) ماں باپ کا نافرمان ہے (۳) شرک کو نہیں چھوڑتا (۴) لوگوں سے قطع تعلق کرنے والا (۵) کینہ بغض رکھنے والا۔ایسے شخص کو اس کی فیوض اور برکات سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری ایسے لوگوں سے بھی اور ایسے افعال سے بھی حفاظت فرمائیں۔

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ یہ پوری رات سلامتی کی ہے یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جائے یعنی مغرب سے لیکر فجر تک اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی ہیں، اللہ تعالیٰ کی برکتیں برستی ہیں۔ بہرحال لیلۃ القدر بڑی بابرکت رات ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور بلند درجات حاصل کرے یہ نزول وحی کی رات ہے اور وحی ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر چارہ نہیں تمام بنی نوع انسان اس کے محتاج ہیں حقیقی رہنمائی اسی سے حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمام مسلمانوں کو اس رات کی قدر ایسے کرنے کی توفیق عطا فرمائیں جیسے اللہ تعالیٰ اور اس ﷺ خوش ہوتے ہوں اور ایسے کاموں سے ہماری حفاظت فرمائیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ناراض ہوتے ہوں۔

آمین یارب العلمین

مصائب اور تکالیف میں مبتلا
مومن کیلئے دستور العمل

مصائب اور تکالیف میں مبتلا مومن کیلئے راہ عمل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیْکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَ اشْکُرُوْا لِیْ وَ لَا تَکْفُرُوْنِ ○ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ○

میرے محترم بزرگو اور بھائیو! آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم میں سے سورۃ البقرہ کی تین آیات تلاوت کی ہیں ان کا ترجمہ ہے ”ہم نے تمہارے درمیان تم ہی سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ بس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں ذکر فرمائی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (۲) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر (۳) پریشانیوں میں صبر (۴) نماز کا حکم۔

دنیا کا ہر وہ انسان جو اس بات کو چاہتا ہو کہ وہ دنیا میں ایک کامیاب اور با مقصد اور حقیقی زندگی گزارے تو وہ ان تعلیمات قرآنیہ پر عمل کرے۔ انسان کی زندگی گزر رہی ہے اگر وہ سو رہا ہے تو بھی زندگی گزر رہی ہے، اگر وہ جاگ رہا ہے تو بھی زندگی بہر حال گزر رہی ہے، چل رہا ہے تو بھی گزر رہی ہے اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہا ہے تو بھی اس کی زندگی گزر رہی ہے اور اگر وہ گناہوں میں لگا ہوا ہے تو بھی اس کی زندگی گزر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ان آیات میں چار اعمال ذکر فرمائے ہیں۔

پہلی بات: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو

سب سے پہلی بات کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے عادی بن جائیں کہ ہماری زبان سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے۔ ذکر کے بدلے بندے کو اللہ تعالیٰ انعام کیا دیں گے؟ اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں کہ میں بندے کو انعام یہ دوں گا کہ وہ میرا ذکر کرے گا میں اس کا ذکر کروں گا۔ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ یہ کتنا عظیم انعام ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے زمین میں اور اللہ تعالیٰ اس کو آسمانوں میں فرشتوں کی مجلس میں یاد فرماتے ہیں۔ کتنی شاندار مجلس ہوگی کہ جس میں اللہ تعالیٰ خود موجود ہیں اور ان کے سامنے فرشتے موجود ہیں وہاں پر اس بندے کا تذکرہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر بندہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس کی مجلس سے بہتر مجلس یعنی ملائکہ کی مجلس میں اس کو یاد کرتا ہوں۔ اب آپ اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل اور انعام ہے کہ وہ رب اپنے بندے سے کہہ رہا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اس امت کو یہ ایسا خصوصی انعام ملا ہے کہ جب چاہیں جس وقت چاہیں اللہ

تعالیٰ سے رابطہ کرلیں۔ اپنے گھر میں، اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے جب ذکر شروع کیا فوراً اللہ تعالیٰ سے تعلق جڑ گیا۔ اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے ہیں ذکر شروع کیا اللہ تعالیٰ سے جڑ گئے یعنی مؤمن جس لمحہ چاہے اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑ سکتا ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جو صفات بتائی ہیں اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ اس آیت کے آخر میں جو آخری صفت اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہے وہ ہے وَ الذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ یعنی ایمان والے صبر کرنے والے ہیں فرمانبردار ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، عاجزی کرنے والے ہیں، تو ان کی آخری صفت بیان فرمائی ہے کہ یہ جو ایمان والے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کثرت سے کرنے والے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے۔ ہم گھر سے دفتر جارہے ہیں سواری میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے تو نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ ہمارا ہمنشین ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ذکر کا ہم اپنے کو عادی بنائیں، اللہ تعالیٰ کی یاد کے عادی بن جائیں، اس لئے کہ انسان اُسی کے تذکرے زیادہ کرتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ اگر ایک آدمی تجارت سے تعلق رکھتا ہے تو وہ تجارت کے تذکرے کرے گا، اسی طرح اگر کوئی آدمی ملازمت سے تعلق رکھتا ہے تو وہ ملازمت اور دفتر کے تذکرے کرے گا۔ پتہ چلا کہ کسی چیز کو یاد کرنا کثرت تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کو جتنا یاد کریں گے ہمارا تعلق اللہ سے اتنا ہی مضبوط ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو مؤمن مجھے زیادہ یاد کرتا ہے یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اسے مجھ سے زیادہ محبت ہے، جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کریگا تو اس کے دل میں اللہ کی محبت بھی زیادہ آئے گی۔ ایک حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے لوگ زندہ ہیں اور ذکر نہ کرنے والے مردوں کی طرح ہیں، اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ کو

یاد کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہے یہ اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھ رہا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا تو وہ اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھ ہی نہیں سکا ہے وہ تو اپنے مقصد سے بے خبر ہے گویا کہ وہ مردہ ہے اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ مردہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے دل پر اپنی سونڈھ رکھتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اس کے دل میں برائیاں ڈالنا چاہتا ہے، جیسے انجکشن سے دوا منتقل ہوتی ہے اور جسم میں اثر کرتی ہے۔ ایسے ہی ایک اور حدیث پاک کے مطابق شیطان اپنی ناک کو مؤمن کے قلب پر رکھتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے برے اثرات اس کے دل میں ڈالے مگر آپ ﷺ نے فرمایا اِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ تَخَنَّسَ جب مؤمن اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے بھاگتا ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے اس طرح کہ اس کی ہوا خارج ہوتی ہے اور جہاں تک اذان کی آواز آتی ہے وہاں تک بھاگتا رہتا ہے مگر جب اذان ختم ہوتی ہے پھر آجاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بالکل ہی بھاگ جائے وہ اپنی ہمت نہیں ہارتا۔ اسی طرح جب مؤمن اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان پھر وسوسے پیدا کرتا ہے تو جتنی کثرت سے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اتنی ہی کثرت سے شیطان سے محفوظ رہے گا۔

دوسرا عمل: اللہ تعالیٰ کا شکر کرو

دوسرا عمل جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اس کی ناشکری نہ کرو دل شکر کرے اور زبان ذکر کرے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو، اگر بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے تو اس پر اس کو انعام کیا ملتا ہے؟ وہ انعام یہ ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (سورۃ ابراھیم آیت ۷) اگر تم شکر کرو گے تو ہم اپنی نعمتیں تم پر بڑھاتے چلے جائیں گے۔

آپ ﷺ نے ہمیں اس کا طریقہ بتلا دیا کہ شکر کا طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ

دنیاوی معاملات میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھیں اور دین کے امور میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھیں تو پھر ہمیں شکر گزاری کی توفیق ملے گی۔ آج ہم اس کا الٹ کرتے ہیں، ہم دنیا میں اوپر والوں کو دیکھتے ہیں اور دین میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جو بات فرمائی ہے وہ ہمارے لئے راحت بھی ہے، ہمارے لئے اس میں کامیابی بھی ہے اور اسی میں ہمارے لئے نجات بھی ہے۔ سمجھدار وہی ہوتا ہے جو اپنے بڑوں کی بات مانے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جناب نبی کریم ﷺ کو بڑا بنایا ہے۔ آج جب ہم دنیا میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھتے ہیں تو سب کچھ ہونے کے باوجود ہم بے چین ہو جاتے ہیں، شکر ادا نہیں کرتے، چنانچہ مسائل پیدا ہوتے ہیں، پریشانیاں آجاتی ہیں، تکلیفیں آجاتی ہیں، ذہنی تناؤ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے کہ سکون اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر اور شکر میں رکھا ہے اور یہ ذکر اور شکر کب ہوگا جب ہم اپنے سے نیچے والے کو دیکھیں گے اور پھر کہیں گے یا اللہ تعالیٰ تیرا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں کتنے سکون اور راحت میں رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ (سورۃ لقمان آیت نمبر ۱۲) اور جو شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی شکر کرتا ہے۔ یعنی اس کا فائدہ اسی کو ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ كَالصَّائِمِ الصَّابِرِ وہ کھانا کھانے والا جو کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہو اور ہر لقمہ پر الحمدللہ کہتا ہو، یہ اس انسان کی طرح ہے جس نے روزہ رکھا ہوا ہے اور صبر کرتا ہے، جیسا اجر اللہ تعالیٰ اس روزے دار کو اس کے صبر پر دیتا ہے، اس کھانے والے کو کھانے کے بعد شکر گزاری پر بھی ایسا ہی اجر ملے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا عَجَبًا لِلْمُؤْمِنِ مؤمن کی کتنی پیاری حالتیں ہیں۔

ایک شخص اپنے امام صاحب کہنے لگا کہ بڑی پریشانیاں ہیں، بڑی تکلیفیں ہیں، پتہ نہیں یہ امتحان ہے یا میں بڑا بدنصیب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کے دل میں یہ

بات ڈالی، انہوں نے اس سے کہا کہ بھائی مسلمان بدنصیب نہیں ہوتا، بدنصیب تو وہ ہے جس کو ایمان کی دولت نہیں ملی، جس کو توحید کا عقیدہ نہیں ملا، محمد رسول اللہ ﷺ جیسا نبی نہیں ملا، بدنصیب تو وہ ہیں جو بتوں کے سامنے جھک رہے ہیں، بدنصیب تو وہ ہیں جو اسلام سے محروم ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا وہ کبھی بھی بدنصیب نہیں ہوتا ہے وہ تو خوش نصیب ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ دنیا میں وہ کبھی راحت میں ہوگا کبھی تکلیف میں ہوگا یہ بدنصیبی کی نشانی نہیں ہے۔ آزمائش تو انبیاء پر بھی بہت آتی ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اگر یہ بدنصیبی کی نشانی ہوتی تو جتنے طلباء کرام کے امتحان ہوتے ہیں، کیا یہ سارے بدنصیب ہیں۔ کوئی بھی ان کو بدنصیب نہیں کہتا، کتنے بڑے اور سخت امتحان ہوتے ہیں ان کے، لیکن ان کی تیاری ہوتی ہے، پھر نتیجہ ہوتا ہے پھر انسان کو عزت ملتی ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کی کتنی عجیب حالت ہے کہ اس کو جب نعمت ملتی ہے تو یہ خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اجر دیتے ہیں اور اگر اس کو تکلیف ملتی ہے اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی اس کو اجر دیتا ہے۔ تو مؤمن کی کتنی پیاری حالت ہے کہ کوئی حالت بھی نفع سے خالی نہیں ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی خوبصورت بات ارشاد فرمائی ہے وَ اِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَهُ لَکُمْ (سورۃ الزمر آیت نمبر ۷) اگر تم شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں خوش کر دیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندے کے شکر پر خود بھی خوش ہوتے ہیں اور شکر کرنے والے کو بھی نعمتوں اور رحمتوں کی بارش سے خوش کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہر لمحہ اللہ کا شکر ادا کریں، اگر پانی پئیں تو الحمد للہ، کھانا کھائیں تو الحمد للہ، ہر حالت میں الحمد للہ کہیں۔

تیسرا عمل: صبر اختیار کرو

تیسری چیز کامیابی کی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو صبر کے ذریعہ سے۔ مؤمن کو

کامیاب بنانے کے لئے اور مؤمن کو با مقصد زندگی گزارنے کے لئے اس کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو علاج بتایا کہ دنیا میں تکلیفیں آئیں گی، پریشانیاں آئیں گی، مسائل آئیں گے، حالات آئیں گے اس لئے کہ اقوام عالم سب تمہارے مخالف ہیں آپس میں ان کے کتنے بھی اختلاف ہوں مگر مسلمانوں کے لئے وہ ایک ہیں۔ اے مسلمانو! ان تمام پریشانیوں کا علاج اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صبر اور نماز ہے۔

صبر کا مطلب

صبر کس کو کہتے ہیں اور صبر کا مطلب کیا ہے؟ عموماً ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ صبر تو کمزوری کا نام ہے کہ ایک کام میں نہیں کرسکتا تو میں صبر ہی کروں اور کیا کرسکتا ہوں۔ کسی بڑی اور سوسائٹی میں دو ہزار گز کا بنگلہ چاہیے مگر خرید نہیں سکتا ہوں صرف باہر سے ہی دیکھتا ہوں اب صبر ہی کرسکتا ہوں۔ یاد رکھیں صبر کمزوری کا نام نہیں ہے صبر تو انسان کے کمال کا نام ہے اور ایک عظیم وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے، وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۷۷) اللہ تعالیٰ نے یہاں تین مراحل ذکر فرمائیں ہیں۔ ایک صبر انسان کرتا ہے جب اس کو کوئی بدنی تکلیف پہنچتی ہے مثلاً بہت سخت بیمار ہے اور تکلیف میں ہے تو حکم ہے کہ برداشت کرو صبر کرو۔ دوسری بات اس کو کوئی مالی نقصان ہوجاتا ہے بڑی بڑی چیزیں بنتی ہیں، بڑے بڑے منصوبے بنتے ہیں اور بعض دفعہ وہ منصوبے فیل ہوجاتے ہیں اور بہت بھاری نقصان ہوجاتا ہے اس کو برداشت کرتا ہے۔ تیسری بات میدان جنگ میں مجاہد مشکل حالات کا سامنا کر..کے صبر کرتا ہے۔

تو صبر یہ کسی کمزوری کا نام نہیں ہے، صبر تو انسان کی ہمت کے اس اعلیٰ مرتبہ کا نام ہے کہ بڑے سے بڑے مشکل حالات اس کے عزم اس کے ارادے میں کوئی بھی کمزوری پیدا نہ کرسکیں، اس کو صبر کہتے ہیں۔ برے حالات آگئے، مالی نقصان ہوگیا مگر

اس کا ایمان اتنا مضبوط ہے اللہ تعالیٰ پر کہ یہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان حالات کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرتا ہے۔ ورنہ تو لوگوں کے ہارٹ فیل ہو جاتے ہیں۔ انسان کمزور ہے نہیں برداشت کر پاتا۔ بہت سارے لوگ اور تکلیفات میں چلے جاتے ہیں، لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیتے ہیں، معاشرے میں آنا جانا چھوڑ دیتے ہیں گھر سے نکلنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے تکلیف مانگنی نہیں چاہئے، مؤمن تو ان حالات کو برداشت کرتا ہے، ان کو سہتا ہے کہ میرے اللہ نے کہا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ اور جو تسلّی اور سہارا مشکلات میں پھنسے ہوئے انسان کو قرآن اور سنت سے ملتا ہے ایسا سہارا دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملے گا۔ مؤمن ذکر کا عادی ہوگا، شکر اور صبر کا عادی ہوگا۔

چوتھی بات: پہلی تین کا مجموعہ

ان سب کا مجموعہ اگر عملی طور پر دیکھنا ہے تو وہ نماز ہے جو بہترین ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شکر کا بہترین طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا بہترین راستہ ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے صبر کو آسان بنایا اور اس کے ساتھ نماز کو جوڑ دیا ہے وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃِ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۵۳) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری مدد حاصل کرو میری مدد پکڑو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ۔ آپ ﷺ کو جب بھی کوئی بات یا پریشانی ہوتی تو فوراً نماز کی طرف آتے تھے اور نماز میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے رجوع فرماتے تھے۔ اس صبر، برداشت اور عزم کی مضبوطی کیساتھ جب نماز مل جاتی ہے، دعا مل جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع مل جاتا ہے تو پھر اس صبر اور عزم میں ہزار درجہ کی پاور آجاتی ہے۔ آپ تجربہ کر کے دیکھیں، انسان کی زندگی میں بہت سارے حالات آتے ہیں، جب بھی ایسی کوئی حالت ہو وضو کر کے نماز پڑھیں اور دعا کریں، اللہ تعالیٰ

سے مانگیں انسان کے اس زخم میں ٹھنڈ اور مرہم پڑ جاتا ہے۔ ہماری مشکلات اور ہماری زندگی میں آنے والے کٹھن حالات کو حل کرنے کے لئے ان حالات سے نکلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نسخۂ کیمیا عطا کیا ہے۔ اے مؤمن اپنی زندگی میں صبر اور نماز کا اہتمام کر اللہ تعالیٰ تیری مدد کرے گا ہر مشکل تیری آسان کر دے گا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کتنے مشکل حالات سے گزرے۔ مکہ والے تپتی ریت پر لٹاتے تھے، مارتے تھے، کتنی سختی کرتے تھے مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس مشکل میں بھی کہتے تھے احد احد۔ وہ اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔ مشرکین مزید سخت جملہ کہتے تھے کہ اے بلال تیرا اللہ تجھے بچا کر دکھائے ناں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کا کتنا پیارا جواب دیتے، کہتے ارے پاگلو! جب تم مٹکا خریدتے ہو تو اس کو بجاتے ہو کہ یہ ٹھیک ہے کہ نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بلال کو آزما رہا ہے کہ جنت جانے کے قابل ہے کہ نہیں۔ اور اگر مجھے پتہ ہوتا کہ اس جملہ سے بھی زیادہ کوئی جملہ تمہیں سخت لگتا ہے تو میں وہ ادا کرتا مگر مجھے پتہ ہے کہ جب میں کہتا ہوں احد، احد، احد... اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے.... تمہیں یہ جملہ چبھتا ہے، تمہارے نزدیک خدا بہت ہیں مگر میں ایک رب کو مانتا ہوں۔

اس صبر نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہاں پہنچا دیا اللہ تعالیٰ نے انعام بھی دیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال تم کیا کرتے ہو؟ تمہارے قدموں کی آواز کو میں آسمانوں میں سنتا ہوں تم مجھ سے بھی آگے آگے چل رہے ہو۔ اس لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ جنت میں سب سے پہلے جانے والا انسان وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا خادم ہے وہ پہلے جائے گا جگہ بنائے گا اور پھر آپ ﷺ تشریف لیجائیں گے۔ صبر کیا، برداشت کیا اللہ تعالیٰ نے کیا مقام دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے سیدنا بلال یعنی ہمارے آقا حضرت بلال۔ جب انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی عادت ہو اللہ تعالیٰ سے مانگنے

کی صفت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ انسان کو وہاں پہنچاتا ہے جہاں انسان سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

مدد حاصل کرو نماز اور صبر کے ساتھ۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص میں نماز کی روح پیدا ہو گئی اس میں توحید کا اعلیٰ مقام پیدا ہوگا۔ ایسے شخص کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست ہو جائے گا اس کو بلند مقام حاصل ہوگا۔ نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ میری یادآوری کے لئے نماز قائم کرو۔ نماز افضل العبادات ہے جب انسان دنیوی امور میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے تو نماز اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے پھر قائم کر دیتی ہے انسان کا تعلق ذات قدوس سے جڑ جاتا ہے نماز کو بار بار قائم کرنے سے انسان کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور تعلق مع اللہ قائم رہتا ہے۔ جس شخص یا جماعت میں صبر کی روح پیدا ہو جائے اور نماز پر استقامت ہو جائے وہ شخص یا جماعت کبھی شکست سے دوچار نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ ذکر، شکر، صبر، دعا اور تعظیم شعائر اللہ تہذیب الاخلاق کے بڑے بڑے اصول ہیں ان میں سے ہر اصول اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو صبر اور دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے مسائل پریشانیاں میرے سامنے رکھو انہیں میں نے حل کرنا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام جب حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر روتے تھے تو بھائیوں یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے دوسرے بیٹوں نے کہا کہ آپ کیا ہر وقت روتے رہتے ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَ حُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ (پارہ ۱۳ سورۃ یوسف آیت نمبر ۸۶) میں اپنا غم تمہیں تھوڑا ہی بتاتا ہوں میں تو اللہ تعالیٰ کو اپنا غم بیان کرتا ہوں تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں: فَلَوْ لَا اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت پارہ ۲۳ آیت نمبر ۱۴۳، ۱۴۴) اگر یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں مجھے یاد نہ کرتے قیامت تک وہ مچھلی کے پیٹ

میں رہتے میں مچھلی کا پیٹ ان کی قبر بنا دیتا لیکن انہوں نے مجھے یاد کیا، میرا ذکر کیا تو ہم نے مچھلی کو حکم دیا فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وہ مچھلی کے پیٹ سے باہر آ گئے۔ ہم نے مچھلی سے کہا یہ امانت ہے تمہاری خوراک نہیں ہے۔

یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر، اللہ تعالیٰ کی یاد پر، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے پر۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے حالات تمہاری زندگی میں آئیں گے ان سے مت ڈرو میری طرف رجوع کرو، مجھ سے مانگو۔ میری مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، نماز پڑھنے والوں کے ساتھ ہے۔ ہم یہ کام کر کے تو دیکھیں پھر اللہ اپنی مدد کا مشاہدہ کیسے کرواتے ہیں کرو پھر دیکھو میں تمہاری مدد کیسے کرتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی بات کا جواب کیا خوب دیا تھا اِنَّهٗ مَنۡ يَّتَّقِ وَيَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (پارہ ۱۳ سورۃ یوسف آیت نمبر ۹۰) جس کی زندگی تقویٰ سے آراستہ ہوگئی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا رہے اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ ہر وہ انسان جو اس دنیا میں صبر، تحمّل اور برداشت اپنے اندر لائے گا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا، گناہوں سے بچے گا وہ اپنی زندگی میں خود دیکھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو کہاں سے کہاں پہنچاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ چار باتیں ارشاد فرمائی ہیں یہ اگر ہماری زندگی کا حصہ بن گئیں تو پھر ہم کامیاب انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر، اللہ تعالیٰ کا شکر اور صبر اور نمازوں کا اہتمام، فرائض کے علاوہ بھی نفل وغیرہ کا خوب اہتمام اور آخر میں دعاؤں کا اہتمام۔ یہ چار اعمال جس مؤمن نے کر لئے اس کی زندگی بڑی کامیاب ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ان تعلیمات قرآنیہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العلمین

زکوٰۃ

زکوۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَ الْفِضَّۃَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ۝ (آیت ۳۴، ۳۵ سورۃ التوبہ پارہ ۱۰)

میرے محترم دوستو اور قابل احترام بھائیو! آپ حضرات کے سامنے دو آیات تلاوت کی ہیں جن کا ترجمہ ہے۔ وہ لوگ جو اپنے پاس سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دو۔ جس دن اس سونے اور چاندی کو آگ میں سلگایا جائے گا اور اس سونے اور چاندی سے ان لوگوں کی پیشانی کو، ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پشت کو دھکایا جائے گا اور ان کو کہا جائے گا کہ یہ وہ خزانہ ہے جس کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا پس چکھو سزا اس مال کی جو تم نے جمع کیا تھا۔

عبادت کی دو اقسام: بدنی اور مالی

میرے مسلمان بھائیو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر بدنی عبادات نماز اور روزے کو فرض کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل سے مؤمنین اس کو ادا کرتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر ان کے مال میں بھی ایک عبادت رکھی ہے، وہ ہے زکوٰۃ۔ جیسے نماز اور روزہ فرض ہے، ان کی ادائیگی بھی فرض ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک دو نہیں بلکہ کئی جگہ یہ ارشاد فرمایا ہے وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۴۳) اے مسلمانو! نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو ادا کرو، یہ دونوں عبادتیں اللہ تعالیٰ نے ساتھ ساتھ ذکر فرمائی ہیں کہ اے مسلمانو! ان کو ادا کرو یہ تمہارے اوپر فرض ہیں، جس طرح نمازیں ہمارے اوپر فرض ہیں نماز نہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کا مجرم ہے، اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اسی طرح وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے صاحب نصاب بنایا وہ اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کے اس فریضہ کو جو اس کے ذمہ ہے ادا نہیں کرتا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کا مجرم ہے، اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ آیات مبارکہ جو میں نے تلاوت کیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ دیکھو یہ تمہارا مال، یہ تمہاری جائداد، یہ تمہارا سونا اور دیگر چیزیں جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں اگر تم اس میں سے ہمارے نام پر نہیں دو گے تو یہ تمہاری ساری جائدادیں ہمارے پاس آئیں گی اور تم بھی آخر کار ہمارے پاس آؤ گے۔ ہم دنیا میں جتنی زندگی بھی گزار لیں، آخر ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے، ہم سب کو موت آنی ہے اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں گے تو جو مال اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ہم سے پوچھیں گے۔

آپ اندازہ کریں کہ یہ سونا اور چاندی جسے انسان جمع کرتا ہے یا دیگر مال وغیرہ یہ انسان کے لئے مرغوب چیزیں ہیں ہر شخص اسے اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا ہے

کیونکہ دنیا میں یہ مال اور جائدادیں کام آنے والی چیزیں ہیں اگر چہ اس سے عاقبت خراب ہی ہوجائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ اس مال سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا اور ان کے ساتھ یہ سلوک میدان حشر میں کب تک ہوتا رہیگا اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

دوسری جگہ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۸۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ جس مال میں بخل کیا حق ادا نہیں کیا وہ ان کے گلے کا طوق بنادیا جائے گا جو سانپ کی شکل میں ہوگا اور وہ اس کو کہے گا اَنَا کَنْزُكَ اَنَا مَالُكَ میں تیرا خزانہ اور مال ہوں جسے تو نے دنیا میں جمع کیا تھا اب اس کا مزا چکھو۔ سونے اور چاندی کا حق ادا نہیں کیا تو اسے گرم کرکے جسم کو داغا جائے گا اور اگر جانوروں کا حق ادا نہیں کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مالک کو نیچے لٹایا جائے گا اور اس کے جانور اسے پاؤں سے پامال کریں گے اور منہ سے کاٹیں گے اور سینگ ماریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کردیں۔

اسلام بمنزلہ خیمہ

اس لئے میرے محترم دوستو اور بزرگو! مسلمان خاص طور پر رمضان میں اس کا اہتمام فرماتے ہیں۔ زکوۃ کی ادائیگی کو ہم صرف یہ نہ سمجھیں کہ بس ایک ثواب کا کام ہے، کردیا تو ثواب، نہ کیا تو کچھ نہیں۔ ثواب تو ضرور ملے گا نماز پڑھنے پر ثواب ہے، روزہ رکھنے پر ثواب ہے لیکن یہ فرض ہے اللہ تعالیٰ کا دیگر عبادات کی طرح اور بھی اسلام کے بنیادی پلروں میں سے ہے۔ آپ ﷺ نے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَ الْحَجِّ وَ صَوْمِ رَمَضَانَ فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے، محمد ﷺ

کی رسالت ہے، نماز کی ادائیگی ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی ہے اور حج ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خیمہ میں ایک درمیان کا پلر ہوتا ہے جس سے یہ خیمہ اونچا ہوتا ہے باقی چار کونوں پر اس کی چار میخیں ہوتی ہیں جن سے اس خیمہ کو باندھا جاتا ہے، جس کے باعث خیمہ کے اندر کا آدمی محفوظ رہتا ہے، اس پر نہ باہر سے دھوپ آتی ہے، نہ مٹی وغیرہ آتی ہے، اب اس میں سے ایک بھی کیل ہٹادوگے تو خیمہ اس طرف سے اٹھا ہوا ہوگا تو وہاں سے مٹی بھی آئے گی، دھوپ بھی آئے گی، گرمی اور سردی بھی آئے گی ایسے ہی اسلام بھی ایک خیمہ ہے اس کی یہ چار میخیں ہیں نماز ہے، زکوٰۃ ہے، روزہ ہے، حج ہے۔

نصاب زکوٰۃ

تو زکوٰۃ کی ادائیگی کو اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں پر فرض کیا ہے جو صاحب نصاب ہیں۔ صاحب نصاب کا مطلب ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہونا۔ چاندی آج کل مثال کے طور پر نوسوروپے تولہ ہے تو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۴۷۲۵۰ روپے بنے گی۔ تو اگر کسی کے اکاؤنٹ میں یا کسی کے پاس اتنی رقم موجود ہے تو یہ صاحب نصاب ہے، اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے اور وہ شخص جس کے اکاؤنٹ میں یا اس کے پاس ۴۷ یا ۴۸ ہزار روپے موجود ہوں اس کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں ہے۔ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی ہے دوسری طرف زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ زکوٰۃ کو پھینکنے کا حکم نہیں دیا کہ زکوٰۃ کو پھینک دو، اس سے جان چھڑاؤ، نہیں! بلکہ یہ ایک عبادت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی ہے، ہم اس پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ادائیگی کا ہمیں مکلف بنایا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ تعالیٰ نے ڈھائی فیصد رکھی ہے یعنی سوروپے میں ڈھائی

روپے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتے کہ ڈھائی فیصد تم رکھو اور باقی اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرو تو پھر کیا ہوتا؟ ہم کچھ کر سکتے تھے؟ مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فیکٹریوں میں کیشئیر ہوتا ہے، مالک اسے کہتا ہے کہ فلاں کو اتنے پیسے دیدیں، فلاں کو اتنے دیں تو جیسے مالک کہتا ہے اس سے کیشئیر کو کوئی تکلیف یا اعتراض ہوتا ہے؟ نہیں ہوتا اس لئے کہ مالک وہ ہے اسی طرح یہ مال ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ ہی ہمیں مال دیتا ہے، ہمیں تجارت دیتا ہے، کاروبار دیتا ہے، ہمیں ملازمت دیتا ہے، رب کائنات کے مختلف طریقے ہیں جن سے ہمیں مال ملتا ہے، جس طریقہ سے بھی دے مگر دینے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے یہ دوکاندار یا فیکٹری والے کا کمال نہیں ہے اس نے تو اپنی دوکان اور فیکٹری کو کھول دیا ہے اب اللہ تعالیٰ جس کے دل میں ڈالے گا تو وہی آئے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ (سورۃ الذاریات آیت نمبر ۵۸ پارہ ۲۷) بیشک وہ اللہ تعالیٰ روزی رساں ہے، زبردست طاقت کا مالک ہے۔ وہ اللہ کسی کو تجارت سے کسی کو ملازمت سے کسی کو زراعت سے کسی کو دیگر طریقوں سے روزی دے رہا ہے پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے سو روپے آگئے ساڑھے ستانوے آپ لے لو اور ڈھائی روپے مجھے دے دو، یعنی میرے مستحق بندوں میں تقسیم کر دو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَھُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَامًا فَھُمْ لَھَا مٰلِکُوْنَ (سورۃ یٰس آیت نمبر ۷۱ پارہ ۲۳) کیا وہ دیکھتے نہیں کہ میں نے ان کے لئے مویشی پیدا کئے اور یہ اُن کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے، مالک ہم بنے ہوئے ہیں جتنی بھی چیزیں کائنات کی ہیں یہ ساری کی ساری اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں اور ہمیں مالک بنا دیا۔ اصل بات اللہ تعالیٰ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اے بندے میرا احسان تو دیکھو، چیز کو پیدا

میں نے کیا ہے اور مالک میں نے تجھے بنادیا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے آدمی اپنا پلاٹ بیگم صاحبہ کے نام کردے اور پھر بیگم صاحبہ خوش ہوتی ہے کہ فائل میرے نام پر ہے، گھر بیٹے کے نام پر ہے محنت ساری والد کی اور مزے بیٹے کے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ زمین میں نے پیدا کی ہے اور مالک میں نے تجھے بنایا ہے۔

اور پھر صرف مالک نہیں بنایا بلکہ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ (سورۃ یٰسین آیت ۷۲ پارہ ۲۳) اور ہم نے ان مویشیوں کو انسان کے قابو میں دے دیا ہے اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن پر یہ سواری کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جنہیں یہ کھاتے ہیں۔ کتنا بڑا اونٹ ہے اگر بگڑ جائے تو کئی آدمی اس کو قابو نہیں کر سکتے، اور ایک بچہ اس پر بیٹھ جائے تو وہ اس کو چلاتا ہے اور وہ اونٹ چلتا ہے کہ یہ میرا مالک ہے، یہ بات اس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈال دی ہے کہ یہ تیرا مالک ہے اس کی بات مان۔

تو اس اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان، کتنا فضل اور کرم ہے، فرمایا کہ اتنا میں نے تمہیں دیا ہے اس میں سے ڈھائی فیصد تم میرے نام پر نکالو اور جو یہ ڈھائی فیصد نہیں نکالتا تو وہ اللہ کا مجرم ہے، اللہ کا باغی ہے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ (سورۃ الھمزہ پارہ ۳۰ آیت ۲،۱) ہلاکت ہے برباد ہے وہ شخص جو لوگوں کا مزاق اڑاتا ہے جو لوگوں میں عیب تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے ہیں جو دوسروں کو کم تر سمجھے۔ علماء سے سنا ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ ایک آنکھ سے اپنی برائیوں کو دیکھو اور دوسری آنکھ سے لوگوں کی اچھائیوں کو دیکھو۔ دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو طعنے دیتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو مال کو جمع کرتا ہے اور اس کی گنتی کرتا ہے۔ روزانہ بینک میں فون کر کے پوچھتے ہیں کتنے ہوئے ہیں اکاؤنٹ میں۔ کبھی کہاں سے گنتی شروع کرتا ہے کبھی کہاں سے شروع کرتا ہے۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ رہے گا کَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ہر گز نہیں ان لوگوں کو ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جو روندنے والی ہوگی یہ دنیا کی آگ نہیں ہے کہ فائیر بریگیڈ والے آکر پانی ڈالیں گے اور وہ بجھ جائے گی نہیں بلکہ وہ جہنم کی آگ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری بخشش کریں۔ (آمین)

اور پھر اللہ تعالیٰ خود پوچھتے ہیں کہ آپ کو پتہ ہے کہ حطمہ کیا ہے؟ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بھڑکایا ہوا ہے اَلَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ یہ جسم کو باہر سے تو جھلسائے گی مگر جسم کے اندر جا کر دل کو بھی جلائے گی۔ یہ اتنی سخت وعیدیں ان لوگوں کے لئے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے اور وہ اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

فضائل زکوٰۃ

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جب کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنی زکوٰۃ کو ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ اس کو دعا دیتا ہے اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا اے اللہ جو خرچ کرنے والا ہے اس کو بہترین بدلہ عطا فرما اور اے اللہ جو روکنے والا ہے اس کے مال کو برباد کر دے۔

جب ہم زکوٰۃ نہیں نکالتے تو اس کی وجہ سے ہمارا ساڑھے ستانوے فیصد والا مال بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا اے نبی ﷺ ان سے زکوٰۃ وصول کریں ان سے کہیں کہ مالوں سے زکوٰۃ نکالو تا کہ ان کا مال پاک ہو جائے اور یہ طہارت میں آجائے۔ زکوٰۃ تزکیہ سے ہے یعنی پاکی کے معنیٰ میں ہے جب ہم ڈھائی فیصد نکالتے ہیں تو ہمارا سارا مال پاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا مقصد ہمارے اندر سے

اس بخل کو نکالنا ہے جو ایک انسانی بیماری ہے اور دوسری طرف مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے، غریبوں کا خیال کرنا ہے جس سے حسن معاشرت قائم ہوگی۔

زکوۃ دینے کی وجہ سے کوئی آدمی مفلس نہیں ہوتا ہے جس طرح ایک آدمی اگر حج کے لئے جائے تو اس کو مالی نقصان نہیں ہوتا ہے، ایک آدمی نماز کے لئے جائے اس کو نقصان نہیں ہوتا ہے اسی طرح زکوۃ ادا کرنے کی وجہ سے کسی آدمی کا کوئی بھی کام نہیں رُکا ہے بلکہ اس آدمی کے کام جلدی اور آسان ہوجاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے مال کی حفاظت فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ایک خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا ہے مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ یعنی کوئی صدقہ اور کوئی زکوۃ کسی بھی مال میں کمی نہیں کرتی مطلب یہ ہے کہ انسان زکوۃ کی مد میں جتنا خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی مال اور عطا فرماتے ہیں اور نہیں تو کم از کم یہ تو ہوتا ہے کہ جتنا مال موجود ہے اس میں اللہ تعالیٰ اتنی برکت عطا فرماتے ہیں کہ وہ کام جو ہزاروں میں نکلنا چاہئے تھا اب وہ صرف سینکڑوں میں نکل جاتا ہے۔

یہ ہے زکوۃ کے ادا کرنے کا فائدہ اسی طرح زکوۃ ادا کرنے کے بے شمار فائدے ہیں اس کا اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے مگر علماء نے اس کا ایک فائدہ یہ بھی لکھا ہے کہ جو بندہ زکوۃ ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مال کی محبت سے محفوظ رکھتے ہیں اس کے دل میں مال کی محبت نہیں ہوگی جس آدمی کے دل میں مال کی محبت ہوگی وہ کبھی بھی زکوۃ ادا نہیں کرے گا کیونکہ بخل اور مال کی محبت انسان کی بدترین کمزوری ہے اور اس کا علاج اللہ تعالیٰ نے زکوۃ میں رکھا ہے۔

چند غلط فہمیاں

آج ہمارے معاشرے میں زکوۃ کے مسائل سے ناواقفیت بہت پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے بہت سارے لوگ زکوۃ ادا کرتے تو ہیں مگر بعض دفعہ وہ زکوۃ صحیح جگہ یا صحیح طریقہ سے ادا نہیں کرتے جس کے نتیجے میں زکوۃ ادا نہ ہونے کا وبال ان کے

سر پر رہتا ہے۔اس لئے زکوٰۃ کو ادا کرتے وقت ایک تو تاریخ کی تعیین ہونی چاہئے اور بعض ساتھی اس میں خیال نہیں کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ کا مہینہ رمضان ہے تو یہ سارا مہینہ زکوٰۃ کا ہے۔یادرکھیں زکوٰۃ کی تاریخ کو متعین کرنا ضروری ہے مثلاً آپ نے یہ بات متعین کرلی ہے کہ آپ کی زکوٰۃ کی تاریخ یکم رمضان ہے اب یکم رمضان کو آپ پورا حساب کرلو اور زکوٰۃ اندازے سے ادا نہیں ہوتی بلکہ اس کا حساب کرنا چاہئے آپ کے پاس نقد پیسہ کتنا ہے؟ سونا چاندی کتنا ہے؟ اور آپ کے پاس مال تجارت کتنا ہے؟ حساب پورا کرنا ہوگا مثلاً آپ نے حساب کیا آپ کے پاس ایک لاکھ روپے ہیں اب آپ کے اوپر ڈھائی فیصد زکوٰۃ آئے گی اور وہ ہے ۲۵۰۰ روپے۔اب اگر آپ کچھ ادا کرچکے ہیں تو اس کو منہا کردیں باقی جو آپ کے ذمہ ہے اس کو نکالیں اور اپنے رشتہ دار ہیں، آپ کے پڑوسی ہیں جو اس کے مستحق ہیں ان کو یہ ادا کردیں اب دو رمضان سے جو کچھ مال وغیرہ آئے گا وہ آپ کا اگلا سال شروع ہوگا اور پھر اسلام نے یہ آسانی رکھی کہ ہر ہر چیز کے لئے سال شرط نہیں رکھا ہے۔

میرے محترم دوستو اور بزرگو! ہمیں زکوٰۃ کے سلسلہ میں کوشش کرنی چاہئے کہ زکوٰۃ کے سلسلہ میں ہم سے کوئی کوتاہی نہ ہوجائے۔زکوٰۃ کے اندر تین بنیادی چیزیں ہیں۔(۱) نقد پیسہ ہے (۲) سونا، چاندی ہے (۳) مال تجارت ہے۔جو بھی آدمی کاروبار کرتا ہے آپ حضرات علماء سے معلوم کرسکتے ہیں۔رمضان المبارک میں اس کو ادا کرنے میں زیادہ ثواب ہے اس لئے کہ نفلی عبادت فرائض کے درجہ میں ہوتی ہے اور فرائض ستر فرضوں کے برابر ہیں تو اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اس کو پوری طرح ادا کرنے والے بنیں۔اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

❁ ❁ ❁

زلزلہ کے اسباب و وجوہات

زلزلہ کے اسباب ووجوہات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا ○ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا ○ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَھَا ○ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا ○ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَھَا ○ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَھُمْ ○ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ○ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ○

محترم دوستو اور قابل احترام مسلمان بھائیو! سورۃ الزلزال کی تلاوت آپ حضرات کے سامنے کی، اس کا ترجمہ ہے، جب زمین جھنجوڑ دی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس دن زمین اپنی ساری خبریں بتادے گی کیونکہ تمہارے پروردگار نے اسے یہی حکم دیا ہوگا۔ اس روز لوگ مختلف ٹولیوں میں واپس ہوں گے تا کہ ان کے اعمال انہیں دکھادیئے جائیں چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ ترجمہ: تمہیں جو مصیبتیں پہنچتی ہیں یہ تمہارے ہاتھوں کا کمایا ہوا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ بہت ساری غلطیاں معاف بھی کردیتے ہیں۔

سورہ روم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِی عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ خرابی ظاہر ہوگئی تری اور خشکی میں، یہ لوگوں کے کئے ہوئے برے اعمال کا نتیجہ ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برے اعمال کا نتیجہ چکھادے، شاید کہ انسان غور کرے اور واپس پلٹ جائے۔

پہلی بات: قدرت باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی ذات ایک عظیم قدرت کی مالک ذات ہے۔ جس اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو بلکہ ساری مخلوقات کو بنایا ہے اس اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کو بھی اور اس زمین کو بھی اور ان دونوں کے اندر جتنی بھی چیزیں ہیں سب کو پیدا کیا، ان سب پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور ان سب پر اللہ تعالیٰ کا قبضہ ہے جسے انسان اپنی زندگی میں دیکھتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ میں بڑا طاقت ور ہوں، بڑا حکیم ہوں، بہت سمجھدار ہوں، بہت دانا ہوں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سمجھدار لوگوں سے غلط فیصلہ ہو جاتا ہے پھر لوگ کہتے ہیں کہ آدمی تو بڑا سمجھدار تھا مگر فیصلہ بڑا عجیب کیا ہے۔ حکمرانوں سے غلط فیصلے ہو جاتے ہیں اس سے ملک برباد ہو جاتے ہیں بڑی بڑی کمپنیاں چلانے والے غلط فیصلے کر کے ان کو ڈبو دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات کامل نہیں ہے وہ ذات جس کا علم کامل ہے، جس کی قدرت کامل ہے، جس کی طاقت کامل ہے، اس کا اختیار کامل ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں الا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سن لو پیدا کرنا بھی اس اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کائنات میں حکم بھی صرف اسی کا چلتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا اختیار انسانوں پر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اختیار آسمان پر ہے، زمین اور پہاڑوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ جب اپنے علم کامل کو بیان فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کہتے ہیں وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِی

ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ درخت کا ایک پتا بھی جب گرتا ہے وہ ہمارے علم میں ہوتا ہے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ کتنے درخت ہیں جنگلوں میں، ان آبادیوں میں، پوری دنیا میں جہاں بھی ہو، کہیں بھی اگر ایک پتا گرتا ہے تو وہ اس ذات کے علم میں ہے اور پتا تو پھر بھی نظر آرہا ہے وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وہ دانہ جو زمین کی تہہ میں ہے وہاں کیا کارروائی ہو رہی ہے؟ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اس کو بھی جانتے ہیں۔ اسی طرح نہ کوئی خشکی نہ کوئی تری مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی قدرت کامل کے مالک ہیں۔

خام خیالی

مگر افسوس اس بات پر ہے کہ آج باطل طاقتوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ہمارے ذہنوں سے نکالنے کے لئے عجیب وغریب قسم کی باتیں بنائی ہوئی ہیں تاکہ کوئی اس موضوع پر گفتگو ہی نہ کرے کہ زلزلہ کیوں آیا ہے؟ سائنسدان کچھ کہتے ہیں؟ ٹی وی پر مکالمے شروع ہو جاتے ہیں، ٹاک شو ہونے لگتے ہیں اور سائنسدان آپس میں گفتگو شروع کر دیتے ہیں کہ جی زمین کے نیچے کوئی خرابی آتی ہے، کچھ کہتے ہیں زمین کی پلیٹیں ہل گئی ہیں لیکن ان پلیٹوں کو ہلانے والی ذات کونسی ہے؟ اس پر کوئی بات نہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کے قبضۂ قدرت میں زمین بھی ہے اور زمین کی یہ پلیٹیں بھی ہیں۔ ہر آدمی اپنا تجربہ بیان کر رہا ہے کسی کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کیا آج مسلمان اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ جو بات سائنسدان کہے تو اس کو فوراً قبول کر لیتا ہے اور جو بات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے اس کی طرف جاتا ہی نہیں ہے۔

سائنس سے ہمیں انکار نہیں، میں کہوں کہ میں اس پنکھے کو نہیں مانتا، ایئر کنڈیشن کو نہیں مانتا۔ یہ حقائق ہیں، ہم ان کا انکار نہیں کرتے، مگر یاد رکھیں جس چیز کا تعلق اللہ تعالیٰ کی

ذات سے ہو کم از کم اس کو بتاؤ تو صحیح کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب جاپان میں زلزلہ آیا تو جاپان والوں نے کہا کہ ہم ایسی بلڈنگیں بنائیں گے جو زلزلہ پروف ہوں گی اور یہ بالکل ایسا ہی جملہ ہو گیا جب قوم ثمود سے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو اور نافرمانی کے ذریعہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دو اور قوم عاد سے عبرت حاصل کرو قوم عاد کو ہواؤں نے اٹھا اٹھا کر مارا تھا تو قوم ثمود نے جواب دیا کہ قوم عاد کو سمجھ نہیں تھی ہم تو پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر چلے جائیں گے۔ ادھر ہوا کس طرح آئے گی اور ہوا پہاڑ کو اٹھا کر دکھادے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ یہ نہیں کہتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ دیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ شروع کر دیا ہے۔ پھر دیکھیں اور پڑھیں ان کے حال کو کہ قوم ثمود کے ساتھ کیا ہوا؟ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا؟

ہم ضرور سائنس کی بات بتائیں مگر یہ بھی بتائیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، زمین پر جو ظلم ہو رہا ہے، جو ناانصافی ہو رہی ہے، جو فحاشی ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی دن رات میں کتنی نافرمانیاں ہو رہی ہیں ان گناہوں کو چھوڑ دیں۔ اس طرف ہماری توجہ نہیں ہے، صرف ماہرین ارضیات کی وجوہات جاننے کی کوشش ہوتی ہے، جیوگرافی والے اپنے علم اور آگہی کی بنیاد پر بہت کچھ بتاتے ہیں، ان کا علم اور سائنسی تحقیق موسمی تبدیلیوں اور ارضیاتی تغیر کے جو اسباب بتاتے ہیں ان کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے مگر شریعت اسلامیہ کی تعلیمات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تین اسباب یا تین وجوہات ایسی ہیں جو آسمانی آفات کا باعث ہیں ان ہی کے سبب خالق کائنات ہم سے ناراض ہو جاتے ہیں اور زمین کو جسے اس نے ہمارے لئے بچھونا بنایا ہے اسی زمین کو قبر کا مہیب گڑھا بنا دیتا ہے۔

پہلا سبب

پہلا سبب یہ ہے کہ ہم اجتماعی اور انفرادی طور پر اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکامات کی علی الاعلان خلاف ورزیاں کرتے ہیں ان کی نافرمانی کرتے ہیں اپنے

معاملات میں ان احکامات کی پاسداری نہیں کرتے ہیں خوشی کے موقع پر خوشی ضرور ہو مگر خوشی کے موقع کو اللہ تعالیٰ کے نافرمانی میں تبدیل نہ کیا جائے۔آپ ﷺ کے طریقے کو پسِ پشت نہ ڈالا جائے ۔ جب ہم ایسے کام کریں گے تو پھر ہمارے اوپر آزمائش اور زلزلہ تو آئے گا۔فرمان نبوی ﷺ ہے: "کُلُّ اُمتی مُعافی اِلَّا الْمُجَاهِرِینَ" میرے ہر امتی کی معافی ممکن ہے مگر اعلانیہ گناہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائیں گے۔

دوسرا سبب

دوسرا سبب یہ ہے کہ ہم مال کی محبت میں اندھے اور اتنے حریص ہو چکے ہیں کہ ہم حلال اور حرام کا فرق نہیں کرتے۔اپنے کاروبار چلانے کے لئے سود لینا پڑے تو اس سے بھی نہیں بچتے ہیں، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، زکوٰۃ صدقات اور خیرات دینے سے گریز کرتے ہیں کہ اس کو دینے سے ہمارا مال گھٹ جائے گا۔آپ اندازہ کریں کہ اس مال کی وجہ سے اس کاروبار کی وجہ سے ہم بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے کتنے احکامات کو توڑ دیتے ہیں اور کیسے کیسے خطرناک الفاظ منہ سے نکال دیتے ہیں۔مثلاً ایک صاحب کہنے لگے کہ "نہ میں خدا کو جانتا ہوں نہ میں رسول کو جانتا ہوں اور نہ ہی دنیا کا کوئی اصول جانتا ہوں میں تو صرف پیسے کو وصول کرنا جانتا ہوں" ۔نعوذ باللہ من ذالک۔فیکٹری میں نماز کا نہیں پتہ ہے، کتنا پیسہ کمایا زکوٰۃ دینے کا نہیں پتہ،کوئی مجبور ہے اس کی خبرگیری کا ہمیں علم نہیں ہے،ہمارا پڑوسی کس حال میں ہے اس کا ہمیں کچھ علم نہیں ہے۔بس صرف اور صرف مال کمانے کی فکر ہے اور پھر اس کا حق ادا کرنے کا بھی ہمیں کچھ پتہ نہیں۔اس مال کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَ الَّذِينَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انکو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔اس مال کو ہم جمع کرتے ہیں جو کل

قیامت کے دن ہمارے لئے وبال جان ہوگا اور آخر کار ہمیں جہنم میں ڈال کر رہے گا۔

تیسرا سبب

زلزلے آنے کی تیسری وجہ معاشرے میں تیزی سے پھیلتی ہوئی جنسی بے راہ روی ہے۔ میں اور آپ اپنے معاشرے سے بخوبی واقف ہیں، کس طرح مسلمانوں کے اندر اس گناہ کبیرہ کو عام کیا جارہا ہے۔ آج اگر ہم غور کریں کہ گناہوں کی شدت کس طرح ہمارے لئے عذاب کا باعث بن رہی ہے خدا اور رسول کے نام لیواؤں پر کیوں عذاب پر عذاب آرہا ہے؟ اسی حوالے سے ایک بات ذہن میں تازہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ان زلزلوں سے حفاظت کیلئے ہمیں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنا ہوگا۔ ہم مسلمانوں کو ایسے زلزلوں پر ضرور اللہ تعالیٰ کی یاد آنی چاہئے، اسے ہم انتباہ (وارننگ) سمجھیں اور نقصان کو امتحان سمجھیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور نصیحت حاصل کرنے کا یہی موقع ہے ہم لوگوں پر لازم ہے کہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور ایک ایک پر غلطی پر غور کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زلزے کا جھٹکا محسوس ہوا آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا اور فرمایا ٹھہر جاؤ، پھر فرمایا لوگو! تمہارا رب چاہتا ہے کہ تم اپنی خطاؤں کی معافی مانگو، اس کے بعد زلزلے کے جھٹکے رُک گئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زلزلہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا اے لوگو! یہ زلزلہ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے آیا ہے۔

آج ہم غور کریں کون سا گناہ ہے جو آج کے اس معاشرے میں نہیں ہورہا، اعلانیہ اور فخریہ گناہ کئے جارہے ہیں، گناہ کرنے کی باضابطہ دعوتیں دی جارہی ہیں۔ کوئی روکنے والا نہیں ہے اگر کوئی روکے تو سارے اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زلزلہ آیا تو انہوں نے اعلان کیا کہ اے لوگو! یقیناً تمہارا رب تم سے ناراض ہے اور چاہتا ہے کہ تم اسے راضی

کرو۔لہٰذا اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے توبہ کرو وگرنہ اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ تم کس وادی میں ہلاک ہوئے ہو۔

میرے دوستو! اس حوالے سے مزید بہت سی روایات ہیں جن میں کھلی تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ پوری قوم کو اپنے اعمال اور رویئے پر معافی مانگنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر توبہ کرنی چاہیے۔امت مجموعی طور پر رعایا کی شکل میں ہو یا حکمرانوں کی صورت میں بہت ہی زیادہ خرابیوں کی ذمہ دار ہے، سود کو جائز قرار دینے والے حکمرانوں کو تو عوام نے خود اقتدار کی کرسی پر بٹھایا ہے، خدا اور اس کا رسول ان لوگوں کے خلاف اعلان جنگ فرما چکے ہیں جو سودی لین دین کرتے ہیں ایسے میں آسمانی اور زمینی آفات نہیں آئیں گی تو اور کیا آئے گا؟

معاشرے کی طرف نظر کریں شراب نوشی، زنا، فحاشی، بدکاری اور حرام کمائی کا چلن جب عام ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور ناراض ہوں گے۔ ناچنے، گانے والیاں، فاحشائیں اور اسی طرح بلی کی چال چلنے والیاں جب تعلیمی اداروں میں اور ٹی وی چینلز پر آ کر لیکچر دینے لگیں گی تو اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو تو کیا ہو؟ انصاف کا خون ہوگا، چھوٹے ملزمان ناکردہ گناہوں پر جیلوں میں سڑتے رہیں گے اور بڑے بڑے چور، ڈاکو مگر مچھ کے آنسو بہا کر اے ون کلاس میں عیش کریں گے تو پھر آپ بتائیں اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا کہ نہیں آئے گا۔

میرے دوستو! اب بھی وقت ہے اس زلزلے کو انتباہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وارننگ جان کر پوری قوم خدا اور اس کے حبیب ﷺ سے معافی مانگے اور صراط مستقیم پر چلے ورنہ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزاؤں کا سلسلہ جاری رہے گا۔گزشتہ امتوں کے واقعات کو دیکھیں اللہ تعالیٰ نے پھر ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا ہے؟ جب ان کی خلاف ورزیاں حد سے بڑھنے لگیں، انہوں نے انبیاء کرام کا مذاق اڑانا شروع کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے کس کس طریقہ سے ان کو عذاب میں مبتلا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ

قرآن کریم میں فرماتے ہیں اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ کُلَّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَ لَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال ایک دو مرتبہ کسی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

آپ اندازہ کریں کہتے ہیں کہ جی زلزلہ جاپان میں آیا تھا وہ جاپان والے جانیں، امریکہ میں آیا وہ جانیں، اسی طرح ہمارے ملک میں آیا ہے خیبر پختون میں تو کہتے ہیں کہ جی وہاں والے جانیں ہم تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں سارے یہ کہتے ہیں کہ ان سائنسدانوں کی بات سنو یہ کیا کہتے ہیں؟ خدارا! اس اللہ تعالیٰ کی بات سنو جو اس آزمائش میں تمہیں ڈال رہا ہے اس کی طرف توجہ کا نام ہی کوئی نہیں لیتا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں وَ لَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اگر یہ آبادیوں میں رہنے والے لوگ تقوی اختیار کرتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے تو اللہ تعالیٰ ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں اتارتے۔ اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ ھُمْ نَآئِمُوْنَ کیا یہ لوگ بے خوف ہو گئے کہ ہم لے آئیں ان پر اپنا عذاب کسی رات کے وقت میں جب وہ سوئے ہوئے ہوں۔ اَوَ اَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّ ھُمْ یَلْعَبُوْنَ کیا ان بستیوں کے لوگوں کو اس بات کا بھی کوئی ڈر نہیں ہے کہ ہمارا عذاب ان پر کبھی دن چڑھتے آ جائے جب وہ کھیل کود میں لگے ہوئے ہوں۔ اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰہِ فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ کیا یہ لوگ اللہ کی دی ہوئی ڈھیل سے بے فکر ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ کی ڈھیل سے وہی لوگ بے فکر ہوتے ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ قوم دنیا کی ناکام قوم ہے جس میں خوف خدا نہ ہو۔ لہٰذا میرے دوستو! یہ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت بتانا چاہتے ہیں تاکہ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت آ جائے اللہ تعالیٰ کی بڑائی آ جائے دل میں خوف خدا پیدا

ہوجائے جس شخص میں خوف خدا نہ ہو وہ ظالم بن جاتا ہے وہ پھر معاشرے میں ظلم کرتا پھرتا ہے اور خوف خدا پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور کرنے سے کہ اللہ تعالیٰ کتنی زبردست طاقت کا مالک ہے۔

اب ایسے موقع پر ہمارے نبی ﷺ کیا کرتے تھے جب ایسی کوئی پریشانی یا تکلیف ہوتی تھی تو فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سارے رجوع کریں یہ تو ایک عمومی بات ہے مگر آپ صحابہ کرام کو دیکھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کسی سفر میں اطلاع ملی کہ آپ کے بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے تو فوراً سواری سے نیچے اترے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی اور سواری پر سوار ہوکر روانہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ میں نے وہ کام کیا جو آپ ﷺ کرتے تھے۔

اور آج ہماری کیا حالت ہے؟ جب بھی کوئی واقعہ ہوتا ہے تو فوراً ٹی وی لگاتے ہیں اس کو دیکھتے ہیں کہ جی کیا خبر ہے اور جن کے پاس ٹی وی نہیں ہے وہ موبائل فون کے ذریعہ ٹی وی والوں سے معلومات لیتے ہیں اللہ کے بندو! سب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھو کہ یا اللہ یہ سانحہ آسان فرمادے۔ جب یہ کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس میں ہماری مدد فرمائیں گے۔

ہمیں رجوع الی اللہ کی ضرورت ہے، اللہ کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی بڑائی اپنے دلوں میں پیدا کرنی چاہئے اور ان حالات اور واقعات سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے، جب ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت آئے گی تو گناہ کا جذبہ کمزور ہوجائے گا، پھر انسان کہے گا کہ دیکھو بھائی اللہ تعالیٰ پھر پکڑ پر آجائے گا اس خوف سے پھر وہ گناہ کے قریب نہیں جائیگا۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رزق میں وسعت کے اسباب

رزق میں وسعت کے اسباب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ

(پارہ ۲۷ سورۃ الزاریات آیت نمبر ۵۸)

محترم دوستو اور بزرگو! قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ خوب روزی دینے والا اور زبردست طاقت کا مالک ہے۔ اس آیت مبارکہ میں رَزَّاق مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خوب روزیاں دینے والا اور رزق کی فراوانی کرنے والا۔ عربی زبان کے اندر ایک ہے رَازِقُ اس کا معنی ہے روزی دینے والا اور رَزَّاقُ کا معنی ہے خوب روزی دینے والا جیسے عابد کا معنی ہے عبادت کرنے والا اور عباد کا مطلب ہوگا بہت زیادہ عبادت کرنے والا۔

تو اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ خوب روزیاں دینے والا ہے۔ کیا انسان، کیا حیوانات، کیا پرندے، کیا خشکی، کیا تری ہر ایک کو خوب رزق دینے والا ہے اور وہ بھی مستقل دے رہا ہے اور میرا اور آپ کا ایمان ہے کہ روزی اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتے ہیں لیکن اس رزق کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کیساتھ جوڑا ہے اس میں شریعت کی تابعداری پہلا سبب ہے۔ عموماً انسان کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ شریعت کی

پابندی کرنے سے ہمارے رزق میں وسعت نہیں آسکتی۔ مثلاً شریعت کی پابندی اگر کریں گے تو جھوٹ نہیں بول سکیں گے، اسی طرح شریعت کی پابندی کریں گے تو دھوکہ نہیں دے سکیں گے۔ شریعت کی پابندی کرنے میں بہت سارے نفع ناجائز ہونے کی وجہ سے رک جائیں گے، اگر چہ کہتا کوئی نہیں مگر ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ شریعت کی پابندی کرنے سے شاید رزق میں کمی آجائے جب کہ یہ بات بالکل غلط ہے بلکہ شریعت کی پاسداری سے اللہ تعالیٰ رزق میں وسعتیں اور برکتیں عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام عطا فرمایا ہے، جس طرح اس پر زندگی گزارنے سے اخروی فائدے، نجات، کامیابیاں، کامرانیاں اور عزتیں ملتی ہیں اسی طرح اس دین پر چلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی انسان کو راحتیں اور عزتیں عطا فرماتے ہیں۔ اور جو دین کی پاسداری نہیں کرتے ان کی دنیا اور آخرت کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کردیتے ہیں۔ ہر زمانے میں ایسے واقعات ہم سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں کہ برے لوگوں کا انجام کیا ہے اور اچھے لوگوں کا انجام کیا ہے، یہ کھلی کتاب ہے۔

محترم سامعین! شریعت کی پاسداری سے رزق میں کمی نہیں آتی بلکہ فراوانی ہوتی ہے۔ قرآن اور حدیث کی تعلیمات میں اگر غور کریں تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے بہت سارے ایسے اسباب بتائے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کے رزق میں وسعت فرمادیتے ہیں۔ جس طرح دنیا کے اندر انسان مختلف اسباب اختیار کرتا ہے مثلاً کوئی صنعت کار ہے، کوئی تجارت میں ہے، کوئی زراعت میں ہے۔ یہ سب ظاہری اسبابِ رزق ہیں اسی طرح قرآن کریم اور احادیث مبارکہ بھی ہمیں رزق کے کچھ باطنی اسباب سکھاتے اور بتاتے ہیں۔ اسباب تو بہت سارے ہیں مگر ان میں سے چار اسباب مشہور ہیں۔

(۱) توبہ اور استغفار (۲) توکل علی اللہ (۳) صلح رحمی (۴) معاشرے کے کمزور اور بے کس لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا

یہ رزق میں برکت کے چار بڑے اسباب ہیں، لیکن اس کا یہ مقصد بالکل بھی نہیں ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھ جائیں اور توبہ استغفار کی تسبیح پڑھتے رہیں اور کام پر نہ جائیں اور کہیں کہ جی مولوی صاحب نے جمعہ والے دن منبر پر بیٹھ کر یہ بات کہی تھی میں تو صبح سے لگا ہوا ہوں توبہ اور استغفار کر رہا ہوں ابھی تک نہ سو کا نوٹ آیا ہے نہ ہزار روپے کا نوٹ آیا ہے۔

ان چار باطنی اسباب کو جب ہم دیگر ظاہری اسباب کے ساتھ اختیار کریں گے تو پھر رزق میں وسعت ہوگی۔ توکل کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر میں گھر میں بیٹھ جاؤں، اس کو تعطل کہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ حج کے لئے آئے، آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے کھانے پینے کی چیزیں کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ہم تو توکل والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لَا بَلْ اَنْتُمْ مُتَاَكِّلُوْنَ تم توکل والے نہیں ہو بلکہ تم دوسروں کا مال کھانے والے ہو۔ یہ توکل نہیں ہے بلکہ تعطل ہے جیسے آج کے زمانے میں سب لوگ اپنا اپنا کھانا مارکیٹ اپنے ساتھ لے کر جاتے ہیں اب کوئی دوکاندار کہے کہ جی میرا اللہ تعالیٰ پر بڑا بھروسہ ہے اور پھر جب مارکیٹ میں لوگ کھانا کھانے لگیں تو پھر کبھی ایک سے پوچھتا ہے کہ جی آپ کیا لائے ہیں دوسرے سے پوچھتا ہے آپ کیا لائے ہیں؟ یہ توکل نہیں۔ ایک دوکاندار اسی طرح اپنے پڑوسی سے بہت تنگ ہوگیا، پڑوسی جب بھی آتا دوکاندار کو کہتا کہ جی دانے دانے پر اللہ تعالیٰ نے بندہ کے نام کی مہر لگائی ہوتی ہے اور کھانے بیٹھ جاتا، جب کئی دن گذر گئے تو دوکاندار نے جواب دیا بس بعض لوگ تو اپنی جیب میں اللہ کی مہر لے کر گھومتے ہیں، جس طرف کھانا دیکھتے ہیں ادھر ہی مہر لگا دیتے ہیں، میرے دوستو یہ توکل نہیں، یہ تو تعطل اسباب ہے اپنا مال بچا کر بخل کر کے اسے توکل کا رنگ دینا قطعا درست نہیں۔

پہلا سبب

بہر حال رزق میں برکت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ استغفار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کو انسان کا استغفار توبہ اور اس کی ندامت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنسو بہانا، یہ اللہ تعالیٰ کو اتنے پسند ہیں کہ اس سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں اور اس کی دنیا بھی سنوارتے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بڑے تابعین میں سے ہیں ان کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں، یہ بڑے محدث بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص آیا اور کہا کہ اس وقت فلاں شہر میں اور فلاں ملک میں بہت سخت قحط ہے، آپ کوئی وظیفہ یا عمل بتائیں کہ کیا کریں؟ فرمایا کہ استغفار کرو، اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور اپنے گناہوں پر ندامت کرو، وہ شخص چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شخص آیا کہ حضرت مالی تنگی اور بڑے ہی فقر میں ہوں کیا کروں؟ حضرت نے فرمایا کہ استغفار کرو، وہ بھی چلا گیا تیسرا آیا کہ حضرت میری زمین بنجر ہو رہی ہے اور میری زمین کی زراعت مجھے کوئی فائدہ نہیں دے رہی، حضرت حسن بصریؒ نے اس کو بھی فرمایا کہ استغفار کرو چوتھا شخص آیا کہ حضرت میری اولاد نہیں ہے کوئی وظیفہ دے دیں فرمایا کہ استغفار کرو۔

ان کا شاگرد بڑا ہی حیران ہوا اور اس نے کہا حضرت چار لوگ آئے، سب کے مسئلے الگ الگ تھے مگر آپ نے سب کو ایک ہی نسخہ بتلایا کہ استغفار کرو یہ وہ حضرات تھے جن کی نگاہیں قرآن کریم پر ہوتی تھیں جن کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کا کلام، رسول اللہ ﷺ کی روایات ہوتی تھیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ بیٹا بات یہ ہے کہ ان چاروں لوگوں کو جو بات میں نے بتلائی ہے یہ بات میری نہیں ہے یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر کی ہے۔ سورۃ

نوح میں فرمایا کہ

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا

اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو یقیناً وہ بہت بخشنے والا ہے اور استغفار کی بدولت اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں مہیا کردے گا۔

فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے میں نے نہیں کہا ہے۔ یہ استغفار بارش کا ذریعہ بھی ہے، فقر کو دور کرنے کا ذریعہ بھی ہے، اولاد کا ذریعہ بھی ہے اور مال کے حصول کا ذریعہ بھی ہے، زمین کی آبادی کا ذریعہ بھی ہے۔ لہٰذا استغفار کریں، اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کریں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ہر مسئلے کو حل فرمادیں گے۔

توبہ کا مطلب

توبہ کا مطلب کیا ہے؟ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان گناہ کو فوراً چھوڑ دے۔ ہم گناہ کرتے ہیں تو زبان سے کہتے ہیں اوہو، توبہ توبہ، استغفار استغفار اور ساتھ مکمل طور پر اس گناہ میں ملوث رہتے ہیں۔ ایسی توبہ کے لئے تو ایک اور توبہ کی ضرورت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب سے معلوم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے اس وقت سے لے کر پوری زندگی میں نے کسی کی غیبت نہیں کی ہے اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ کبھی بھی کسی کی غیبت نہیں کی۔

توبہ اور استغفار کا مطلب گناہ کو ترک کرنا، فوراً چھوڑ دینا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا اور جو ہو گیا اس پر پشیمان ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اس کو توبہ کہتے ہیں اور اگر وہ عمل حقوق العباد سے متعلق ہے، مثلاً کسی کی حق تلفی ہوگئی ہے تو اس کی تلافی

کرنا، حقوق اللہ میں سے ہے تو اس کی ادائیگی کرنا۔

آپ ﷺ نے بہت پیاری مثال سے سمجھایا کہ جب آدمی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے کتنے خوش ہوتے ہیں، فرمایا: ایک آدمی سواری لے کر جنگل میں سے گذرتا ہے اور کسی درخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام کرتا ہے کہ تھوڑا آرام کر کے اگلی منزل پر روانہ ہوں گا۔ جب بیدار ہوتا ہے تو سواری بھی نہیں، سامان سفر بھی نہیں، پریشان ہو جاتا ہے، اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کر پھر ناامید ہو کر اپنی موت کے انتظار میں درخت کے نیچے لیٹ جاتا ہے اور آنکھیں بند کر لیتا ہے، اچانک جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سواری بھی ہے اور سامان بھی ہے تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے تو وہ خوشی میں کہتا ہے اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا رب ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ توبہ کرنے والے بندہ سے خوش ہوتے ہیں۔

توبہ کے فائدے

یہ ایک عجیب عمل ہے اس سے انسان میں تکبر نہیں پیدا ہوتا ہے یہ استغفار بہت ساری برائیوں اور خامیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ تو رزق میں برکت کے لئے توبہ استغفار کرنا اکسیر ہے۔ سورۃ ہود آیت نمبر ۳۹ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ

تم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو وہ اللہ تعالیٰ تمہیں عمدہ زندگی کے مزے کروائے گا ایک وقت مقرر تک اور بہ عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنا خوب فضل دے گا جو اعمال میں آگے بڑھے گا۔

کتنا زبردست عمل ہے توبہ اور استغفار کہ اگر انسان اس عمل کی عادت بنالے تو اللہ تعالیٰ اس کو زندگی کے مزے کروائے، پھر وہ کیسے زبردست مزے ہوں

گے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے استغفار کو لازم کرلیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے تنگی سے راستہ بنادے گا اور اس کو رزق ایسی جگہ سے دیں گے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ آج رات لیلۃ القدر ہے تو میں کیا دعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ دعا مانگا کرو: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اے اللہ آپ خوب معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو بڑا پسند کرتے ہیں بس مجھے معاف کردیں۔

حاجی سے فرمایا کہ جب تم عرفات سے واپس آؤ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ جب تم روانہ ہو جہاں سے عام لوگ روانہ ہوتے ہیں تو تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو، استغفار کرو، اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو یعنی حاجی کو عرفات سے واپسی پر استغفار کی کثرت کا حکم ہے اور حاجی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے خوب معافیاں مانگتے ہیں۔اس استغفار سے رب بھی راضی ہوگا رزق بھی ملے گا اور بندے کی مغفرت بھی ہوجائے گی، سارے مسئلے ہی حل ہوجائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ
بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ

اگر بستی والے لوگ ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کریں اور گناہوں سے بچیں تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیں گے وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ لیکن لوگ ہماری نافرمانیاں کرتے ہیں ہمارے دین کو جھٹلاتے ہیں پھر ہم ان کی پکڑ کرتے ہیں۔

برکت اس فائدے کو کہتے ہیں جو نہ ختم ہونے والا ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا

فجر کی نماز کے بعد رزق تقسیم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں رزق تقسیم فرماتے ہیں جو شخص اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رزق میں فراخی دیتے ہیں اور ہم اس وقت سو رہے ہوتے ہیں اور جب ہم جاگتے ہیں تو اس وقت زوال ہو رہا ہوتا ہے اور جو زوال کے وقت اٹھے گا تو وہ پھر زوال ہی دیکھے گا۔ طلوع کے وقت تو ہم سوتے ہیں اس وقت رزق کی تقسیم ہوتی ہے۔

بہر حال ہمیں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرنی چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے جتنے بھی مسائل ہیں، پریشانیاں ہیں ان کو اس استغفار اور توبہ سے دور کر دیں۔

دوسرا سبب: توکل علی اللہ

دوسرا سبب ہے توکل علی اللہ کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرے، اپنے کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادات اور اعمال میں کمی نہ لائیں۔ سنن ترمذی میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یاابن آدم، تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِی اَمْلَأْ یَدَیكَ شُكرًا وَاَسُدُّ فَقرَكَ وَاِن لَم تَفعَلْ مَلَأْتُ یَدَیكَ شُغلاً وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ۔ کہ بندہ اگر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادات کی طرف متوجہ کر دے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کے سینے کو غناء سے بھر دوں گا اور اس کی حاجت کو پورا کر دوں گا۔ اور اگر میری عبادات کے لئے فارغ نہیں ہوگا تو میں اس کے سینے کو فقر سے بھر دوں گا اور اس کو مختلف کاموں میں پھنسا دوں گا اس کی زندگی اسی طرح پھنسی رہے گی۔ نماز کے لئے کوئی فرصت نہیں؟ او جی میٹنگ تھی۔ یہ آپ کی میٹنگ نماز سے زیادہ اہم ہے؟ نماز کا وقت ہو گیا بس اب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسے اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے روزی دے گا جیسے وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے صبح خالی

پیٹ جاتے ہیں اور رات کو بھرے ہوئے پیٹ واپس آتے ہیں۔ یہاں ایک بات یہ سمجھنے کی ہے کہ توکل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جی ہم کوئی کام نہ کریں بس صرف مسجد میں بیٹھے رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو مثال دی ہے اس کو سمجھو کہ پرندہ صبح نکلتا ہے دن بھر اپنی بھاگ دوڑ کرتا ہے تو اس کو روزی مل جاتی ہے۔ توکل کا مطلب یہ بالکل نہیں ہے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے اسباب اختیار نہ کرے۔

آپ ﷺ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول میں سواری لے آتا ہوں اور مسجد کے باہر اس کو چھوڑ دیتا ہوں کیا میں اسے باندھ کر اللہ تعالیٰ پر توکل کروں یا اس کو چھوڑ دوں؟ فرمایا کہ جی ہاں اس کو مسجد کے باہر باندھو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ یہ نہیں فرمایا کہ آپ جس سواری پر آئے ہیں اونٹ یا گھوڑا ہے اس کو مسجد کے باہر ایسے ہی چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو بلکہ باندھنے کا کہا ہے جیسے آج کی گاڑیاں ہیں ان کے شیشے بند کریں لاک کریں پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور اگر ہم نے گاڑی کے نہ شیشے بند کئے ہیں نہ لاک کی ہے اور کہتا ہے کہ جی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے، اسے توکل نہیں کہتے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص علم سے کورا ہے جاہل ہے یہ تو توکل کا معنی ہی نہیں سمجھا۔ توکل کا معنی ہے اپنی عاجزی اور اپنی کمزوری کا اقرار اور اللہ تعالیٰ کی عظمت بڑھائی اور قدرت کا یقین اپنے دل میں پیدا کرنا۔ فرمایا توکل کا تعلق انسان کے دل سے ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا بس اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے لئے کافی ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر کام کو اس کے انجام تک پہنچاتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو توکل کا مطلب انسان کا اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو اپنی دوکان پر اپنی

تجارت اپنی فیکٹری وغیرہ پر نہ ہو۔ ان ساری چیزوں کو اختیار کرنا سنت ہے، نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جب انسان کا اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے تو پھر اس کو نماز کے وقت دوکان بند کرنا مشکل نہیں لگتا، اس کو نماز کے وقت ملازمین سے یہ کہنا کہ نماز پڑھو یہ مشکل نظر نہیں آتا اس لئے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد ہوتا ہے اور اس اعتماد کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کو ایسا رزق عطا فرمائیں گے جیسے وہ پرندوں کو عطا کرتا ہے۔

تیسرا سبب: فقراء کی مدد

معاشرے کے کمزور اور بے بس لوگوں کی مدد کرنا۔ بخاری شریف کی روایت ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں جو روزی دی جاتی ہے اور تمہاری جو مدد کی جاتی ہے وہ تمہارے معاشرے کے کمزور اور بے بس لوگوں کا ساتھ دینے کی وجہ سے ہے۔ معاشرے کے کمزور اور بے بس لوگ یہ نہیں ہیں جو بھکاری اور سڑکوں پر مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین یہ نہیں ہے کہ جس کو کوئی ایک لقمہ دے اور کوئی دوسرا دے، یہ مسکین نہیں ہے۔ ان لوگوں نے تو اپنا پیشہ بنایا ہوا ہے، اسٹاپ میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کے اپنے مکانات ہیں ساری چیزیں ہیں۔

یہ باتیں تو آپ سب حضرات مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین تو وہ ہے جو اپنے آپ کو چھپا کر رکھتا ہے۔ اس لئے اسلام نے کہا کہ اپنے رشتہ داروں سے تعاون کرو وہ غریب جو آپ کا رشتہ دار ہے وہ غریب جو آپ کا پڑوسی ہے وہ غریب جو آپ کے پاس کام کرتا ہے، آج معاشرے میں نوجوان مانگتے ہیں ان سے کہو کہ کام کرو وہ کبھی بھی کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، بلکہ کہتے ہیں کہ ہمارا کام یہی ہے، یہی ہمارا دفتر ہے، ان سے تعاون کی ضروری نہیں ہے بلکہ

ہمارے معاشرے کے وہ کمزور جو یتیم ہیں، بیوہ ہیں، قرضوں میں پھنسے ہوئے افراد ہیں، بیماریوں میں پھنسے ہوئے ہیں، علاج کے لئے پیسے نہیں ہیں معاشرے کے ان گرے ہوئے لوگوں کی مدد کرنا ان کے کام کو چلا کر دینا یہ ہے اصل کام۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے صرف تمہارے رزق میں ہی اضافہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر میدان میں کامیابی بھی عطا کریں گے اور یہ عمل حضرات انبیاء کرام والا عمل ہے۔ آپ ﷺ پر جب پہلی وحی آئی اور آپ ﷺ گھبراہٹ کی حالت میں گھر تشریف لائے، آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس واقعہ کو ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنی جان پر بہت خوف آرہا ہے۔ تو اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کریں گے، آپ ہرگز ناکام نہیں ہوں گے، آپ پریشان نہ ہوں، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور جو معاشرے کے بالکل پسماندہ لوگ ہیں آپ انہیں کما کر دیتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی صفت ہے کہ کمزور لوگوں کی مدد کرتے تھے اور اگر ہم بھی یہ کام کریں گے تو یہ نیکی ایسی ہے کہ ایک تیر سے دو شکار کہ سنت بھی زندہ کر دی اور نیکی بھی کمالی۔

چوتھا سبب: صلہ رحمی

رزق میں اضافے کا چوتھا سبب ہے صلہ رحمی کرنا۔ حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ رِزْقُهٗ وَ یُنْسَالَهٗ فِیْ اِثْرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ (رواہ البخاری) فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دے اور اس کی عمر میں اضافہ فرمائے تو وہ صلہ رحمی کرے، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اچھا برتاؤ کرے۔ ہم اگر اپنے رشتہ دار سے محبت کریں گے اس کی مدد کریں گے اس کی خوشی میں ہاتھ بٹائیں گے، اس کے دل کو خوش کریں گے تو اللہ تعالیٰ

ہمارے رزق میں اضافہ فرمائیں گے اور ہماری عمر بڑھائیں گے اور ہمیں بُری موت سے محفوظ فرمائیں گے۔

صلہ رحمی کا مطلب صرف پیسہ دینا نہیں ہے بلکہ ممکن ہے اس کو کسی اور چیز کی ضرورت ہو آپ کی کسی بات سے اس کا رُکا ہوا کام ہو جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص آیا، پریشان تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کو میں پریشان دیکھ رہا ہوں، کہنے لگا جی ہاں میں اس وقت بہت پریشان ہوں کہ میں نے فلاں صاحب کا قرضہ دینا ہے وہ مجھے بہت سخت پریشان کر رہا ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری سفارش کروں؟ اس نے کہا کہ آپ اگر کر دیں گے تو اچھا ہو جائے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی جوتیاں اٹھائیں اور چل پڑے اس نے کہا کہ آپ تو اعتکاف میں ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کی حاجت کے لئے جانا دس سال کے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے یہ اعتکاف اب میرا دنوں کا نہیں ہے اب میرا اعتکاف سالوں میں چلا گیا ہے۔

تو بہر حال صلہ رحمی کا مقصد ہے اپنے رشتہ داروں کی اچھائی چاہنا، چاہے وہ گفتگو سے ہو چاہے وہ مال سے ہو چاہے وہ کسی بھی طریقہ سے ہو، حل کرنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی جس نیکی سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں اور فوراً انعام دیتے ہیں وہ صلہ رحمی ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر وہ گھرانہ فاسق فاجر ہوگا اللہ تعالیٰ صلح رحمی کی وجہ سے اس گھرانے کو بھی اس کے برکات نصیب فرمائیں گے۔ فاسق فاجر ہے مگر بہن بھائیوں میں محبت ہے، والدین کے ساتھ محبت ہے، رشتہ داروں کا خیال کرتے ہیں، ایک دوسرے کی غمی خوشی میں شریک ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس صلہ رحمی کی برکت ضرور عطا کریں گے۔

آج لوگ کہتے ہیں کہ جی میرا فلاں رشتہ دار نماز نہیں پڑھتا یہ تو دین کا فلاں

کام نہیں کرتا ہے تو قرآن کریم کہتا ہے لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ لَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ان کے ساتھ تم نیکی یا انصاف کا معاملہ کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آپ اس کافر رشتہ دار سے بھی اچھا سلوک کرو جو تمہارے دین کے معاملہ میں تمہارے سامنے نہیں آیا، تو اب ہمارا حق ہے ان رشتہ داروں کا خیال رکھنا ان کی مدد کرنا ان کی پریشانیوں کو دور کرنا۔ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میری ماں آئی ہے مگر ہے وہ مشرکہ کیا میں اس مشرکہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں آپ حسن سلوک کریں آپ کو اس کا ثواب ملے گا۔

لہٰذا میرے محترم دوستو! یہ وہ اسباب ہیں جن کے ذریعے سے انسان کے رزق میں برکت ہوتی ہے یہ رزق کے حصول کی کنجیاں ہیں جس طرح کنجی سے تالا کھولا جاتا ہے تو اسی طرح ان اعمال سے توبہ واستغفار سے،توکل علی اللہ سے اور معاشرے کے بے کس اور بے سہارا لوگوں کی مدد سے اور صلہ رحمی سے ہمارے رزق کے دروازے کھل جائیں گے، بشرطیکہ ہم عمل کریں۔ بات سنتے تو ہم ہیں، آتے بھی ہیں نیکی بھی کرتے ہیں مگر جب عمل کی بات آتی ہے تو اس میں ہم کمزور ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان اسباب خیر پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
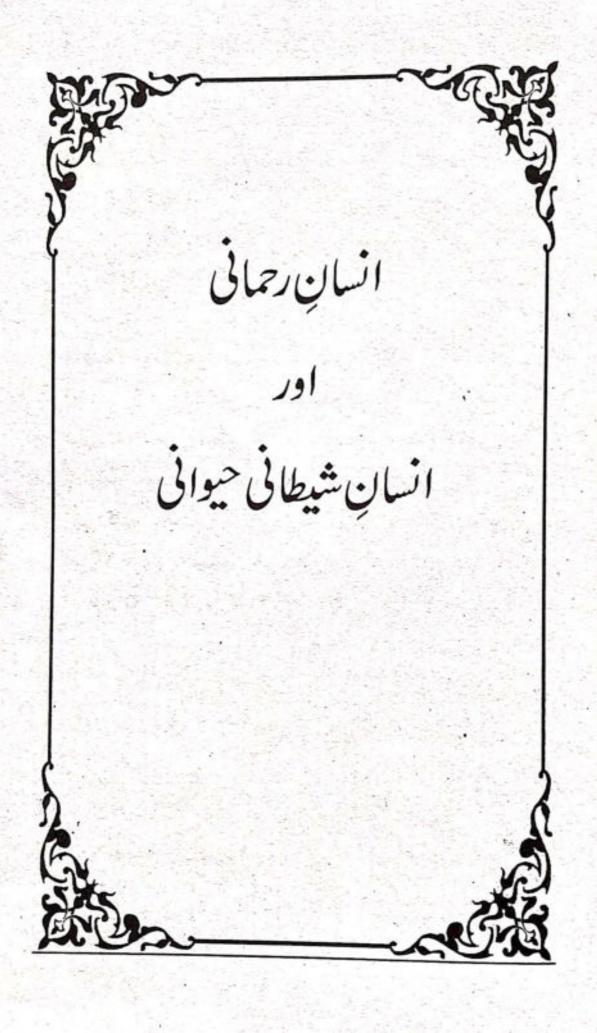
آمین

انسانِ رحمانی

اور

انسانِ شیطانی حیوانی

انسانِ رحمانی اور انسانِ شیطانی حیوانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۝

پارہ ۲۴ سورۃ حٰمٓ السجدۃ آیت نمبر ۳۰، ۳۱، ۳۲

محترم دوستو اور میرے مسلمان بھائیو! آپ حضرات کے سامنے تین آیات تلاوت کی ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے صحیح صحیح بیان کرنے اور پھر مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس مبارک طبقہ کا ذکر کیا ہے جو حضرات انبیاء کرام کے بعد روئے زمین کا سب سے بہترین طبقہ ہے۔ حضرات مفسرین اس کی تعبیر کرتے ہیں ''انسانِ رحمانی'' کہ انسانوں کے اندر وہ مبارک اور سعادت مند لوگ جن کی اللہ تعالیٰ خود تعریف فرماتے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ وہ کتنے باکردار ہوں

گے، کتنے سعادت مند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے کہہ دیا: اللہ ربنا اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر جم گئے، اپنی زندگیاں اس پر لگادیں جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو آسمان سے یہ کہنے کیلئے آتے ہیں کہ تم ڈرو مت، تم خوف مت کھاؤ تمہارے لئے خوشخبری ہے جنّت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ یہ وہ عظیم اور مبارک لوگ ہیں جن کو مفسّرین ''انسانِ رحمانی'' کہتے ہیں۔

اب اس سے یہ بات لازمی ذہن میں آتی ہے کہ جب یہ رحمانی انسان ہے تو پھر اس روئے زمین میں شیطانی انسان بھی ہوں گے، اس معاشرے میں اگر اچھے لوگ ہیں تو بگڑے ہوئے بھی ہیں، تو قرآن کریم ان کا بھی تعارف کرواتا ہے کہ ہاں ایسا بھی ہے۔ حضرات مفسّرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تین قسم کے انسانوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) انسانِ رحمانی (۲) انسانِ شیطانی (۳) انسانِ حیوانی

ہر انسان کے اندر وہ خصلتیں پائی جاتی ہیں جو حیوانیت والی ہیں، جب یہ انسان حیوانی اچھے راستے پر چلتا ہے تو یہ انسان رحمانی بن جاتا ہے اور جب غلط راستہ پر چلتا ہے تو یہ انسان شیطانی بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان تین قسم کے انسانوں کا ذکر کیا ہے اور پھر ان کی علامات ذکر کی ہیں۔

ان کا تذکرہ اس لئے کردیا کہ اے انسان اب تجھے اختیار ہے کہ اب تو انسانِ رحمانی بنتا ہے یا انسان حیوانی یا پھر انسان شیطانی؟ یہ تیرے اختیار میں ہے خود فیصلہ کرلے، البتہ یہ ضرور یاد رکھنا کہ قیامت کے دن تمہارے سامنے اعمال نامہ لایا جائے گا اور کہا جائے گا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا پڑھو

اپنی کتاب کو اور اپنا فیصلہ خود کرو۔ اتنے بڑے درجہ کا انصاف، اعلیٰ درجہ کا انصاف کہ جہاں کل کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ انسان سے فرمارہے ہیں کہ اس اعمال نامہ کو دیکھو اور خود اس سے نتیجہ نکالو کہ تم جنّت میں جانے کے لائق ہو یا جہنّم میں جانے کے۔

آج لوگ دنیا میں گناہ کررہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں پتہ نہیں ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں تو بہت ہی اچھا آدمی ہوں، میں تو اپنی برادری میں بہت ہی شریف آدمی ہوں۔ ہم اپنے آپ کو ایسا معصوم ظاہر کرتے ہیں جیسے ہمیں کچھ معلوم ہی نہیں۔ مگر یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان دھوکہ کبھی نہیں کرسکتا۔ جب انسان کی طبیعت خراب ہوتی ہے تو فوراً ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے وہاں انسان یہ نہیں کہتا ہے کہ میں بالکل ٹھیک ہوں، طبیعت ٹھیک کرنے تو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور یہاں خود ہی فیصلہ کرلیتے ہیں کہ میرا کام ٹھیک ہے، میں کام بھی صحیح کرتا ہوں، میرے سارے کام صحیح ہیں۔ یعنی (العیاذ باللہ) اندر سے نفس اتنا بگڑ چکا ہے وہ کہتا ہے کہ اے انسان! تو خود تو بہت اچھا ہے مگر اللہ تعالیٰ ظلم کررہا ہے، معاذ اللہ! ہم مسلمان ہیں، دیکھو کافروں کو، کتنے مزے میں ہیں ہم دوسروں کو دیکھتے ہیں اور اس بات کو ہم ماننے کے لئے تیار ہی نہیں کہ ہم غلطی کررہے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اسی لئے فرمائیں گے کہ یہ پڑھو جو تم کررہے تھے یہ صحیح تھا یا غلط تھا۔

ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھنے لگا صبح ممنوع وقت تھا تو نماز کے بعد میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور میں نے ان سے کہا کہ اس وقت نماز پڑھنا منع ہے آپ نے جو نماز پڑھی ہے یہ نہیں ہوئی ہے بعد میں اس کا اعادہ کرلینا۔ آگے سے اس صاحب نے جواب دیا کہ یہ بتائیں کہ یہ قبول آپ نے کرنی ہے یا اللہ تعالیٰ نے کرنی ہے؟ آپ اپنا کام کریں۔ آپ نے کوئی ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے؟ یہ حال ہے ہمارا اور یہ ہیں ہمارے جوابات، یہ ہماری جہالت کی انتہاء ہے،

امت جہالت پر آ رہی ہے دین کے بارے میں، اللہ کے رسول کے بارے میں، احکامات سے اتنے دور ہو گئے کہ ہر آدمی نے اپنے آپ کو دو پیسے کمانے کی وجہ سے اتنا عقلمند سمجھ لیا ہے۔ اس کے پاس پیسے آ گئے، کوئی نوکری اچھی کر لی تو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں تو بہت ہی سمجھدار ہوں ایسی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کر دیا کہ آپ انسانِ رحمانی بنو گے ورنہ انسانِ شیطانی۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا اے نبیؐ! ان پر آیت پڑھیے اور واقعہ بیان کیجئے اس شخص کا جس کو ہم نے اپنی قدرت کی نشانیاں دی تھیں فَانْسَلَخَ مِنْهَا وہ ایک نیک آدمی تھا جو اپنی نیکیوں کی وجہ سے عجب اور تکبر میں آ گیا۔ یہ بھی بڑا خطرہ ہوتا ہے کہ انسان نیکیاں کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، حج کرتا ہے، سچ بولتا ہے، ساری نیکیاں کرتا ہے مگر اصل کام ان نیکیوں کو محفوظ کرنا ہے۔ دنیا میں بہت سارے لوگ پیسے کماتے ہیں مگر کسی کے پیسے ضائع ہو جاتے ہیں کوئی دھوکہ کر دیتا ہے تو اس کے سارے پیسے ضائع ہو جاتے ہیں اسی طرح شیطان ہمارا دشمن ہے وہ پہلے تو نیکیاں کرنے ہی نہیں دیتا اور جب کوئی نیکیاں کر لیتا ہے تو پھر وہ اس در پر ہوتا ہے کہ کسی طریقہ سے اس کی نیکیاں ضائع کر دوں۔

یہ شخص بلعم بن باعورہ تھا، سابقہ انبیاء کے زمانے میں بڑا ہی پارسا آدمی تھا اور نیک اعمال کرنے والا تھا، شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ پس اس نے شیطان کی اتباع کی اور شیطان نے اس کو گمراہ کر دیا وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس شخص کو عزت دیدیتے لیکن وہ پستی کی طرف مائل ہو گیا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ پستی کی طرف اس وجہ سے آ گیا کہ اس نے خواہشات کی پیروی شروع کر دی یہ انسانی نفس کبھی بھی سیر نہیں

ہوتا، یہ نفس اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ یہ تو برائی کا مرکز ہے اب وہ شخص خواہشات کے پیچھے پڑ گیا اور اس کی پیروی شروع کر دی فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ایسا ہو گیا کہ جیسے کتا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ کتا ہانپتا ہے یعنی اس کے اندر لالچ بہت ہے ،حرص بہت ہوتی ہے ایسے ہی انسان جب اپنی خواہش کا غلام بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ نافرمان انسان اتنا بگڑ جاتا ہے اور یہ انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا گھٹیا ہو جاتا ہے کہ انسانیت کے لباس سے ہٹ کر یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کتے کی طرح بدترین جانور ہو جاتا ہے۔

یہ کون تھا؟ یہ انسانِ شیطانی ہے۔ جب انسان گناہوں کا عادی بن جائے اور نافرمانیوں میں ایسا پڑ جائے کہ جی! میوزک کے بغیر شادی کیسے ہوگی؟ یہ تو خوشی کا موقع ہے، شادی کے پروگرام میں پردہ کی کیا ضرورت ہے؟ پردہ تو دل میں ہونا چاہئے یہ انسانِ شیطانی ہے، یہ شیطان کی نمائندگی شروع کرتا ہے یعنی ان سارے غلط کاموں کو صحیح رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم کیا اللہ تعالیٰ سے زیادہ جانتے ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پاک ہیں؟ صحابہ کرام سے کیا ہم زیادہ پاک ہیں؟ صحابہ کرام تو آپ ﷺ کی مجلس میں رہتے تھے، فرشتوں کو اُترتے ہوئے دیکھتے تھے، لیکن آپ ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق بڑے پاک ہیں، دنیا میں ان کو جنت کی بشارت ملی ہے لہٰذا اے میرے صحابہ! اپنی عورتوں کو ان سے پردہ نہ کرواؤ۔ ایسی بات اگر ان کے لئے نہیں فرمائی تو آج ایسا شخص جو کہے کہ پردہ دل میں ہونا چاہئے تو پھر یہ شیطان کی تعلیم نہیں تو اور کیا ہے؟

یہی تو خواہشات ہیں اور جب انسان خواہشات پر چلتا ہے تو پھر بلعم بن باعورہ کی طرح بن جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ

لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ فرمایا کہ جب انسان بگڑتا ہے تو پھر وہ شیطان بن جاتا ہے اور شیطان کا داعی بن جاتا ہے شیطان برائیوں کی دعوت دیتا ہے انسان بھی پھر برائیوں کی دعوت دیتا ہے۔ آؤ آج ہم فلم دیکھتے ہیں، آج سینما جائیں گے، آج شراب پئیں گے، آج جوا کھیلیں گے، آج فلاں غلط کام کریں گے۔ یہی انسان شیطان کا داعی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کتے کی طرح ہے لباس انسانی ہے مگر کام سارے شیطانی ہیں، نیکیوں سے روکنا اور برائیوں کی دعوت دینا۔ کتنے ہی والدین ہیں جو کہتے ہیں بیٹا داڑھی نہ رکھنا، داڑھی منڈواؤ۔ اس طرح کتنے ماں باپ ہیں جو اپنی بچیوں کو پردہ نہیں کرنے دیتے ہیں، کتنے شوہر ہیں جو اپنی بیوی کو پردہ نہیں کرواتے اپنے آپ کو کہتے مسلمان ہیں مگر ہیں نمائندہ شیطانی۔

انسانِ حیوانی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانِ حیوانی کا ذکر کیا ہے فرمایا

وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ

البتہ ہم نے پیدا کئے جہنم کے لئے بہت سے، جنوں میں سے اور انسانوں میں سے، ان کے دل ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ہیں کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں ہیں۔

ان کو ساری چیزیں دی ہیں، عقل ہے کان ہیں آنکھ ہے، دنیا کی تھوڑی سی چیز میں اگر کوئی غلطی کر دے تو ہم کتنا شور کرتے ہیں درزی تھوڑے سے کپڑے میں کوئی مسئلہ کر دے تو ہم کتنا شور کرتے ہیں ایک ایک انچ کے لئے ہم لڑتے ہیں، پھل

خریدتے وقت کتنا خیال رکھتے ہیں کوئی خراب نہ ڈال دے یعنی کہیں سے بھی اگر کوئی ہمارے ساتھ غلطی کرتا ہے تو ہم فوراً اس کو پکڑتے ہیں اس کام میں تو بڑے سمجھدار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انسان کو کیا ہو گیا؟ اس کے دل و دماغ نے کام چھوڑ دیا اس کے پاس آنکھیں ہیں دیکھتا نہیں ہے کان ہیں سنتا نہیں ہے۔ اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یہ انسان نہیں، جانور ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے کہ جانور کے پاس وہ عقل اور فہم نہیں ہے جو انسان کے پاس ہے، انسان کے پاس تو عقل وشعور ہے پھر بھی نہیں سمجھتا اُولٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ یہ غفلت والے لوگ ہیں۔

یہ توجہ میں نہیں لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ بس اپنی مستی میں لگے ہوئے ہیں اور بس کھا پی رہے ہیں جانوروں کی طرح زندگی گزر رہی ہے ان کو یہ تو معلوم ہوگا کہ اچھا کھانا، اچھی چائے کونسے ہوٹل سے ملتی ہے یہ سب کچھ ان کو معلوم ہوگا مگر اللہ تعالیٰ کا دین کہاں سے ملتا ہے؟ اس سے یہ پریشان ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان مولویوں نے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔ کبھی کوئی کیا بات کرتا ہے اور کبھی کوئی بات کرتا ہے۔ ہم ایسے کمزور لوگوں کے پاس کیوں جاتے ہیں جن کی بات ہماری سمجھ کے خلاف ہو۔ معلوم یہ ہوا کہ اصل بات کچھ اور ہے......! اصل بات یہ ہے کہ عمل نہ کرنے کے لئے مجھے بس صرف بہانہ چاہئے عمل خود نہیں کرتے غلطی مولوی پر ڈال دیتے ہیں یہ ہیں انسانِ شیطانی اور انسان حیوانی۔

اور ادھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا جنہوں نے کہا کہ بیشک ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور پھر اس پر ڈٹ گئے، جب ہم نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے تو اب ہماری زندگی کا مقصد صرف اور صرف یہ ہونا چاہئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تو پھر ہم اس پر ڈٹ جائیں یہ نہ ہو کہ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر، ایک بھی خوش دوسرا بھی خوش یہ بھی راضی وہ بھی راضی۔ ایسا نہ ہو

کہ میں جن لوگوں میں جاتا ہوں وہ مجھے یہ نہ کہیں کہ اس نے تو اب داڑھی رکھ لی ہے اس نے تو اب نماز شروع کردی ہے اب وہ لوگ میرے بارے میں کیا بولیں گے؟

اس جملہ نے تو ابو طالب کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ابو طالب نے آپ ﷺ کی زبردست خدمت کی تھی آپ ﷺ نے فرمایا چچا میرے کان میں کلمہ پڑھ لو میں اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دوں گا۔ ابو طالب نے جواب دیا کہ مکّہ کی عورتیں کیا کہیں گی؟ مکّہ کی عورتیں کہیں گی ابو طالب ڈر گیا۔ آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر کے بعد آئے اور فرمایا کہ آپ کے چچا کا انتقال ہو گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا دفن کر دو مٹی میں ڈال دو میں کیا کر سکتا ہوں اور آپ ﷺ کے دل پر بہت بوجھ تھا کہ میرا وہ چچا جس نے نہ صرف میری جسمانی خدمت کی تھی بلکہ دین کے حوالہ سے بھی جب لوگ مجھے تکلیف دیتے تھے تو وہ اس وقت بھی درمیان میں آتے تھے اور میرے لئے بہت بڑا سہارا تھے۔ جس سال ابو طالب کا انتقال ہوا ہے، اسی سال آپ ﷺ کی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوا ہے۔

سیرت کی کتابوں میں اس سال کو عام الحزن لکھا ہے، آپ ﷺ کے دل کی بوجھل کیفیت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت نازل فرمائی اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اے میرے نبی! جس کو آپ ہدایت دینا چاہیں آپ نہیں دے سکتے ہیں، جو آپ کو پسند ہو اور آپ کہیں کہ اس کو ہدایت مل جائے ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ مرضی میری ہے بس اس کے نصیب میں نہیں ہے۔ ابو طالب کا یہ جملہ کہ عورتیں کیا کہیں گی اگر وہ کلمہ پڑھ لیتا تو جنّت میں جاتا مگر اس جملہ نے اس کے رخ کو بدل دیا اس کا سارا نظام بدل گیا اور وہ جہنّم میں چلا گیا۔

اس لئے میرے دوستو! ایسے جملے چھوڑو کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہیں

گے؟ یہ جملہ خطرناک ہے لوگوں کے کہنے سے مجھے کیا ہوگا؟ میرا رازق اللہ تعالیٰ ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے مجھے لوگوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے میرا مقصد تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، آپ ﷺ کی سنت کو عام کرنا ہے، مجھے لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، جب میں نے یہ کہہ دیا ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اللہ تعالیٰ اعلان کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا تمہیں نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ڈر ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ خود جنّت کی بشارت دیتے ہیں اور فرشتے ان کے دوست ہوں گے اور یہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے ان کو ملے گی انسان مہمان ہوگا اور اللہ تعالیٰ میزبان ہوگا۔ سبحان اللہ۔ کیسا منظر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنا دیدار کروائیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے، یہ دیدار کروانا جنّت کے دیگر انعامات کے ساتھ ایک علیحدہ اور خصوصی انعام ہوگا۔ یہ ہے انسانِ رحمانی۔

اور انسانِ شیطانی اور انسانِ حیوانی اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم ہوگا اور مؤمن اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ صحابہ کرام نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ اتنے لوگ یہ ایک وقت میں سب اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی مسئلہ ہوتا ہے کوئی پریشانی ہوتی ہے اربوں لوگ چاند کو دیکھتے ہیں کیا کوئی دھکم پیل یا پرابلم ہوتی ہے؟ اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔

لہٰذا میرے دوستو! ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق گذاریں اسی میں ہمارا فائدہ ہے اسی میں ہماری آخرت کی بقاء ہے اور اسی سے ہم جنّت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو انسانِ رحمانی بنائے اور اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو انسانِ شیطانی اور انسانِ حیوانی بننے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

موت کے وقت
مؤمن کے لئے خوشخبری

موت کے وقت مؤمن کے لئے خوشخبری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ۞ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۞ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۞ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۞

میرے محترم دوستو اور بزرگو! آپ حضرات کے سامنے سورۃ الفجر کی چار آیات تلاوت کی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو رب سے راضی اور رب تجھ سے راضی میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

قرآن کریم ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بندے سے خطاب اس وقت ہوگا جب اس کا دنیا میں آخری دن ہوگا یعنی موت کے وقت جب انسان کی روح نکلتی ہے مگر یہ خطاب صرف مؤمن سے ہے اور کسی سے نہیں۔ جب زندگی کی آخری گھڑیاں ہوں گی اور بدن سے روح کو نکالا جا رہا ہوگا، بہت سخت مرحلہ ہوگا اس لئے کہ دنیا میں انسان نے ایک طویل زندگی گزاری ہوگی، کسی نے ساٹھ سال، کسی نے ۷۰ سال، کسی

نے ۸۰ سال اور اس طویل عرصہ میں بہت کچھ دنیا کے لئے محنتیں بھی کی ہوں گی، بہت کچھ نقشے میں بنایا ہوگا اور بہت کچھ عملاً بنایا ہوگا تو چونکہ اتنا آسان نہیں ہے اس دنیا کو چھوڑنا کتنی بھی ترغیب دے دیں مگر دنیا کو چھوڑنا بہر حال مشکل ہے۔

جی میں تو الحمراء سوسائٹی میں رہتا ہوں، اتنا بڑا مکان بنایا، اتنا نظام بنایا اب چلو کدھر چلو؟ آخرت کی طرف چلو اسی جگہ چلو کہ جہاں سے اب واپس الحمراء سوسائٹی نہیں آنا ہے اب گئے تو واپس آنا نہیں ہے اس موقع پر کہ جب میں جا رہا ہوں میرے ساتھ جانے کو اس سفر میں کوئی تیار نہیں ہے، نہ بیٹا جا سکتا ہے، نہ بیٹی جا سکتی ہے نہ والد جا سکتے ہیں، نہ استاذ جا سکتے ہیں اور نہ شاگرد جا سکتے ہیں نہ ہی دوست جا سکتے ہیں بالکل آگے جا رہا ہوں اور ایک ایسے راستہ پر جا رہا ہوں جس کو دیکھا بھی نہیں ہے دنیا میں جاتے ہیں تلاش کرتے ہیں کوئی ساتھی مل جائے حتیٰ کہ حج پر بھی جاتے ہیں تو بھی تلاش میں ہوتے ہیں کہ کوئی اچھا ساتھی مل جائے، پہلی دفعہ جا رہا ہوں تا کہ آسانی ہو جائے اور ایک ایسا سفر ہے جہاں کبھی جانا نہیں ہوا بس اکیلے جا رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے ایک بڑی ہی خوبصورت مثال دی، فرمایا کہ ایک آدمی کے تین بھائی ہیں اور جب آدمی کا انتقال ہونے لگتا ہے اور یہ دنیا سے جانے لگتا ہے تو اس کے بھائی آجاتے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ بھائی میں جا رہا ہوں آپ لوگ میری مدد کرو گے؟ تو ایک بھائی کہتا ہے کہ میں اس وقت تک آپ کے ساتھ ہوں جب تک آپ زندہ ہیں، جیسے ہی آپ کی روح نکلے گی میں آپ سے الگ ہو جاؤں گا میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اس نے تو بالکل ہی جواب دے دیا۔

دوسرے بھائی سے کہا کہ آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ جب آپ کی روح نکلے گی میں آپ کو غسل دوں گا آپ کو کفن پہنادوں گا آپ کا جنازہ پڑھادوں گا اور آپ کے لئے قبر کا بندوبست کروں گا آپ کو قبر میں اتار دوں گا بس

میں اتنا کرسکتا ہوں پھر میں واپس آجاؤں گا، اس نے کہا چلو یہ بھائی تو کچھ بہتر ہے۔

تیسرے بھائی سے کہا کہ آپ کیا مدد کر سکتے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں تو آپ کا ایسا بھائی ہوں آپ زندہ ہیں تو آپ کے ساتھ۔ آپ مرگئے تو آپ کے ساتھ، آپ قبر میں ہیں تو آپ کے ساتھ، آپ حشر میں ہیں تو میں آپ کے ساتھ، یہاں تک کہ آپ جنت میں پہنچ جائیں میں کسی مرحلے پر آپ کو اکیلے نہیں چھوڑوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بتاؤ کونسا بھائی اچھا ہے؟ تو جواب واضح ہے کہ تیسرا بھائی سب سے اچھا ہے پھر آپ ﷺ نے ان کی وضاحت فرمائی کہ ان بھائیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ یہ جو پہلا بھائی جس نے کہا آپ کی آنکھ بند ہوئی اور میں گیا، فرمایا یہ انسان کا مال ہے، جس مال کے لئے ہم ناراض ہوجاتے ہیں، آپس میں لڑ جاتے ہیں، مال جس کے لئے میں اتنی بھاگ دوڑ کرتا ہوں، محنت کرتا ہوں، صبح سے شام تک کتنی تکلیفیں اٹھاتا ہوں، سب سے پہلے وہ مجھ سے چھوٹے گا، آنکھیں بند اور وہ ورثاء کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

ایک نمازی مجھ سے وراثت کے متعلق مسئلہ پوچھ رہے تھے تو جو ترتیب تھی میں نے انہیں بتائی تو کہنے لگے کہ فلاں کو میں مال نہیں دینا چاہتا، میں نے کہا کہ آپ بالکل نہ دیں زندگی کی بات ہی نہیں ہورہی یہ وہ بات ہورہی ہے جب آپ مرچکے ہوں گے آپ کفن میں ہوں گے آپ اس وقت بول بھی نہیں رہے ہوں گے اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو دے رہا ہے، اس وقت مال آپ کا ہے ہی نہیں آپ کی بات اب ختم ہوچکی ہے مال تو میری زندگی میں میرا ہے اس کے بعد تو میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے، تو سب سے پہلے یہ مال انسان سے علیحدہ ہوجائے گا۔

اور دوسرا بھائی جس نے کہا کہ میں آپ کو غسل اور کفن دوں گا، قبر میں بھی اتاروں گا یہ ہمارے رشتہ دار ہیں جو ہمارے مرنے کے بعد یہ سارے معاملات کرتے

ہیں اور پھر فرمایا کہ تیسرا بھائی جو سب سے اچھا ہے وہ انسان کا ایمان اور اس کے اعمال ہیں یہ جو نماز ہے، روزہ ہے، قرآن پاک کی تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، یہ جو اعمال ہیں یہ ہمارا تیسرا بھائی ہے۔ یہ نماز، روزہ قبر میں بھی جائیں گے یعنی ان کا اجر وثواب، حشر میں بھی یہاں تک کہ مؤمن کو جنّت میں داخل کرائیں گے تو گویا میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کئے ہیں اور ہم ان اعمال میں کتنی غفلت کرتے ہیں اور دنیا کو کتنے شوق کے ساتھ وقت دیتے ہیں اور کتنے شوق کے ساتھ جاتے ہیں، ہم اس سے زیادہ شوق کے ساتھ نماز ادا کریں، روزہ رکھیں، یا اللہ تیرا شکر ہے مجھے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی توفیق دی۔

اب یہ مؤمن بندہ جو اس تیسرے بھائی کا خیال کرے گا، اعمال کرے گا تو پھر اس سے موت کے وقت خطاب ہوگا اور یہ خطاب کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے۔ يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے نفسِ مطمئنہ اِرْجِعِىْ لوٹ جا اپنے رب کی طرف۔ لوٹنے کا مطلب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے کہ آؤ، فرماتے ہیں لوٹو، یعنی مؤمن کی جگہ ہی جنّت ہے۔ ہمارے ابا جان حضرت آدم علیہ السلام جنّت میں تھے پھر ان کو دنیا میں بھیجا گیا ہے کہ جاؤ اپنی اولادوں کو اپنے بچوں کو اپنی نسل کو لے کر آؤ، واپس آؤ۔ بچہ گھر سے بھاگ جائے تو فون کرتے ہیں بچہ واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح کہتے ہیں واپس آجاؤ۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہمیں چند دن کے لئے بھیجا ہے ہماری تو اصل جگہ وہ جنّت ہے۔ لوگ کراچی میں کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم اپنے ملک جارہے ہیں ساری ساری زندگی کام کرنے والوں کا یہاں گزر جاتا ہے پھر بھی وہ کہتے ہیں ہم اپنے گاؤں جارہے ہیں اپنے ملک جارہے ہیں، وہ کتنے خوش ہوتے ہیں تو اسی طرح ہمارا ملک وہ جنّت ہے ہم سب ان شاء اللہ اپنے وطن جنّت جائیں گے ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِرْجِعِیْ واپس آؤ۔ آپ اندازہ کریں کہ ایسے موقع پر جب انسان کی روح نکل رہی ہو اور اس کو کوئی پیغام پہنچائے تو وہ کہے گا کہ اس وقت میری روح نکل رہی ہے کیا پیغام دے رہے ہو، اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو ایک خوشخبری سنائی اور ایک انعام دیا تا کہ یہ گھبرائے نہیں ۔ اب وہ خوشخبری کیا ہے؟ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً اپنے رب کی طرف آؤ تو رب سے راضی اور رب تجھ سے راضی یعنی بندے سے کہا جا رہا ہے کہ میں تجھ سے خوش ہوں آؤ میرے بندے۔ اگر ایک بچہ ایک ملازم اپنی کسی غلطی کی وجہ سے بھاگ جاتا ہے یا چھپ جاتا ہے کہ کیا جواب دوں گا؟ اگر اس کا مالک اس کو فون کر دے یا والد اپنے بچہ کو فون کر دے کہ ارے ہم آپ سے خوش ہیں آپ واپس آجاؤ۔ اب بتائیے یہ فون یہ پیغام اس کو کتنا بڑا سکون دے گا اور اس کی کتنی بڑی تکلیف دور ہو جائے گی اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے فرما رہے ہیں کہ واپس آؤ آپ کہاں جا رہے ہو میں آپ سے راضی ہوں اور آپ مجھ سے راضی ہیں۔

اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ سے تو سب راضی ہیں سوائے چند ایک لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کا وجود نہیں مانتے۔ آپ کسی یہودی سے کہو گے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو تو وہ کہے گا ہاں بالکل اللہ تعالیٰ کے وجود کو ماننا یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کی نشانی ہے۔ مذاہب کی بنیاد بھی تو اسی پر ہے اسلام کے علاوہ بھی جتنے آسمانی مذاہب ہیں ان کی بنیاد کس پر ہے اسی پر تو ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اللہ تعالیٰ سے وہ راضی ہیں مگر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو یہ ہے اصل مسئلہ۔

اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکموں سے بھی راضی ہوں اس لئے صحابہ کرام نے ایک موقعہ پر پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ خوش ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا پڑوسی تم سے خوش ہے تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے خوش ہیں اور اگر

تمہارا پڑوسی تم سے تکلیف اور ایذاء میں ہے تو اللہ تعالیٰ تم سے خوش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہیں اس کا پتہ تو ہمارے اعمال سے ہوگا ہمارے معاملات سے ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام سے خوش ہیں کیا نماز پڑھتے ہوئے بھی ہمیں سکون ملتا ہے؟ کیا مسجد میں آتے ہوئے بھی ہمیں خوشی ہوتی ہے؟ کیا رمضان المبارک کی آمد پر ہمیں خوشی ہوتی ہے؟ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ کہتے تھے اَرِحْنَا یَا بِلَالُ اے بلال ہمیں خوش کرو ہمیں راحت پہنچاؤ تم اذان دیتے ہو ہمارا دل خوش ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے کا وقت آگیا ہے دوڑو اللہ تعالیٰ کی طرف۔

کتنے خوش نصیب لوگ ہیں جو اس دعوت پر دوڑ رہے ہیں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ آؤ نماز کی طرف، تو اس دعوت پر کون جاتا تھا؟ آپ ﷺ جاتے تھے، حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ روئے زمین کا وہ معطر اور پیارا طبقہ اذان کی آواز آتی تھی تو مسجد کی طرف آتے تھے، اسی طرح ہر زمانے میں جو اس آواز پر خوشی سے مسجد میں جارہا ہے، نماز کی آمد پر خوش ہوتا ہے، روزے کی آمد پر خوش ہوتا ہے، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر خوش، سچ بولنے پر خوش، اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر خوش تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہیں راضی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سچا مؤمن بننے کی کسوٹی کیا ہے؟ فرمایا کہ اگر آپ سے کوئی نیکی ہوتی ہے تو آپ خوش ہوتے ہیں اور اگر آپ سے کوئی برائی ہوتی ہے تو آپ کو گھٹن ہوجاتی ہے کہ یہ کیا ہوگیا؟ اللہ تعالیٰ کی کسوٹی یہ دنیا ہے کہ کیا میں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر خوش ہوں میں ان پر راضی ہوں؟ اگر نیکی کرتے ہوئے مجھے سکون مل رہا ہے تو پھر میرا اللہ بھی مجھ سے خوش ہے اور اگر نیکی کرتے ہوئے، نماز پڑھتے ہوئے گھٹن ہورہی ہے یار ابھی نماز پڑھی تھی پھر وقت ہوگیا، قرآن پڑھتے ہوئے گھٹن ہورہی ہے، روزہ رکھتے ہوئے گھٹن ہورہی ہے کب روزے ختم ہوں گے؟

میری جان چھوٹ جائے ، زکوٰۃ دیتے ہوئے گھٹن ہو رہی ہے کوئی طریقہ نکالو تا کہ میں زکوٰۃ سے بچ جاؤں تو اگر یہ سارے معاملات کرتے ہوئے ان کو ادا کرتے ہوئے مجھے گھٹن ہو رہی ہے اور میں ان سے بھاگ رہا ہوں تو خطرے کی بات ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا یہ اصول ہے اگر ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کو خوشی خوشی کریں گے تو پھر میرا اللہ بھی مجھ سے خوش ہے رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً یہ خوشخبری اللہ تعالیٰ موت کے وقت دے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن کی روح نکلنے کا وقت ہوتا ہے تو ملک الموت کے ساتھ فرشتے آتے ہیں اور یہ چاند اور سورج کی طرح چمک رہے ہوتے ہیں اور مؤمن کو دور سے نظر آرہا ہوتا ہے کہ یہ کیا چاند اور سورج آرہے ہیں وہ آہستہ آہستہ آتے ہیں تا کہ مؤمن گھبرا نہ جائے اور پھر ملک الموت آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں اُخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اُخْرُجِيْ اِلٰى رَوْحٍ وَّ رَيْحَانٍ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم میں تھی چلو نعمتوں کی طرف راحتوں کی طرف اور اس رب کی طرف جو آپ سے ناراض نہیں ہے اے اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں شامل فرما دے۔ پھر اس روح کو فرشتے آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں علیین کی طرف۔

سارے راستے میں تمام فرشتے خوش آمدید اھلا ، سہلا اور مرحبا کہہ رہے ہوتے ہیں۔

فرمایا کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے تو وہ نکلتی نہیں ہے وہ اندر چپک جاتی ہے فرمایا کہ ایسے نکلتی ہے جیسے کسی کپڑے کو کسی خاردار کانٹے دار جھاڑ میں پھنسا لیا جائے اور پھر کپڑے کو اپنی طرف کھینچا جائے ، تو اس کا ایک ایک دھاگہ اس کے کانٹے میں پھنستا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائیں۔

اور پھر اس روح کو لے کر فرشتے جاتے ہیں آسمان کے دروازے بند۔

قرآن کریم کہتا ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُجۡرِمِیۡنَ

بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور تکبّر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنّت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک اونٹ ایک سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہوجاتا اور اسی طرح ہم مجرموں کو ان کے کیے کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔

یہ تھے نافرمان جو نماز پڑھنے مسجد نہیں آتے تھے اور کہتے تھے بڑے لوگ مسجد میں نماز کے لئے نہیں جاتے ، روزہ وہ رکھے جس کے پاس کھانے کے لئے نہیں، معاذ اللہ۔ تو ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوگا وہ جنّت میں نہیں جاسکتا۔ اونٹ تو کبھی بھی سوئی کے ناکے سے داخل نہیں ہوسکتا اسی طرح یہ کافر بھی جنّت میں کبھی بھی داخل نہیں ہوسکتا۔ فرمایا: فَمَا بَکَتۡ عَلَیۡهِمُ السَّمَآءُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَا کَانُوۡا مُنۡظَرِیۡنَ نہ اس پر آسمان میں سے کوئی روتا ہے اور نہ زمین میں سے کوئی روتا ہے اور نہ ہی ان کو کوئی مہلت دی جاتی ہے، زمین کے اوپر ایک بوجھ تھا اللہ تعالیٰ کا باغی اور نافرمان تھا بس چلا گیا اور اس سے اللہ تعالیٰ خطاب بھی نہیں فرماتے ، خطاب تو اللہ تعالیٰ مؤمن بندوں سے کریں گے۔

دوسری بات اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو جو انعام دیں گے وہ انعام کیا ہے؟ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ میرے بندوں میں شامل ہوجاؤ اور میری جنّت میں داخل ہوجاؤ۔ معلوم ہوا کہ جنّت میں جانے کے لئے بندہ بننا ضروری ہے، عبد بننا ضروری ہے۔ جن کی زندگی میں عبدیت ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری، اللہ تعالیٰ کی غلامی جس کے دل ودماغ میں ہو کہ میری زندگی کا

مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبدیت ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بندہ بننا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بنا دیتا ہے اور جو نہیں بننا چاہتا اس کو نہیں بناتا ہے۔ ایک آدمی کو اگر پیاس لگی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پیاس بجھانے کے لئے پانی اتارا ہے وہ پانی پیئے اس کی پیاس ختم ہو جائے گی۔

ایک آدمی چاہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاؤں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جاؤں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، یہاں مؤمن سے کہا جا رہا ہے کہ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ، کافر سے تو نہیں کہا جا رہا۔ جس نے اپنے اوپر محنت کی اپنے آپ کو بندہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو بندہ بنا دیا اور جو یہ کام نہیں کرتا ہے وہ خود شوق نہیں رکھتا ہے اس طرف نہیں آتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کو اپنے بندوں میں شامل نہیں فرماتے۔

بندے تو سارے اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں مسلمان بھی اور کافر بھی، مگر کافر اس بندگی پر آنے کو تیار نہیں ہیں اور جو تیار ہیں، جنہوں نے اپنے اوپر محنت کی، تو پھر حضرت صدیق اکبر بن گئے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ بن گئے۔ یہ اعزاز جوان صحابہ کرام کو ملا، بعد کے زمانے کے تابعین کو ملا، محدثین کو ملا، فقہاء کو ملا یہ اعزاز اس محنت کے نتیجہ میں ہے کہ انسان چاہے کہ میں درست ہو جاؤں، میری اصلاح ہو جائے۔

اگر کسی انسان کے اندر چاہت نہیں ہوگی مثلاً میں نہیں چاہتا کہ میں ڈاکٹر بن جاؤں تو کیا دنیا کے سارے ڈاکٹر مل کر مجھے ڈاکٹر بنا دیں گے اسی طرح میری چاہت نہیں ہے کہ میں حافظ قرآن بن جاؤں تو کیا دنیا کے سارے حافظ قرآن مل کر مجھے حافظ قرآن بنا دیں گے وہ اگر میرے سامنے پڑھتے ہیں مجھے سناتے ہیں میں کبھی بھی نہیں بن سکتا ہوں میری چاہت ہی نہیں ہے اسی طرح اگر میری چاہت نہیں ہے

کہ میں اپنے رب کا محبوب بندہ بن جاؤں اور ایسا بندہ کہ موت کے وقت اللہ تعالیٰ اس بندے سے کہے کہ بندے تو مجھ سے راضی اور میں تجھ سے راضی، اگر میری چاہت نہیں ہے تو سارے مل کر بھی مجھے ایسا نہیں بنا سکتے۔ ایسا بندہ ہم نے خود بننا ہے اب اگر میری چاہت ہوگی تو میں بن جاؤں گا پھر مجھے موت سے کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا وقت تھا تو ان کا چہرہ بالکل ہشاش بشاش تھا کسی نے کہا کہ حضرت آخری لمحات ہیں اور آپ اتنے خوش ہیں کہنے لگے کہ ہاں بالکل نَبْلُغ مُحَمَّدًا وَّ اَصْحَابَهٗ کل انشاء اللہ محمد ﷺ سے اور صحابہ کرام سے ملاقات ہوگی۔

ایک محدث کے بارے میں واقعہ آتا ہے نام میرے ذہن میں نہیں ہے ان سے اس وقت کے بادشاہ نے چند سوالات کئے تھے، ان میں سے ایک سوال یہ تھا:

(۱) انسان کو دنیا سے جاتے ہوئے اچھا نہیں لگتا وہ چاہتا ہے کہ میں اس دنیا میں رہوں یہ دنیا میں رہنا کیوں پسند کرتا ہے؟ اور موت سے اور گھبراہٹ کیوں ہوتی ہے؟ تو اس محدث نے جواب دیا کہ یہ تو واضح بات ہے کہ دنیا سے جاتے ہوئے اس کو گھبراہٹ اس لئے ہوتی ہے کہ دنیا سجائی ہے اس نے مثلاً اگر ہم جو اس وقت اس ہال میں بیٹھے ہوئے ہیں ایئر کنڈیشن لگا ہوا ہے ہم کسی سے کہیں کہ دس آدمی باہر چلے جاؤ اور باہر سے دس آدمی اندر آجائیں تو کوئی مانے گا اس بات کو؟ کوئی بھی تیار نہیں ہے اس طرح ہم نے دنیا کو بنایا ہے ہمارا کمرہ، مکان، دفتر، گاڑی یہ ساری چیزیں اتنی خوبصورت بنائی ہیں کہ اس بندے کو ان چیزوں کو چھوڑنے کو کہاں دل چاہتا ہے اور آخرت کو ہم نے سجایا نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ آبادی سے کوئی بھی بربادی کی طرف جانا نہیں چاہتا جنہوں نے آخرت بنائی ہے انکو کوئی بھی گھبراہٹ نہیں ہے وہ تو بڑی خوشی خوشی سے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بندہ بننے کی توفیق عطا فرمادیں۔

بندہ انسان اس وقت بنے گا جب بندہ کی چاہت ہوگی اس لئے فرمایا کہ اگر پیغمبر بھی چاہیں کہ ایک آدمی صحیح ہو جائے اور وہ بندہ نہ چاہے تو وہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ ابو جہل کے بارے میں آپ ﷺ نے کتنا چاہا ہے؟ کتنی دفعہ اسکے گھر بھی گئے مگر اس نے نہیں چاہا، اسی طرح ابولہب آپ ﷺ کے چچا، کتنا آپ ﷺ نے چاہا ہے مگر اس کے دل میں چاہت نہیں تھی، ابو طالب کے لئے آپ ﷺ نے کتنی کوشش کی ہے آخری دم تک یہ کوشش جاری رہی مگر اس کے دل کے اندر چاہت نہیں تھی۔ اسی طرح جب تک ہمارے اندر یہ جذبہ نہیں ہوگا تو ہمارے لئے کوئی بھی کوشش کرے، ہم نہیں بدل سکتے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور پھر اس کی بندگی کرنے والے بن جائیں۔ ہمیں کوشش کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنی ہیں کہ یا اللہ مجھے اپنا بندہ بنادے ایسا بندہ کہ جس کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً اے اللہ آپ مجھے اپنا محبوب بندہ بنادے، یا اللہ میری زندگی بدل دے، یا اللہ میری زندگی کو ایسا بنادے جیسے آپ چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو ایسی زندگی نصیب فرمائے جیسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

مسلمان گھرانہ کیسا ہونا چاہئے

مسلمان گھرانہ کیسا ہو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا

سورۃ النحل پارہ ۱۶ آیت ۸۰

محترم دوستو اور بزرگو! آپ حضرات کے سامنے جو آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھروں کے متعلق ذکر فرمایا ہے اس کا ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے گھروں میں سکون رکھا ہے یعنی میرا گھر میرے لئے سکون وراحت اور آرام کا سبب ہے۔

انسان کی ضروریات زندگی میں ایک اہم ضرورت اس کا گھر ہے۔ اگر انسان کا اپنا گھر نہ ہو تو وہ کچھ سوچ نہیں سکتا، وہ کچھ کر نہیں سکتا ہے اس لئے کہ اس کا کوئی ٹھکانہ اور ٹھہراؤ ہی نہیں ہے۔ رات ہونے پر وہ سوچے گا کہ میں نے رات کہاں گزارنی ہے؟ کسی پارک میں، کسی ہوٹل میں، اسٹیشن میں، مسجد میں کہاں گزارنی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نعمتیں عطا کی ہیں ان نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت انسان کے اپنے گھر بار کا ہونا۔

اب یہ گھر بار اور گھرانے کے سلسلہ میں اسلام مجھے کیا راہنمائی دیتا ہے؟ کیا

تعلیمات دیتا ہے؟ اسلام کی تعلیمات سے اعلیٰ راہنمائی مجھے کہیں اور سے نہیں مل سکتی، ہم تو مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کو قبول کرتے ہیں مگر غیر مسلم بھی یہ بات کہتے ہیں کہ جو اصول اسلام کے ہیں اس سے شاندار اصول کسی مذہب میں نہیں ہیں۔

جب ہم غور کرتے ہیں تو تین باتیں سامنے آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں گھر عطا کیا اس کے تین مقاصد ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بھی چیز مقصد پر ہے تو اس کی قیمت ہے اور کوئی بھی چیز اپنے مقصد سے ہٹ جائے تو اس کی قیمت ختم ہو جاتی ہے۔ پنکھے کا مقصد ہے ہوا دینا اگر یہ ہوا نہ دے تو اس کی قیمت کم ہو جائے گی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو گھر عطا کیے ہیں جن میں ہم اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہتے ہیں تو اس کے تین بڑے مقاصد ہیں۔

پہلا مقصد: دعوت الی الخیر

پہلا مقصد یہ ہے سورۃ تحریم آیت نمبر ۶ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنّم کی آگ سے بچاؤ یعنی جس گھر میں رہتا ہوں اس میں میری بیوی ہے، میرے بچے ہیں، میرا گھرانہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمادی کہ اس گھرانے والوں کو اس بات کی فکر کرنی ہے، اس بات کی طرف توجہ دینی ہے کہ ہم کوئی ایسا کام تو نہیں کر رہے جس سے اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو، اگر اس گھر میں ایسا کام ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے تو پھر میں گھر کے مقصد کو حاصل نہیں کر پایا۔

میری ڈاکٹر صاحب سے دوستی تو ہے مگر ان سے اپنی بیماری کا نسخہ حاصل نہیں کرسکا، میں بیمار رہا، میں تکلیف میں رہا تو پھر ڈاکٹر صاحب سے میری دوستی کا کیا فائدہ ہوا؟ اسی طرح کسی قاری صاحب سے میری دوستی ہے مگر ایک بسم اللہ اور ایک سورت اپنی ٹھیک نہیں کروائی تو اس دوستی کا کیا فائدہ ہے؟ اسی طرح اگر میرے گھر کے

اندر ایسے کام ہو رہے ہیں جو شریعت کے اصول کے خلاف ہیں گھر میں گانا چل رہا ہے، ٹی وی چل رہا ہے، فلم دیکھ رہے ہیں تو اس گھر کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ اسی لئے فرماتے ہیں: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا اے مسلمانو! جو گھر کے بڑے ہیں پہلے وہ درست اور صحیح ہو جاؤ، پہلے خود ان خرافات سے بچ جائیں، خود ان کاموں سے دور رہیں۔ اگر سارا دن ماں فلم دیکھیں گی اور بچی سے کہے کہ اس کو نہ دیکھا کرو بیٹا یہ خراب چیز ہے تو اس کا اثر کیا ہوگا؟

گھر کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ میں اور میرے گھر والے جہنّم کی آگ سے بچ جائیں میں گھر کے اندر اپنے بچوں کی اپنی بیوی کی اور اپنی بچیوں کی تربیت کروں، ان کو نیک اعمال پر لگاؤں تو پھر میرا یہ گھرانہ کامیاب ہے اور اگر گھر میں یہ کام نہیں ہو رہے تو پھر میرا گھر ایک چاردیواری ہے جس کی افادیت کو میں حاصل نہیں کرسکا۔

دوسرا مقصد: آرام، سکون، حفاظت، پردہ

گھر میرے لئے راحت اور سکون کا ذریعہ ہے، جو آیت شروع میں تلاوت ہوئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھر کو سکون کا ذریعہ بنایا ہے اس میں تمہارے لئے سکون کو رکھا ہے اس میں تمہارے لئے حفاظت ہے۔ میرا گھر میرے لئے پردے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں فرمایا وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى عورتوں سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ٹھہر جاؤ اپنے گھروں میں اور نہ کھلے طریقے پر باہر پھرو، جیسا کہ عورتیں پہلے جاہلیت کے زمانے میں پھرتی تھیں۔ معلوم ہوا کہ گھر قرار کی اور سکون کی جگہ ہے۔

لہٰذا مجھے اپنے گھر کا ماحول ایسا بنانا چاہئے جہاں سکون ہو، ایسا نہ ہو کہ ایک بیٹا ایک کمرے میں مشرق کی طرف منہ کیا ہوا ہے اور دوسرا بیٹا دوسرے کمرے میں

مغرب کی طرف منہ کیا ہوا ہے، ایک بہو اُس طرف دوسری کسی دوسری طرف، اماں اور ابا کسی اور جگہ ہیں ایک چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے اس کے مصداق بنے ہوئے ہیں تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّ قُلُوبُهُمْ شَتّٰى لوگ سمجھ رہے ہیں بہت بڑا اتفاق ہے اندر سارے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ گھر کا مقصد ہی حاصل نہیں ہوا، گھر کا مقصد تو اتفاق ہے گھر کا مقصد تو محبت ہے آپس میں ملاپ ہے۔ اگر گھر میں بھی جا کر ایسے ہی رہنا ہے تو پھر اس گھر کا کیا فائدہ؟ اب تو ایسا وقت آ گیا ہے بیوی ایک کمرے میں رہتی ہے اور شوہر دوسرے کمرے میں رہتا ہے اور اگر زیادہ صاحب حیثیت ہو تو اوپر دوسری منزل میں بیوی ہے اور نچلی منزل میں شوہر رہتا ہے۔

گھر کا مقصد اس گھر سے حاصل ہوگا جہاں سکون ہوگا۔ کہتے ہیں کہ گھر میں آتا ہوں تو اور پریشان ہو جاتا ہوں اس لئے گھر واپس ہی نہیں آتا، ساری ساری رات باہر گھومتا ہے جب رات کے ۲، ۳ بج جاتے ہیں تو تھک ہار کر واپس آتا ہے اس لئے کہ گھر میں سکون نہیں ہے گھر میں سکون ہو تو ایسی نوبت ہی نہیں آتی ہے اور جس کو گھر میں سکون ملتا ہے تو وہ فوراً اپنے گھر کی طرف لوٹتا ہے پرندہ اپنے گھونسلے کی طرف شام کو آتا ہے۔

میرے دوستو! گھر سکون اور راحت کا سبب ہے یہ حکم اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ اگر میرے گھر میں سکون نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ میرے اندر کوئی گڑبڑ ہے۔ گاڑی کا مقصد ہے کہ وہ مجھے منزل تک پہنچائے اب گاڑی تو ہے مگر وہ ٹھیک ہی نہیں ہے تو میں منزل تک کیسے پہنچوں گا؟ گھر ہے مگر اس میں سکون نہیں ہے تو اس کو ٹھیک کرنا ہے اس کے غلط کاموں کو درست کرنا ہے تب جا کر اس گھر میں سکون و راحت اور چین آئے گا۔

تیسرا مقصد: گھریلو نظام (فیملی سسٹم) کو مثالی بنانا

صحیح بخاری شریف کی روایت ہے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کُلُّکُمْ

رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو ہر شخص ذمہ دار ہے، بادشاہ اپنی جگہ ذمہ دار ہے اُس سے اس کی عوام کے بارے میں اللہ تعالیٰ پوچھیں گے اور مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اس سے پوچھ ہوگی یہ جو اللہ تعالیٰ نے بچے دیئے یہ جو گھر دیا ہم نے اس کی کیا فکر کی ہے؟ اور خاتون خانہ یہ ذمہ دار ہے اپنے شوہر کے گھر کی چیزوں میں اور اس سے پوچھا جائے گا اپنی ذمہ داری کے بارے میں۔

یہ مقاصد گھر کے بارے میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں ذکر فرمائے گئے ان کو آپ گھر کے مقاصد بھی کہہ سکتے ہیں اور گھر کے فوائد بھی کہہ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے گھر کی ذمہ داری محسوس کرنی ہے اور اگر میں اس ذمہ داری کو محسوس کرتا ہوں تو پھر اس کا مطلب ہے کہ میں ایک ذمہ دار شخص ہوں جس طرح میں دفتر کی ذمہ داری، کام کی ذمہ داری کو دیکھتا ہوں اس پر جاتا ہوں، پوچھتا ہوں کہ کیا چیز گئی ہے، کیا آئی ہے، کون آرہا، کون جارہا ہے؟ یہ میری ذمہ داری ہے اور مجھے کرنا چاہئے۔ اسی طرح کیا میں اپنے گھر کی ذمہ داری کو بھی پورا کرتا ہوں؟ اب وہ ذمہ داری کھانے کے اعتبار سے ہے یا لباس کے اعتبار سے ہے یا دنیا کی کسی اور ضرورت کے اعتبار سے ہے، جہاں یہ سارے معاملات کی ذمہ داری میری ہے تو وہاں دینی اعتبار سے گھر کی فکر بھی میری ذمہ داری ہے۔

اگر کوئی آدمی پوچھے کہ جی آپ کے بچوں کے کپڑے کون لاتا ہے؟ تو جواب ہے کہ میں لاتا ہوں۔ گیس کا بل کون جمع کرواتا ہے؟ میں کرتا ہوں۔ جب یہ کام کرتے ہو تو وہاں آپ کے گھر میں جو بالغ بچے، بچیاں ہیں وہ کتنے نماز پڑھنے والے ہیں، کتنے ہیں جو نماز کی ادائیگی صحیح طریقے سے کرنے والے ہیں، کتنے بچے بچیاں ہیں جو قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے ہیں، زکوۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی زکوۃ کی ادائیگی کرتے ہیں، صدقہ فطر کی ادائیگی کرتے ہیں، میرے بیٹے جھوٹ تو

نہیں بولتے ؟ کہیں محلے میں جھگڑتے تو نہیں؟ کسی کو میری اولاد سے تکلیف تو نہیں؟ یہ میری ذمہ داریوں میں شامل ہے اور جب میرا گھر صحیح ہوگا اور ہر شخص اس ذمہ داری کو نبھائے گا تو پھر محلے اور شہر اچھے ہو جائیں گے۔

آج معاشرے میں کیا کام شروع ہو گیا ہے؟ میں نے بچے کو مدرسہ میں ڈالا ہے اور کہہ دیا ہے کہ اس کو ٹھیک کر کے آپ دو یا کسی دوسرے ادارے میں ڈال دیا تو ان کو کہہ دیا کہ میں آپ کو فیس دے رہا ہوں آپ ٹھیک کر کے مجھے دینے دو مگر یاد رکھیں ادھر تعلیم حاصل کر رہا ہے مگر اصل تربیت اور اصل تعلیم بچہ اپنے ماں باپ سے لیتا ہے اس غیر شعوری زمانے میں جب بچہ ابھی اسکول نہیں گیا ابھی مدرسے نہیں گیا ابھی کسی شعبہ میں داخل نہیں ہوا ابھی تو میرے ساتھ ہے اپنی اماں کے ساتھ ہے وہ دیکھ رہا ہے اور اس کی میموری بالکل خالی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اس کو سکھاؤ اللہ اللہ تاکہ اللہ کا نام اس کی میموری میں محفوظ ہو جائے۔ آیت الکرسی جو تمام آیات کی سردار ہے وہ کہاں سے شروع ہوتی ہے اَللّٰہُ۔ شروع ہی اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوتی ہے اور پھر اس میں سارا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اس میں اور کچھ بھی نہیں ہے تو اگر میرا بچہ یا بچی بولتے ہی اللہ کے نام سے شروع کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے کتنا پیار کریں گے؟

اس لئے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کو اچھے الفاظ سکھائیں اس کی اچھی تربیت کریں یہ تربیت اس کی تب ہی اچھی ہوگی جب ماں باپ خود صحیح ہوں خود بچوں کے سامنے سچ بولنے والے ہوں خود تو ہم صحیح نہ ہوں اور بچوں کی فکر کرتے رہیں میں ٹیڑھا رہوں بچے ٹھیک ہو جائیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

میرے دوستو! یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت اچھے انداز میں کریں۔ اب یہ کیسے ہوگا کہ میرے گھر میں سکون آجائے، میرا گھر پرسکون گھرانہ

بن جائے؟ میرے گھرانے کے مقاصد کیسے حاصل ہوں گے؟ تو اس کے لئے چار چیزیں ہیں اگر ہم ان چار چیزوں کو اپنالیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑی قوی امید ہے کہ ہمارا یہ گھر ہمیں نہ صرف اس دنیا کی دھوپ سے بچائے گا بلکہ قیامت کی دھوپ سے بھی انشاء اللہ بچائے گا۔

پہلا کام

جب ہم اپنے لئے گھر تلاش کریں تو اس بات کی کوشش کریں کہ میرا گھر اللہ تعالیٰ کے گھر سے قریب ہو۔ ایک نمازی تھے فوت ہوگئے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں ان کے بیٹے نے ایک مکان دیکھا اور آکر ان سے کہا کہ ابا میں نے مکان دیکھ لیا ہے، بڑا ہی شاندار ہے، بڑی زبردست کوٹھی ہے، آپ کو دکھاتا ہوں وہ جب دیکھنے کے لئے گئے تو جا کر کہا کہ مسجد کہاں ہے؟ تو بیٹے نے جواب دیا کہ مسجد تو محلے میں ہے گاڑی میں جائیں گے۔ ڈرائیور ہمارے پاس موجود ہے تو انہوں نے کہا کہ پہلا مکان مسجد کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ مسجد نہیں ہے مجھے تو ایسا گھر چاہئے جس کے ساتھ مسجد ہو اور مسجد سے اللہ اکبر کی آواز آئے اور میرے گھر کے ایک ایک کمرے میں اس کی آواز آئے۔ یہ ہے حقیقی محبت کہ گھر ہو تو اللہ کے گھر کے ساتھ تاکہ اس کی رحمتوں سے مجھے بھی فائدہ ہو اور میرے گھرانے کو بھی فائدہ ہو۔ اللہ اکبر۔

اب اس کے لئے کوئی دلیل بھی چاہئے کہ میرا گھر مسجد کے پاس ہو اس لئے کہ دنیا بغیر دلیل کے بات نہیں مانتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو کہ قرآن کریم میں ذکر ہے سورۃ ابراہیم پارہ ۱۳ آیت نمبر ۳۷ رَبَّنَا اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ اے اللہ میں نے اپنے بچوں کو بنجر جگہ میں بسایا ہے زمین بنجر ہے پانی بھی نہیں ہے، درخت بھی نہیں، سبزیاں بھی نہیں مگر یا اللہ تیرا گھر موجود ہے اس لئے بسایا تاکہ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا

الصَّلٰوۃَ اے اللہ نماز کو تو قائم کریں گے جب گھر مسجد کے پڑوس میں ہوگا تو نماز کی ادائیگی میں آسانی ہوگی، گھر سے نکلیں گے تو سامنے مسجد ہوگی کبھی تو دل میں یہ بات آئے گی کہ نماز پڑھ لوں مسجد کا پڑوسی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو ذکر فرمایا کہ دیکھو ہمارے دوست نے کیا کیا ہے؟ اس نے اپنے بچوں کو اور گھر والی کو کہاں لا کر بسایا ہے، مسجد کے پڑوس میں۔ اگر چہ وہاں کھانے پینے کو کچھ بھی نہیں۔ لیکن برکت بھی حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کیسی زبردست ملی کہ ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو پیدا فرمایا ہے۔ آج لوگ مسجد سے بھاگتے ہیں یہ باطل کی محنت ہے اور کچھ ہماری بھی کمزوریاں کہ ہم لاؤڈ سپیکر کو غلط استعمال کرتے ہیں کہ جی مسجد میں اعلان ہو رہا ہے، بکرا گم ہو گیا ہے، گائے ملی ہے۔ اس طرح کے اعلان مسجد میں جائز نہیں ہیں۔

جب آپ ﷺ مدینہ پاک تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مسجد بنائی۔ مسجد نبوی اور آپ ﷺ کا گھر مبارک بھی مسجد کے ساتھ تھا اور کمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے سب سے زیادہ محبّ اور عاشق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر بھی مسجد نبوی کے ساتھ تھا۔

تو اس لئے میرے دوستو! ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ میں ایسا گھر بناؤں جو مسجد کے قریب ہو کل کو اگر میں رہوں یا نہ رہوں لیکن میرے بیٹے تو مسجد کے ساتھ جڑے رہیں گے اور وہ کہیں گے کہ ہمارے ابا اور دادا یہاں نماز پڑھا کرتے تھے ان کے دل میں ایک تعلق اور احترام ہوگا۔

دوسرا کام

گھر لینے سے پہلے پڑوسی کے متعلق جان لو کہ جہاں تم آنا چاہ رہے ہو وہاں کا پڑوسی کیسا ہے؟ کتنے ہی مکانات ایسے ہیں جو پڑوسی کی وجہ سے فروخت نہیں ہوتے

ہیں کہ اس پڑوسی سے ایذاء بہت پہنچتی ہے اَلْجَارُ قَبلَ الدَّار اپنے لئے اچھے پڑوسی کا انتخاب کرو۔اگر پڑوس تقویٰ والا ہے، حیاء والا ہے، اچھی صفات والا ہے اس کے بچے اچھی صفات والے ہیں، اس کے بچے نیک ہیں تو لازمی بات ہے کہ پڑوس میں غمی، خوشی ہوتی ہے، آنا جانا رہتا ہے، بچے ایک ساتھ کھیلتے ہیں، ایک ساتھ پڑھتے ہیں، ایک ساتھ زندگیاں گزرتی ہیں تو اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔غلط پڑوس سے کتنے بڑے نقصات ہو جاتے ہیں، بسا اوقات انسان نے پڑوس کی تحقیق نہیں کی اور وہ پھنس گیا۔

ایک جاننے والے ہیں انکا پڑوسی ٹھیک نہیں تھا ان کا ایک ہی بیٹا تھا فون پر بات کی کہ آپ سے مشورہ کرنا ہے آخر کار اغواء کے چکر میں اس کو لے گیا اور پھر اس کو مار دیا۔اب آپ دیکھیں کہ ایک ہی بیٹا تھا اور بُرے پڑوسی کی وجہ سے اس کا جوان بیٹا دنیا سے چلا گیا۔اس قسم کے بے شمار واقعات آپ حضرات مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ لہٰذا اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب آپ گھر بناؤ یا گھر خریدو تو آپ اپنے لئے اچھے پڑوسی کو تلاش کرو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوسی نے مکان فروخت کرنا چاہا تو اس نے اس کی قیمت لگائی ڈبل کر کے مثلاً ایک لاکھ قیمت تھی تو اس نے دو لاکھ بتائی تو خریدنے والے نے کہا کہ اس کی اتنی قیمت کیوں لگائی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ایک لاکھ تو مکان کی قیمت ہے اور ایک لاکھ اس پڑوس کی قیمت ہے تمہیں ایسا پڑوسی کہیں ملے گا؟ اتنا عظیم انسان اتنا عبادت گزار، اللہ والا بندہ آپ کو کہیں بھی نہیں ملے گا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔میں خود کتنا ہی

اچھا کیوں نہ ہو جاؤں مگر میرا پڑوسی اور میرا دوست اگر برا ہے تو شاید کہ وہ اثر مجھ پر ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْمَرءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ تو آپ دیکھ لو کہ آپ کی دوستی کس سے ہے؟ اگر میں نے مکان لے لیا ہے اور میرے پڑوس میں شرابی رہتا ہے تو اس کے پاس شرابی آئیں گے، کوئی رشوت خور ہے تو اس کے پاس وہی آئیں گے۔ غرض جیسا پڑوسی ہوگا ایسے ہی اس کے پاس آدمی بھی آئیں گے اور پھر میں اس کی پہچان بن جاؤں گا کوئی بھی مجھ سے اگر پوچھے گا کہ آپ کہاں رہتے ہو؟ تو میں جواب میں بتاؤں گا کہ فلاں آدمی کے پڑوس میں رہتا ہوں اور اگر وہ مشہور ہوا تو سب کہیں گے کہ یہ تو فلاں چور کا پڑوسی ہے، فلاں رشوت خور کا پڑوسی ہے۔ بری جگہ سے بھی بچنا چاہئے، مقولہ مشہور ہے بد سے بدنام برا۔

ایک محدث کے بارے میں آتا ہے ان کا نام تھا خالد۔ تو وہ سادگی میں موچی کے پاس جا کر بیٹھ جاتے تھے کبھی اس سے گپ شپ کرلی، کبھی چائے وغیرہ پی لی۔ تو اب محدثین کے ہاں جب بھی ان کا نام آتا خالد تو وہ کہتے کون سا خالد تو ان کے نام کے ساتھ آگیا خالد الحذاء جوتی والا خالد۔ محدثین کہتے ہیں کہ اس نے کبھی بھی جوتیاں سلائی نہیں کی ہیں بس صرف موچی کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے اس کے نام کے ساتھ یہ لقب لگ گیا۔ اس طرح بُرا پڑوس ہماری پہچان بن جائے گی۔

تیسرا کام

میرا گھر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ جب گھر کے بارے میں ذکر کرتے ہیں تو جیسے سورۃ النور میں ہے فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً مسلمانو! جب تم اپنے گھر میں جایا کرو تو تم اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو، یہ دعا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت ہی بابرکت اور بہت ہی پاکیزہ۔

اب اپنا گھر ہو یا پڑوسی کا گھر ہو جس میں بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ایک اصول بتادیا ہے کہ تم لوگوں کو سلام کرو اور ان کو دعا دو۔ ہم گھر میں داخل ہو رہے ہیں اور ہم کہتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر گھر والوں کو دعا دے کر داخل ہو رہے ہیں تو اب اس میں کتنی برکت آئے گی؟ اس طرح ہم اگر نبی کریم ﷺ کی زندگی کی طرف آتے ہیں جو ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے اور ایک بہترین راستہ ہے۔

آپ ﷺ جب صبح اٹھتے تھے تو اس وقت کیا کرتے تھے؟ بخاری شریف کی حدیث ہے، آپ ﷺ جب صبح اٹھتے تھے تو سب سے پہلے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی تلاوت کرتے تھے پھر اس کے بعد قضائے حاجت کیلئے جاتے، فراغت کے بعد استنجاء فرماتے، وضو کرتے اور تہجد کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر مصلّٰی پر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِيْهِنَّ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس کے ذریعہ سے آسمان اور زمین قائم ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی آپ ہی کی وجہ سے قائم ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ دن کی ابتداء کرتے تھے۔

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھا کرو تو نماز کا کچھ حصہ گھر میں پڑھا کرو اللہ تعالیٰ تمہاری نمازوں سے تمہارے گھر میں خیر پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یعنی قبرستان میں لوگ عبادت تو نہیں کرتے ہیں وہاں لوگ دفن کئے جاتے ہیں گھر کو ایسا قبرستان نہ بناؤ کہ نہ تم اس میں نماز پڑھو نہ قرآن کریم کی تلاوت کرو نہ ذکر کرو ایسا نہ کرو بلکہ گھروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادات سے آباد کرو۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ گھروں میں سورۃ البقرہ پڑھا

کرو جس گھر میں سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہے تو شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ جس گھر میں سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کو پڑھا جائے شیطان وہاں سے بھاگ جائیگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی سمجھدار آدمی ان دو آیتوں کو پڑھے بغیر کبھی نہیں سوئے گا۔ معلوم ہوا کہ ہمارے گھر کی سالمیت اور اس سے ہمیں صحیح نفع کب ملے گا؟ جب ہم اپنے گھر کو اللہ تعالیٰ کی عبادات سے آباد کریں گے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا مَثَلُ الْبُيْتِ الَّتِيْ يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهَا اس گھر کی مثال کہ جس گھر کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اس گھر کی مثال جس کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرتے ہوں مَثَلُ الْحَيِّ وَ الْمَيِّتِ زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے گھر میں عبادت کرنے والوں کو زندہ لوگوں سے تشبیہ دی ہے جس طرح زندہ آدمی بہت کام کا ہوتا ہے بڑا قیمتی ہوتا ہے مردہ آدمی تو اپنے کام سے نکل جاتا ہے اسی طرح اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے آباد کرنے والے گھر بھی بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور وہ مسنون دعا پڑھ کر داخل ہوتا ہے، بہت ہی پیاری دعا ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَ عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا اے اللہ میں آپ سے اپنے گھر میں خیر کے ساتھ جانا اور خیر کے ساتھ گھر سے نکلنا مانگتا ہوں۔ کتنی دفعہ گھروں میں داخل ہونے والے بری خبر سنتے ہیں اور تکلیف میں آجاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے پہلے سے بتادیا کہ دعا کریں کہ اللہ مجھے خوشی کے ساتھ گھر میں داخل فرمادیجئے۔ وَ خَيْرَ الْمَخْرَجِ اور جب میں گھر سے نکلوں تو خوشی کے ساتھ

خیر کے ساتھ نکلوں بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا اللہ تعالیٰ کے نام سے میں گھر میں داخل ہوتا ہوں وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا اور ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو ہمارا رب ہے۔

جو یہ دعا پڑھ کر داخل ہوتا ہے فرمایا کہ شیطان بھاگ جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس کے قریب نہ آؤ اور اسی طرح جب کھانا کھاتا ہے تو پھر بسم اللہ پڑھتا ہے، پانی پیتا ہے تو پھر بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے کارندوں سے کہتا ہے نکلو یہاں سے کیوں کہ نہ ہمیں یہاں رات گزارنے کی جگہ ملے گی اور نہ ہی رات کا کھانا ملے گا۔ تو آپ اندازہ کریں کہ اگر ہم نے بسم اللہ نہ پڑھی تو شیطان کہتا ہے آجاؤ اس گھر میں یہاں تو کھانا بھی مل رہا ہے، پینا بھی ہے اور رہنا بھی مل رہا ہے۔

تو میرے دوستو! اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، مسنون دعاؤں سے آباد کریں، اس کا فائدہ اپنے گھر کو تو ہوگا ہی مگر پڑوس والے بھی اس سے فائدے میں رہیں گے۔ آج تو گھر کے اندر رہنے والا باپ بیٹے سے پریشان ہے اور بیٹا باپ سے پریشان۔ بیٹا کہتا ہے ابا کو سمجھ نہیں آرہی ہے، پرانی باتیں کرتے ہیں اور ابا کہتا ہے کہ بیٹے کو بات سمجھ نہیں آرہی ہے۔ شوہر بیگم کو کہتا ہے آپ نہیں سمجھتی ہو اور بیگم شوہر کو کہتی ہے آپ کو سمجھ نہیں آتی ہے۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے بھی ہمارے دل منتشر ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ گھر میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ والے اعمال نہیں ہیں جب آپ ﷺ خود گھر میں نماز پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو اس کی تعلیم دیتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے گھروں میں برکت آئے اس کی تعلیم ہمیں بھی اپنے گھر والوں کو دینی چاہیے، اپنی اولاد کو ان اعمال پر لگانا چاہیے تاکہ ہمارا گھر بھی برکت والا، سکون والا بن جائے۔

چوتھا کام

اپنے گھروں کو گناہوں سے بچا کر رکھو حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا کہ جس گھر میں کتا ہو یا تصویر ہو رحمت کا فرشتہ اس گھر میں نہیں آتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک موقع پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ سے ملاقات کرنے کا وعدہ کیا آپ ﷺ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی انتظار میں ہیں اور حضرت جبرائیل امین نہیں آئے آپ ﷺ اٹھے اور فرمایا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ حضرت جبرائیل امین نے میرے ساتھ وعدہ کیا اور وہ اس وقت نہ آئیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے حجرے میں ایک کتے کا بچہ تھا اس کو باہر نکالا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کہاں سے آگیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پتہ نہیں کیسے آیا ہے کچھ ہی دیر کے بعد حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور حضرت محمد ﷺ نے پوچھا کہ جبرائیل امین! آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور آپ اپنے وعدہ پر میرے ساتھ ملاقات کرنے نہیں آئے ہیں۔ فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے گھر میں یہ کتے کا بچہ تھا اور جس گھر میں کتے ہوتے ہیں ہم وہاں نہیں جاتے ہیں۔

آج کتنے مسلمانوں کے گھر ہیں جو مغرب کی نقالی میں کتوں کا شوق رکھتے ہیں اور ان کو پالتے ہیں۔ اور صحیح بخاری میں تو آپ ﷺ نے ایک اور بات بھی فرمائی ہے فرمایا جو اپنے گھر میں شوقیہ کتا پالتا ہے (اس میں ایک بات یاد رکھئے اگر کوئی جانوروں اور گھر کی رکھوالی کے لئے یا کھیتی باڑی کے لئے کتا پالتا ہے تو وہ اس میں شامل نہیں ہے) فرمایا کہ شوقیہ کتا پالنے والے کی نیکیوں میں سے روزانہ دو قیراط نیکیاں کم ہو جاتی ہیں اور فرمایا کہ ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔

اب آپ خود اندازہ کریں کہ گھر میں کتا ہے تو وہ نیکیوں کو کیسے ختم کر رہا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے آدمی کسی سے حسد کرے، حسد کرنے والا نماز پڑھ رہا ہے، زکوٰۃ دے رہا ہے، حج کر رہا ہے مگر حسد کی وجہ سے اس کی نیکیاں محفوظ نہیں ہیں اسی

طرح وہ آدمی جو کتا پالتا ہے نیکیاں تو کرتا ہے، نماز، روزہ، زکوۃ، حج مگر روزانہ اس کی نیکیاں ختم بھی ہوتی جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر ہمارے گھروں میں غیبت ہوتی ہے، رشتہ داروں کی، پڑوسیوں کی، محلے والوں کی تو پھر کیسے اس گھر میں سکون آئے گا؟ اب اس غیبت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ غیبت کرنے والا مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ اب گھر میں ٹی وی چل رہا ہے، فلم دیکھ رہے ہیں، ڈرامے دیکھے جارہے ہیں تو پھر ہم کیوں زبان سے شکوے کرتے ہیں کہ ہمیں بہت سخت تکلیف ہے، پریشانی ہے۔ کیا ان چیزوں کے چلنے سے اللہ تعالیٰ رحمت بھیجے گا؟

تو میرے دوستو! یہ جو مقاصد اور ضروری اعمال ایک گھر کے لئے ہونے چاہئیں، آپ کے سامنے بیان کئے ہیں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو اس کے بہترین اثرات اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت لقمان علیہ السلام کی
اپنے بیٹے کو نصیحتیں

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○

محترم دوستو اور بزرگو! آپ حضرات کے سامنے سورۃ لقمان کی دو آیات آیت 12-13 تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کی نصائح کو ذکر کیا ہے اور اسی طرح حضرت لقمان کے نام سے یہ سورت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس بات کو بتلانے کے لئے کہ حضرات انبیاء کرام کے بعد ہر دور میں جو بھی سمجھدار اور عقلمند انسان ہو اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کا پابند ہو تو ایسا ہر بندہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

یقیناً حضرات انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہوتا تھا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے ختم فرما دیا لیکن اگر کسی

معاشرے میں کوئی نیکی کرنے والا انسان ہو جس کے اندر سمجھداری پائی جاتی ہو، وہ شریعت کے ساتھ جڑنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی پیار اور محبت کرتے ہیں اور اگر وہ واقعہ قرآن کے نزول کے وقت کا ہو یا پہلے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ذکر فرماتے ہیں اس بات کو بتانے کے لئے کہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور یہ جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی ہے یہ انسان کے ان اعمال پر ہے جو انسان کرتا ہے جیسے صحابہ کرام کے کچھ واقعات اور ان کی قربانیاں ذکر کی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بات کو بتانا چاہتے ہیں کہ نفس انسان مجھے بڑا محبوب ہے اور پھر اس میں جو میرا تابعدار ہے اور میری مرضی کے مطابق زندگی گزارتا ہے تو یہ میرا اور ہی زیادہ محبوب انسان بن جاتا ہے انہی انسانوں میں سے ایک حضرت لقمان ہیں جن کے بارے میں پہلی بات یہ ہے کہ وہ نبی نہیں تھے، ایک سمجھدار اور نیک انسان تھے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان کی پانچ بنیادی نصیحتیں ذکر کی ہیں۔ ۱۔ عقیدہ توحید، خوف خدا۔ ۲ فکر آخرت۔ ۳۔ امر مصلح نماز کا بیان۔ ۴۔ دعوت۔ ۵۔ اخلاقیات

پہلی بات:

سب سے پہلی بات کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت لقمان کو سمجھ اور حکمت عطا کی تھی۔ حکمت سے مراد وہ سمجھ ہے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق ہو۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے، اس عقل اور سمجھ اور فہم کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر، اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق چلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اور سمجھداری عطا فرماتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت لقمان کو دین کی سمجھ دی تھی اور ان سے کہا تھا کہ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ یہاں ایک نشانی تو یہ بتادی کہ دنیا کا ہر سمجھدار انسان، ہر حکیم انسان، دانا انسان وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوگا۔ یعنی ایسا انسان ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔ الحمد للہ الحمد للہ۔ اور جس انسان میں شکر

گزاری نہیں ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں دینی سمجھ نہیں ہوگی۔

اس لئے آپ دیکھیں گے جتنے بھی شریعت کے تابعدار ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابعدار ہوں تو وہ کتنی ہی پریشانی میں کیوں نہ ہوں، آپ اگر ان سے حال پوچھیں گے تو وہ کہیں گے الحمد للہ، اللہ کا شکر ہے۔ اور پھر آگے اللہ تعالیٰ نے بتادیاؤ مَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ جوشکرادا کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے ایسا نہیں کہ میں نے الحمد للہ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری تعریف کے محتاج نہیں ہیں ہم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور ہم سب اس کے محتاج ہیں اب آگے اللہ تعالیٰ وہ چار نصیحتیں ذکر کررہے ہیں۔

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَ ھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

دوسری نشانی

سمجھدار اور دانا آدمی کی دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد اپنے شاگرد اپنے ماتحت لوگوں کی تربیت کی فکر کرتا ہے۔ آج صرف تعلیم کی فکر ہے تربیت کو ہٹادیا گیا ہے کہ اس کو یہ ہنر اور یہ فن آنا چاہئے۔ اور اس کی تربیت کیسی ہو؟ اس کا عقیدہ کیسا ہو؟ اس کے اعمال کیسے ہوں؟ اس کا کردار کیسا ہو؟ اس کے اخلاقیات کیسے ہوں؟ اس کی فکر نہیں ہے۔ ان چکروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بچہ اسکول میں داخل ہے وہاں اس کو اچھا فن تو سکھلایا جاتا ہے مگر اسی اسکول میں اس کی حیاء اور ایمان کا جنازہ بھی نکلا جارہا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں ہوگا پھر وہی ہوتا ہے جو آج اس ملک میں ہورہا ہے۔

پہلی نصیحت: رب پر ایمان کامل

حضرت لقمان نے جو سب سے پہلی نصیحت کی وہ ہے یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اے میرے پیارے بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا۔ عقیدہ اپنا صحیح کرو سب سے پہلے اپنے بچوں اور اپنے ماتحتوں کا عقیدہ درست کرو کہ ان کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں توحید کا ہونا چاہئے کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ سے مانگیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے امیدیں وابستہ نہ کریں، رزق کا معاملہ ہو، صحت و بیماری کا معاملہ ہو، زندگی کے کسی شعبہ کا مسئلہ ہو، سارے مسائل کا حل صرف اور صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے۔ اسی نصیحت کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ نصیحت کریں تو اس میں محبت کا پہلو ہونا چاہئے یعنی اگر آپ کسی کو نصیحت کریں تو اچھے انداز سے اچھی گفتگو سے کریں، اچھے کلمات سے اس کو مخاطب کریں۔

اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا یٰبُنَیَّ عربی میں بیٹے کو کہتے ہیں ابن۔ تو ہونا چاہئے تھا یَا ابْنِیْ اے بیٹے مگر حضرت نے کہا یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے۔ دیکھو اگر کسی سے بات کرنی ہے تو پہلے اس کو اپنے سے قریب کرنا ہے اور یہ سارے اصول ہم نے کاروبار کے لئے رکھے ہوئے ہیں جس کو مال بیچنا ہو اس کی کتنی قدر اور عزت کی جاتی ہے۔ یہ اخلاقیات اور اچھی گفتگو حضرت لقمان نے تربیت کے وقت اپنے بیٹے کے سامنے کہی تھی اے میرے پیارے بیٹے شرک نہ کرنا، بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

یاد رکھنا زندگی کے جتنے معاملات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں یہ مت سمجھنا کہ کسی مردہ کے پاس چلے جاؤ، کسی قبر کے پاس جاؤ، کسی زندہ کے پاس جاؤ، کوئی گھوڑے سے مانگ رہا ہے اور کوئی جھنڈے سے مانگ رہا ہے، کوئی گائے سے مانگ رہا ہے اور کہتے ہیں یہ گائے خدا ہے استغفر اللہ۔ اسی طرح کوئی کہتا ہے

اس گھوڑے سے مانگیں یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا گھوڑا کراچی میں کہاں سے آ گیا چودہ سو سال ہو گئے ہیں اور وہ گھوڑا ابھی تک ہے۔ کوئی جھنڈے کا کہتا ہے کہ جی یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جھنڈا ہے، یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، پتہ نہیں کیا کیا بناتے ہیں۔

تو حضرت لقمان نے کہا اے میرے پیارے بیٹے شرک نہ کرنا اگر شرک کیا تو ساری نیکیاں برباد ہو جائیں گی۔ امام الانبیاء ﷺ سے زیادہ عظیم شخصیت کوئی نہ تھی مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ نہیں کہا کہ دیکھو تم اگر پریشان ہوئے تو میرے پاس آنا بلکہ فرمایا کہ دو رکعت پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو جو بھی پریشان حال آتا اس کو کہتے کہ جاؤ یہ دعا پڑھو اور گھر میں یا مسجد نبوی میں دو رکعت پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو اللہ تعالیٰ ہی حل کرنے والی ذات ہے۔

اولاد کی تربیت کی پہلی بنیاد کہ اولاد کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے جوڑ دو۔ بیٹا کہے کہ ابو امتحان ہے دعا کرنا آپ اس کو کہو کہ بیٹا وضو کرو دو رکعت پڑھو میں بھی دعا کروں گا آپ بھی دعا کریں انشاء اللہ بہتر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ آئے گی۔ اس کی عادت بچپن سے بناؤ جب بڑا ہو تو وہ خود ہی ہر کام کے لئے جب جائے تو دو رکعت پڑھ کر جائے یہ بات اس کے ذہن میں رچ بس جائے گی اس کا ذہن پھر خود ہی اس کام کے لئے مائل ہوگا۔ جب ہم مر بھی جائیں گے تو ہمارے بچوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوگا تو پھر وہ اپنے بچوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑیں گے اس طرح ساری نسل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے گا۔

تو حضرت لقمان نے پہلی نصیحت یہ کی کہ بیٹے اللہ تعالیٰ سے جڑ جاؤ۔ مسئلہ کا تعلق ابا کے پاس نہیں ہے مسئلہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ابا خود محتاج ہے ساری دنیا محتاج ہے، آپ ﷺ رو رو کر دعائیں کیا کرتے تھے، رات کو اٹھ کر کتنی دعائیں

کرتے تھے نبی ﷺ ۔ اگر کسی نے مسئلہ حل کروانا ہے تو وہ رات کو اٹھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے مسئلہ کو رکھے اللہ تعالیٰ اس کے مسئلہ کو حل کریں گے اب جو اٹھتا نہیں تو وہ مسئلہ کا حل ہی نہیں چاہتا ہے۔

ایک نمازی نے مجھے بتایا کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں حج پر جانا چاہتا ہوں بڑی دعائیں کی ہیں مگر کام نہیں ہورہا ہے تو ایک بزرگ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ رات کو تہجد کے وقت اٹھتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ رات کو تو نہیں اٹھتا ہوں فرمایا کہ وہ وقت ہے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ نے اس وقت اٹھنے کا کہا ہے۔ کہنے لگے کہ وہ آدمی اٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا معاملہ تین دن میں حل کر دیا۔ تو میرے دوستو! وہ اللہ تعالیٰ آج بھی ہے جو آپ ﷺ کے دور میں تھا جو غزوۂ بدر کے موقع پر تھا، جو فرعون کو غرق کرنے کے موقع پر تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح دیتے وقت تھا وہ خدا وہ اللہ وہ رب آج بھی ہے بات اصل یہ ہے کہ میں اس راستہ پر آنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوں۔ بیٹھا ہوا ہوں کوئٹہ کی بس میں، اور کہتا ہوں یا اللہ مجھے لاہور پہنچا دے۔ لاہور جانے کے لئے لاہور کی گاڑی میں بیٹھنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ رات کو اٹھو، جب ساری دنیا سو جائے اس وقت اٹھو اور ہم سے بات کرو اور پھر ہماری اور تمہاری بات ہوگی۔ وہ اللہ اپنے محبوب کو کہتا ہے **يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا** اے چادر اوڑھنے والے اٹھ جاؤ رات میں تھوڑی دیر۔ اب رات میں ایسا تعلق میرا اللہ تعالیٰ سے بن جائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے لینا آجائے۔ حضرت لقمان کے انداز کو جب ہم لیں گے تو اس کا فائدہ زیادہ ہوگا جب ہمارا انداز روکھا ہوگا تو فائدہ کم ہوگا نقصان زیادہ ہوگا، یہی بات اچھے انداز والی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے بھی فرمائی **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ** اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے آپ پر کہ آپ کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے نرمی رکھی ہے یعنی ایسا

پیار رکھا ہے کہ وہ صحابہ کرام جو سخت تھے آپ ﷺ کے پاس آ کر کتنے نرم ہو گئے ہیں وَ لَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ اگر آپ کی گفتگو میں سختی ہوتی اور آپ کے مزاج میں درشتی ہوتی تو یہ مجمع سارا بکھر جاتا۔ یہ جو صحابہ کرام آپ ﷺ کے ارد گرد آ رہے ہیں آپ کے پاس جمع ہیں اس کے پیچھے آپ ﷺ کے مزاج کی نرمی ہے۔

حضرت لقمان نے جو تربیت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کریم میں بطور اصول ذکر فرمایا تا کہ دنیا میں جتنے بھی والدین ہیں وہ اس کو اپنا کر چلیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اگر میں نے اپنی اولاد کی تربیت کی تو یہ ثواب کا کام ہے یہ ثواب اپنی جگہ پر ہے مگر یہ ہماری ذمہ داری بھی ہے۔ اگر میں نے اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کیا تو مجھ سے اس کے بارے میں پوچھ بھی ہوگی۔ بالغ ہونے کے بعد وہ خود اپنے معاملات کا ذمہ دار ہے مگر اس سے قبل جب وہ ہماری ذمہ داری میں ہے تو اس وقت ہم نے اس کی کتنی تربیت کی ہے، ہر آدمی سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھ ہوگی۔

اس لئے ہم اپنی اولاد کی تربیت پیار و محبت سے کریں اور ان کو وقت بھی دیں ہم وقت کیسے دیتے ہیں شام کو کھانا سب اکھٹے کھاتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ ہاں جی سبق سنایا ہے، مدرسہ گئے تھے اور کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔ یہی ساری خرابی ہے، ہم نے ان کو وقت دیا نہیں بلکہ ان کا وقت ہم نے لیا ہے وقت دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دن آپ اپنے بیٹے سے کہیں کہ دیکھو بیٹا آج ایک گھنٹہ آپ کا ہے آپ کی جو بھی بات ہے وہ آپ بیان کریں یہ ہے ان کو وقت دینا، تب جا کر آپ کے سامنے ان کی باتیں آئیں گی اور پھر اچھے ماحول میں ان کی باتیں سنیں اور ان باتوں کو غور سے حل کریں۔ دوسری اہم چیز اپنا تجربہ اپنی اولاد سے شیئر کریں۔ یہ بہت اہم اور ضروری ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے ماتحتوں کے ساتھ پیار سے محبت سے پیش

آئیں تاکہ ان کی بھی جو پریشانی ہے اس کو حل کر سکیں اور اگر ہم اس طرح غیظ و غضب میں چلتے رہے تو پھر اولاد اپنے والدین سے دور ہو جاتی ہے۔

ایک بزرگ بیمار تھے، ان کے بیٹے سے پوچھا کہ کیا حال ہے ابا کا؟ تو کہنے لگا کہ بس جی وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے پاس بیٹھوں مگر میں نہیں بیٹھتا۔ میں نے اس کو کہا کہ آپ ابا کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے ہو؟ کہنے لگا کہ اتنا انہوں نے مجھے ڈانٹا ہے کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں اب وہ فوت ہو گئے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ اب آپ اندازہ کریں ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ میرے ساتھ پیار سے بات کی جائے اور یہی اسلام کا حکم بھی ہے۔

دوسری نصیحت: فکر آخرت

یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِیۡ صَخۡرَةٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِهَا اللّٰهُ

اے میرے پیارے بیٹے تم کوئی بھی اچھا کام کرو یا کوئی برا کام کرو اور اس کو دنیا کے کسی پہاڑ میں یا چٹان میں کسی جگہ بھی یا آسمان کے کسی کونے میں چھپا دو اللہ تعالیٰ اس کو حاضر کر کے رہے گا۔

فکر آخرت یعنی جو کچھ بھی کرو آخرت کو سامنے رکھ کر کرو آج دنیا کے اندر انسانوں کی اور اقوام کی ناکامی اور ذلت کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم صرف دنیا کو سامنے رکھ کر کام کرتے ہیں کہ جی آگے دس سال میں بیس سال میں کیا ہوگا؟ جب میرے بچے جوان ہوں گے تو کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت یہ کہتی ہے کہ آخرت سامنے رکھ کر کام کرو چاہے عبادت کرو تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت ہو، آخرت سامنے ہو چاہے دنیا کی کوئی جائز نوکری ہے جائز ضرورت ہے تو اس کو کرتے وقت آخرت کو سامنے رکھو جو آخرت کو سامنے رکھ کر اپنے امور کو سرانجام دیتا ہے وہ کبھی

بھی بے عزت نہیں ہوتا کبھی بھی رسوانہیں ہوتا۔ ناکام وہ ہوتا ہے جو صرف اور صرف دنیا کو سامنے رکھ کر کام کرے، جو کچھ ہے تو وہ دنیا ہی دنیا ہے جو سوچ صرف اس دنیا تک ہو وہ سوچ بہت چھوٹی ہوتی ہے اس لئے اپنی اس سوچ کو آخرت کے ساتھ جوڑ دو۔ جو کام کریں آخرت کو سامنے رکھ کر کریں اور پھر جو بھی ہم کریں گے اللہ تعالیٰ اس کو حاضر کردے گا۔

اس لئے کبھی بھی کسی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر ترک نہیں کرنا چاہئے کہ میں تو بہت بڑی بڑی نیکیاں کرنے والا ہوں یہ راستہ سے کانٹا کوئی اور ہٹادے گا اتنی چھوٹی نیکی کو میں کیا کروں؟ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ذرہ برابر بھی اگر نیکی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو سامنے لائے گا اور کیا پتہ وہ وقت قبولیت کا ہو اور اللہ تعالیٰ اسی نیکی کے بدلہ میں ہمیں بخش دیں۔ اس لئے کہتے ہیں نیکی اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے جو سامنے آجائے اس کو ترک نہ کرو اس کو فوراً کر ڈالو۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ رائی کے برابر بھی اگر برائی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی سامنے لائے گا کیا پتہ اس چھوٹے سے گناہ کو چھوڑنے پر میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ یہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی ہے یہ دو نصیحتیں وہ تھیں جن کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ ۱۔ خوف خدا ۲۔ فکر آخرت۔

تیسری نصیحت: عبادات کی ادائیگی، نماز کا بیان

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ سب سے پہلا حکم اعمال میں اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا سب سے بہترین طریقہ وہ نمازوں کو قائم کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ آج امت کا ایک بہت بڑا طبقہ نماز نہیں پڑھتا، جو نماز نہیں پڑھتے وہ خود جا کر معلوم کریں کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب سے معلوم کرتے

ہیں کہ جی شوگر بڑھ گئی ہے بلڈ پریشر بڑھ گیا ہے، یہ سارے کام ہم ڈاکٹر سے معلوم کرتے ہیں کبھی یہ بھی معلوم کریں کہ میں نماز نہیں پڑھتا، میری بیوی نماز نہیں پڑھتی، میری اولاد نہیں پڑھتی تا کہ ان کے بارے میں حکم معلوم ہو کہ کتنی سخت سزا اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے؟ اور میں پڑھ بھی رہا ہوں تو گھر میں پڑھتا ہوں، مسجد میں جا کر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ﷺ نے ساری زندگی مسجد میں نماز پڑھی، صحابہ کرام کو مسجد میں نماز پڑھنے کی تاکید کی ہے۔ اور خود آخری وقت بیماری کی حالت میں دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ اور بہانہ کیا بناتے ہیں؟ حالات بہت خراب ہیں، مسجد میں دھماکے ہوتے ہیں پھر تو دفتر اور بازار میں بھی نہ جایا کریں وہاں جو دھماکے ہوتے ہیں، بازار میں جانے کے لئے، دفتر میں جانے کے لئے، سڑکوں میں گھومنے کے لئے حالات ٹھیک ہیں بس صرف مسجد میں آنے کے لئے حالات ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت لقمان نے بیٹے سے کہا کہ نماز کو قائم کرو۔ آپ حضرات بھی قرآن پڑھتے ہیں پورے قرآن کریم میں کہیں بھی یہ نہیں آیا کہ مؤمن نماز پڑھتے ہیں بلکہ فرمایا کہ مؤمن نماز کو قائم کرتے ہیں۔ جو لوگ عربی سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ حدیث کے اندر نماز پڑھنے کے لئے جو لفظ آیا آپ ﷺ نے فرمایا صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِيْ أُصَلِّيْ اے لوگو! ایسی نماز پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو یہ ہے نماز پڑھنا اور قرآن کہتا ہے نماز قائم کرنا۔ نماز قائم کرنے کا مقصد اس کے فرائض، اس کے واجبات، اس کے سنن، اس کے تمام احکام جان کر ان کی مکمل پیروی کرنا جس میں مرد کے لئے باجماعت نماز پڑھنا شامل ہے۔

حدیث مبارکہ میں وارد ہے: آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص ہے جو جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنمی ہے۔ آپ ﷺ کے دور میں جماعت کی نماز منافق بھی نہیں چھوڑتا تھا۔

تو بہر حال حضرت لقمان نے فرمایا یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اے میرے پیارے بیٹے نماز کو قائم کرو۔ اب نماز کے قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خود بھی نماز پڑھو اپنے گھر والوں سے بھی کہو، اپنی اولاد سے بھی کہو۔ ایسا نہیں ہے کہ میں نے اپنی نماز تو پڑھ لی ہے بس باقی جانے اور ان کا خدا جانے۔ ایسا نہیں ہے پیار سے سب کو سمجھائیں کہ نماز کے بغیر تو انسان کا اسلام سے واسطہ ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کو وقت پر اور جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چوتھی نصیحت: دعوت

وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ پھر حضرت لقمان نے فرمایا اے بیٹے نماز تو قائم کرنا مگر اس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں نیکیوں کا پرچار کرنا، نیکیوں کی دعوت دینا، ان کو عام کرنا اور برائیوں کو روکنے کی کوشش کرنا مگر یہ اتنی آسان بات نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیں گے اور لوگ ہمیں لڈو کھلائیں گے ایسا نہیں ہوگا۔ اگر ہم ایک مجمع میں کہیں گے کہ جی چلو اذان ہوگئی ہے نماز کے لئے تو کچھ مانیں گے اور کچھ نہیں مانیں گے اور اگر ہم کسی شادی میں ہیں او ہم نے کہا کہ میوزک بند کرو تو فوراً جواب آئے گا کہ اس مولوی صاحب کو کس نے بلایا ہے؟ ہمارے سارے فنکشن کو خراب کر رہے ہیں وہ کبھی بھی ہمیں یہ نہیں کہیں گے کہ ہم اچھی بات کر رہے ہیں بلکہ کہیں گے سارے یہاں سے نکلو، ہماری تقریب خراب نہ کریں۔

میں ایسا واقعہ جانتا ہوں کہ اماں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا شادی میں گانا نہ بجانا تو بیٹے نے جواب دیا، اماں آپ کو آنے کی ضرورت نہیں ہے، آخر کار گانا بجا اور اماں شادی میں نہیں گئی۔ یہی لوگ جب خود بوڑھے ہوتے ہیں تو پھر ان کی اولاد کو خدا ان کا دشمن بنا دیتا ہے۔ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے نیکی کی دعوت، برائی سے روکنا۔ آپ نے کسی سے کہا کہ بنک سے کاروبار چھوڑ دو یا نوکری نہ کرو تو کہے گا اس کے ساتھ

دوستی چھوڑ دو اس کو آئندہ کے بعد دفتر میں نہ بلایا کرو ساری دنیا کر رہی ہے صرف ہم ہی چھوڑ دیں؟ کیسے کیسے جواب دیتے ہیں کہ انسان کی عقل حیران ہو جاتی ہے۔

وَ اصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ اَصَابَکَ اب فرمایا کہ جب آپ نیکی کی دعوت دیں گے اور برائی سے روکیں گے تو اس راستہ میں تکلیف آتی ہے، اسے برداشت کریں اس راستہ پر تکلیف آنی ہی آنی ہے بس آپ کو بہت ہی صبر کرنا پڑے گا اِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ بیشک یہ بہت ہمت والے کام ہیں۔ ہر آدمی یہ کام نہیں کر سکتا ہے۔ اسلام کے اور دین کے داعی کم ہمت نہیں ہو، وہ ڈرپوک نہیں ہوتے، وہ کہتے ہیں کہ مرنا ہے تو مرجائیں گے، ختم ہو جائیں گے۔ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کے دین پر مرجائے اور اس پر شہادت مل جائے تو اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

اِذ الابدانُ للموتِ اُنۡشِئَتۡ   فقتل امرئ بالسیف و اللہ افضل

ترجمہ: جب بدن بنا ہی اس لئے ہے کہ اس نے مرجانا ہے، گھل جانا ہے۔ پھر تو اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس کا شہید ہونا بہت اچھا ہے۔

تو حضرت لقمان نے فرمایا کہ جب تم نیکیوں کا حکم دو گے تو تمہیں کوئی گلاب کا ہار نہیں پہنائے گا، لوگ ہمارے خلاف ہوں گے، ہماری مخالفت کریں گے اگر ہم با ہمت ہوں اور ہمارے عزم میں پختگی ہو تو ثابت قدم رہنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہوئے اس میدان میں آئیں۔

پانچویں نصیحت: اخلاقیات

اور آخر میں حضرت لقمان نے جو نصیحت کی ہے وہ ہے اخلاقیات کی وَ لَا تُصَعِّرۡ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا اور نہ پھلا اپنے گال کو لوگوں کے سامنے اور نہ چلو زمین میں اکڑتے ہوئے یعنی اپنی زندگی سے تکبر کو نکالو۔

اب تکبّر کس کو کہتے ہیں؟ تکبّر کا معنی ہے حق کا انکار کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ذلیل سمجھنا یہ تکبّر ہے۔

ایک شخص نے مجھے آ کر کہا کہ میرا پارٹنر کہتا ہے کہ نہ میں اللہ جانتا ہوں نہ رسول جانتا ہوں اور نہ ہی میں دنیا کا کوئی اصول جانتا ہوں، میں تو صرف پیسہ جانتا ہوں۔ یہ ایک مسلمان کے الفاظ ہیں، یہ تکبّر کی انتہاء ہے یہ انسان کو برباد کرتا ہے اور ذلت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمیں ایسے الفاظ کبھی بھی ادا نہیں کرنے چاہئیں جن سے ہمارا اللہ اور رسول ﷺ ہم سے ناراض ہوں بلکہ اگر کوئی معاملہ ہو جائے تو انسان کو کہنا چاہئے کہ جو اللہ اور اس کا رسول کہتا ہے ہم اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بڑھ کر اس کائنات میں انسانیت کا خیر خواہ کوئی بھی نہیں ہے۔

تو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَ اقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ انسان کی تین حالتیں ہوتی ہیں یا تو انسان کسی کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے یا کوئی انسان بول رہا ہوتا ہے یا کوئی انسان چل رہا ہوتا ہے۔ حضرت لقمان نے تینوں حالتوں میں اپنے بیٹے کو تکبّر سے منع کیا وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا یعنی اس طرح سے مت دیکھو کہ اگلا سمجھے کہ ابھی مجھے یہ کھا جائے گا، اس سے منع فرمایا ہے اور گال کو اس طریقہ پر مت رکھو کہ دوسرا کہے کہ اس سے فوراً ہی اٹھ کر چلے جائیں۔ متکبّرانہ کیفیت کے ساتھ مت بیٹھو عاجزی کے ساتھ بیٹھو۔ آپ ﷺ صحابہ کرام میں اتنی سادگی کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ بیٹھتے تھے کہ آنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ نبی ان میں کونسا ہے؟ عاجزی انسان کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتی ہے۔

اس کے بعد چلنا ہے وَ لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا فرمایا کہ زمین پر اکڑتے ہوئے مت چل۔ آج تو اللہ تعالیٰ معاف کریں کہ لوگ ایسے چلتے ہیں کہ جیسے زمین انہوں نے بنائی ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا کیا تم اکڑ کر چلو گے تو تم زمین کو پھاڑ دو گے؟ یا تم آسمان کی بلندی تک پہنچ جاؤ گے؟ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، تکبّرانہ چال میں ہر قوم کی الگ الگ ترتیب ہے، کوئی اپنے کپڑے کو خوب پاؤں سے نیچے لٹکا کر چلتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ گذشتہ اقوام میں سے ایک شخص کپڑے کو نیچے لٹکا کر تکبّرانہ چال چل رہا تھا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کو پکڑلو۔ کسی کے ہاں جوتیاں بنائی جاتی ہیں ان سے آوازیں نکلتی ہیں اور وہ اس آواز کے ذریعہ تکبّر کرتا ہے۔ یہ تکبّر اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے یہ ذلت کے راستے ہیں۔

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اپنی آواز کو پست رکھو یعنی جب آپ کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو اس وقت چیخیں مت۔ حضرت لقمان کی یہ نصائح بہت قیمتی ہیں، در حقیقت مفسّرین فرماتے ہیں حضرت لقمان حکیم بھی تھے اور اپنے وقت کے حاکم اور حکمران بھی تھے، وہ اپنے بیٹے کو حکمت بھی بتارہے تھے لیکن قیادت، سیادت اور حکمرانی کے اصول بھی بتارہے تھے کہ اگر دنیا کے اندر تم نے قیادت کرنی ہے تم نے سیادت کرنی ہے تم نے کسی طبقہ کو لے کر چلنا ہے تو یہ بنیادی باتیں تمہاری زندگی میں ہونی چاہئیں کہ تمہارا عقیدہ توحید کا ہو، آخرت کی فکر مدنظر ہو، معاشرے اور ماحول میں نماز کا اہتمام ہو، اپنے ماحول میں ایک دوسرے کو نیکیوں کی دعوت دینے والے ہو اور ایک دوسرے کو برائی سے روکنے والے ہو جب آپ کے معاشرے میں برائی کی حوصلہ افزائی نہیں ہوگی تو لوگ برائی سے کٹتے چلے جائیں گے نیکیوں کی حوصلہ افزائی ہوگی تو معاشرے میں نیکیاں عام ہوں گی۔

ہمیں اس دعوت کو عام کرنا چاہئے تب جا کر ہمارا ماحول ٹھیک ہوگا، ہمارا محلّہ ، ہمارا گھر ٹھیک ہوگا اور پھر اس معاشرے کے افراد کے اندر تکبّر نہ ہو اس لئے کہ تکبّر کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے شکر سے محروم ہو جاتا ہے بہت ساری اچھائیوں سے انسان تکبّر کی وجہ سے محروم ہو جاتا ہے تکبّر نہ کرو تکبّر نے شیطان کو تباہ و برباد کیا ابی و استبکر و کان من الکفرین تکبّر کیا اور فوراً کفر میں چلا گیا تو معلوم ہوا کہ تکبّر انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

حضرت لقمان نے بیٹے سے کہا تھا اگر تم حکمران بھی بن جاؤ تو تکبّر مت کرنا، شکر ادا کرنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء کرام کا سردار بنایا ہے لیکن میں فخر نہیں کرتا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے ایسے کلمات دے گا میں ان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا مگر میں فخر نہیں کرتا۔ حضرت لقمان نے کہا بیٹا تکبّر کسی حال میں نہ کرنا نہ چلنے میں، نہ بات کرنے میں اور نہ بیٹھنے میں۔ تکبّر جس نے بھی کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا و آخرت میں ذلیل کیا ہے۔ ابو جہل نے تکبّر کیا ذلیل ہوا، فرعون نے تکبّر کیا ذلیل ہوا، قارون نے تکبّر کیا ذلیل ہوا۔ جو بھی تکبّر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دستک دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
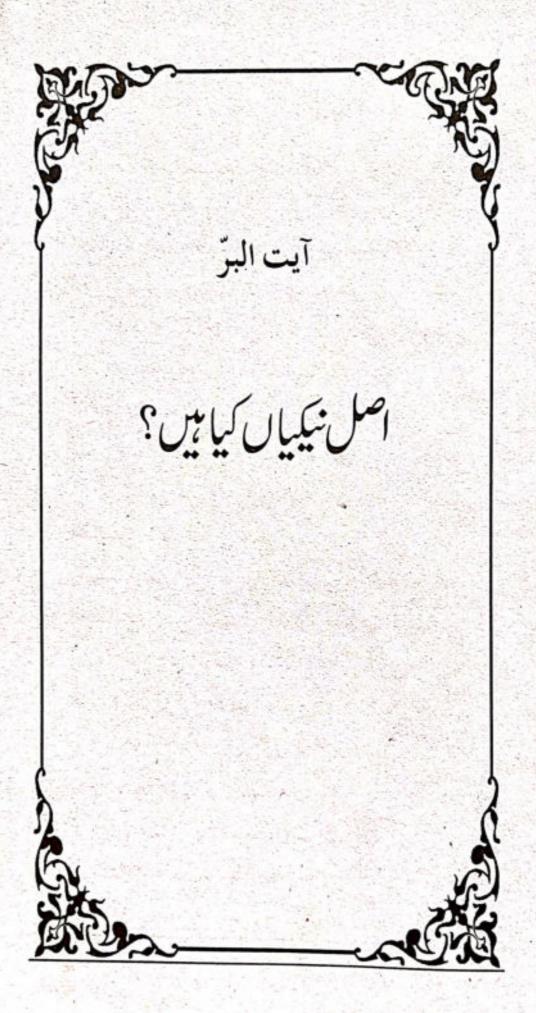
آمین

آیت البرّ

اصل نیکیاں کیا ہیں؟

اصل نیکیاں کیا ہیں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ پارہ۲ آیت ۱۷۷ سورۃ البقرہ

آیت مبارکہ کا ترجمہ: نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی تو اس شخص کی ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور قیامت کے دن پر اللہ کے فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور اللہ تعالیٰ کے سب نبیوں پر اور دیا اس نے مال باوجود مال سے محبت ہونے کے اپنے قرابت داروں کو، یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور محتاجوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں اور اس نے نماز قائم کی اور زکوۃ

ادا کرتا رہا اور وہ اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب عہد کرتے ہیں اور سختی و تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متّقی ہیں۔

میرے محترم دوستو اور قابل احترام بزرگو! اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے پورے دین اور اسلام کا خلاصہ پیش کیا ہے اور اس بات کو پیش کیا ہے کہ نیکی کا اصل تصور اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا ہے؟ کونسا انسان نیکوکار کہلاتا ہے؟ اب ہوتا کیا ہے؟ ایک آدمی ایک کام کے پیچھے پڑ گیا اور وہ سمجھتا ہے کہ ساری نیکیاں اسی میں ہیں۔ نیکی کسی دائرے کے اندر بند نہیں ہے کہ بس اسی دائرے کے اندر ہی نیکی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہوا کہ اہل کتاب نے تحویل قبلہ کے خلاف سخت پروپیگنڈہ کیا وہ کہتے تھے کہ نماز میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنا ہی اصل نیکی ہے اور اگر اس طرف رخ نہ کیا جائے تو کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگی اور ان کے مطابق جب مسلمانوں نے اپنا قبلہ تبدیل کر لیا اب ان کی ساری نیکیاں ضائع ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اہل کتاب کے اس نظریہ کی تردید فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ خود نیکی کی حدود بتاتے ہیں وَلٰــكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ہر انسان نے نیکی کا اپنا ایک تصور قائم کیا ہے یا بدی کا ایک تصور قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکی وہ ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نیکی کہے اور برائی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ برائی کہے از خود نیکیوں کو قائم کرنا، خود ہی کہنا کہ یہ نیکیوں کے کام ہیں ایسا نہیں ہے جب تک اس نیکی پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مُہر نہیں ہے، اس وقت تک وہ نیکی ہو ہی نہیں سکتی ہے۔

اس کی مثال آپ اس طرح سمجھیں کہ پانچ ہزار کا بہت ہی خوبصورت اور نیا

نوٹ ہے مگر اس پر حکومت پاکستان کی مہر نہیں لگی ہوئی ہے تو آپ بتائیں کہ اس نوٹ کی کوئی حیثیت ہے؟ اس سے تو پانچ روپیہ کیا بلکہ پانچ پیسہ کی بھی چیز نہیں ملے گی بلکہ صرف یہ نہیں بلکہ الٹا بہت بڑا جرم ہے اور اس کی سخت سزا ہے کہ آپ نے جعلی کام کیا ہے۔

بالکل اسی طرح وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں بتائے اور ہم اسے نیکی سمجھ کر کر رہے ہیں تو صرف یہ نہیں کہ ہمیں اجر نہیں ملے گا بلکہ الٹا گناہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی نیکی تب نیکی ہے اور کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہے وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے کہا اور اس کے رسول ﷺ نے اس عمل کو کر کے دکھایا اب اس پر مہر لگ گئی اب اس عمل کے کرنے پر اجر ملے گا۔

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بعض بدعات کے متعلق ذکر کیا ہے جو اس زمانے میں ہوتی تھیں مثلاً ایک بدعت اس زمانے میں یہ تھی کہ اگر کوئی آدمی حج یا عمرے کا احرام باندھ کر گھر سے نکل گیا تو اگر اس کو کوئی چیز یاد آ گئی تو وہ واپس گھر میں اپنے گھر کے دروازے سے نہیں آتا تھا بلکہ وہ مکان کی پچھلی طرف سے آتا تھا مثلاً کھڑکی وغیرہ سے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ذکر کیا ہے

لَيۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُيُوۡتَ مِنۡ ظُهُوۡرِهَا وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ
مَنِ اتَّقٰى وَاۡتُوا الۡبُيُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِهَا

پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے گھر میں پیچھے کی طرف سے آؤ بلکہ تم دروازوں سے آؤ، تقویٰ اختیار کرو، یہ کیا تم نے خود ہی ایک طریقہ بنا دیا ہے؟ اس کو کون نیکی کہتا ہے یہ نیکی کبھی نہیں ہو سکتی جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا۔

اللہ تعالیٰ نے کونسی نیکی کا حکم دیا ہے؟

پہلی نیکی: ایمان باللہ

وہ ہے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ایمان لاؤ، اور ایمان نام ہے عقیدہ کی درستگی کا کہ ہمارا عقیدہ درست ہونا چاہئے اگر ہمارا عقیدہ درست نہیں ہے تو ہم کتنی ہی نیکیاں کیوں نہ کریں ہماری بنیاد ہی ٹیڑھی ہے عمارت مضبوط نہیں ہوگی۔ جب تک عقیدہ درست نہیں ہوگا اس وقت تک کوئی عمل قبول نہیں ہے۔

یہود اور نصاریٰ، عرب کے مشرکین اس صحیح عقیدہ سے محروم تھے ان کا عقیدہ مشرکانہ تھا جو اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تھا اسی وجہ سے ان کی ساری نیکیوں کو رد کر دیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی ذات، اس کی صفات پر ایمان لانا نیکی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان جس طرح ضروری ہے اسی طرح اس کی صفات کو ماننا بھی لازمی ہے۔

دوسری نیکی: ایمان بالآخرۃ

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ آخرت کے دن پر ایمان لانا یہ ایمان کا جز ہے اس کے بغیر انسان کافر ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا موت کے بعد دوبارہ اٹھنا، حساب و کتاب کا ہونا، نیکی اور بدی کا امتیاز، پل صراط سے گزرنا، دوزخ اور جنت وغیرہ یہ ساری چیزیں ایمان بالآخرت میں شامل ہیں۔ اگر انسان میں خوف خدا نہ ہو فکر آخرت نہ ہو تو اس انسان کو شیطان استعمال کرتا ہے اور یہ انسان پھر شیطان کے ہاتھ کا کھلونا بن جاتا ہے شیطان سے بچانے والی طاقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور جب انسان کے دل میں خوف خدا، اللہ تعالیٰ کی عظمت، اللہ تعالیٰ کی بڑائی، اللہ تعالیٰ کی محبت، خالقیت، مالکیت جب یہ سب کچھ ہوگا تو پھر اس کے دل میں خوف خدا ہوگا وہ پھر کبھی بھی ایسا

کام نہیں کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہوں نیکی اس شخص کی ہے جو ان سب چیزوں پر ایمان لایا۔

مشرکین کا فراس عقیدہ سے خالی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے اِءِ ذَا مِتْنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَئِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (سورۃ الصفٰت آیت ۱۶) کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیوں کی صورت اختیار کرلیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ مطلب یہ ہے کہ اگر ہمیں واقعی دوبارہ زندہ کیا گیا تو یہ ہمارے لئے گھاٹے کا سودا ہوگا کیونکہ اس دوسری زندگی کے لئے ہم نے کوئی تیاری نہیں کر رکھی ہے۔ انسان کو اس طرف بھی دیکھنا چاہئے کہ یہ آسمان زمین اور چاند، ستاروں کی تخلیق انسان کی تخلیق سے زیادہ مشکل ہے جب اللہ تعالیٰ ان مشکل مخلوقات کو عدم سے وجود میں لے آئے تو گارے سے بنے ہوئے انسان کو ایک مرتبہ موت دے کر دوبارہ پیدا کر دینا اس کے لئے کیا مشکل ہے؟

تیسری نیکی: ایمان بالملائکۃ

وَالْمَلٰئِکَۃِ یہ اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ نے زمین اور اس کائنات کی تخلیق سے لاکھوں سال پہلے پیدا فرمایا ہے ان پر بھی ایمان لانا نیکی کا حصّہ ہے۔

چوتھی نیکی: ایمان بالکتب السابقہ

وَالْکِتَابِ یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی کتابیں نازل فرمائی ہیں سب پر ایمان لانا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے جو بھی کتاب اتاری اس پر میرا ایمان ہے کہ وہ برحق ہے۔ پہلی کتابوں کے صرف برحق ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے عمل کرنا ضروری نہیں ہے البتہ قرآن کریم پر ایمان لانا

بھی ضروری ہے اوراس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

پانچویں نیکی: ایمان بالنبیین

وَالنَّبِيِّينَ اوراللہ تعالیٰ کے سب نبیوں پرایمان لاناضروری ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک جتنے بھی رسول اور نبی مبعوث ہوئے ہیں سب پرایمان لاناضروری ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (سورۃ البقرہ آیت ۲۸۵) ہم کسی رسول میں فرق نہیں کرتے ہیں۔

خلاصہ بیان ان تمام جزئیات کا یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا لازم ہےان میں سے کسی چیز کا انکار یا کسی چیز میں شک کرنا گمراہی کے مترادف ہے یہ ہے اصل نیکی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

اس کے بعد نیکی کے باقی اجزاء کا بیان ہے جن کا تعلق تہذیب نفس سے ہے یامال سے ہے یا پھرانسان کے بدن کے ساتھ ہے۔

چھٹی نیکی: انفاق

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ

نیکی کا دوسراسب سے بڑا عملی مظہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ترس کھاؤ، نمازاورزکوٰۃ کواس کے بعد ذکر کیا اس لئے کہ نماز کا اور زکوٰۃ کا اپنا اپنا وقت متعین ہے، انسانوں سے تو دن رات صبح وشام کا واسطہ ہے انسان ہے تو انسانوں میں جائے گا مسجد میں آئے تو انسانوں سے واسطہ، باہر جائے تو انسانوں سے واسطہ، دفتر میں جائے تو لوگوں سے واسطہ، گھر میں گئے تو لوگوں سے واسطہ، غمی خوشی میں جائیں گے تو لوگوں سے واسطہ یہ ہر وقت کا واسطہ ہے

نماز تو ایک متعین وقت میں ہے لوگوں سے ملنا تو ہر وقت ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ یہ نیکی ہے۔ جس طرح نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اچھا برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جن کو فائدہ پہنچانا ہے وہ ہمارے رشتہ دار ہیں۔

آج معاشرے میں کیا ہوتا ہے؟ کہ لوگ دنیا میں ہر کسی کو صدقہ دے رہے ہیں، کھانا کھلا رہے ہیں، لوگوں کے کام کر رہے ہیں اور افسوس کی بات ہے کہ اپنے حقیقی بھائی کو، حقیقی بہن کو، بھانجے، بھتیجے کو نہیں پوچھیں گے اپنے خاندان کے اندر دیگر رشتہ داروں کی پریشانی پر انہیں کوئی دکھ نہیں ہے یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے کہ سب سے پہلے ذَوِی الْقُرْبٰی قریبی رشتہ دار کا حق ہے پھر اس کے بعد معاشرے کے کمزور لوگ ہیں، یتیموں اور مسکینوں کی حاجت پوری کرنا یہ بھی نیکی میں شامل ہے اور پھر وہ مسافر بھی امداد کے مستحق ہیں جن سے زادِراہ ختم ہو گیا ہو تو ایسے شخص پر خرچ کرنا یا اس کی تکلیف کو دور کرنا یہ بھی نیکی ہے۔ چوتھے نمبر پر وہ محتاج ہے جو معاشرے میں سوال کرتا ہو اس کو آخر میں رکھا ہے۔ بہر حال اس کی ضرورت کو بھی پورا کرنا نیکی کا کام ہے اس سے معاشرے میں ایک دوسرے سے محبت پیدا ہوگی یہی حسن معاشرت ہے۔

اور آج معاشرے میں ہم بھی رہتے ہیں ہم کتنا خیال رکھتے ہیں؟ کس اخلاق سے ہم اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے پیش آتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! قیامت کے دن تمہارے ترازو میں جو نیکیاں تولی جائیں گی سب سے وزنی نیکی جو ہے وہ تمہارے اچھے اخلاق ہیں، تمہاری اچھی گفتگو ہے اچھی باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى

سورۃ البقرہ آیت ۲۶۳

اچھی بات کرنا، خوبصورت بات کرنا بہتر ہے اس صدقہ سے جس کے پیچھے ایذاء ہو، مانگنے والا آجائے تو اس کو کہتے ہیں کہ کل تو آپ کو دیا تھا آج پھر آ گئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اس کو یہ بات مت بولو، آپ کا دل نہیں چاہتا، آپ مطمئن نہیں ہیں مت دو اس کو۔ لیکن اس کو روکھا جواب مت دیں اچھی بات کریں، بھائی صاحب معافی چاہتا ہوں میں آپ کا کام نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائیں میں آپ کے لئے دعا ہی کر سکتا ہوں کسی انسان کو تکلیف، اذیت یہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند نہیں کرتے۔

آپ ﷺ سے صحابہ کرام نے عرض کیا کہ فلاں عورت بڑی نماز، روزے رکھتی ہے مگر پڑوسی اس سے بڑے تنگ ہیں پڑوسیوں کو ہر وقت تکلیف دیتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہنمی عورت ہے۔ جو زبان سے دوسروں کو تکلیف دیتے ہیں بدزبانی، بدگمانی، بداخلاقی، ایذائیں، بدتمیزی یہ تو اسلام میں حرام ہیں۔

صحابہ کرام نے پھر عرض کیا کہ ایک عورت ہے وہ اپنے معمول کے مطابق نمازیں اور روزے رکھتی ہے مگر پڑوسیوں سے اچھے اخلاق رکھتی ہے پڑوسیوں کا بڑا خیال رکھتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جنتی عورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو بُرا بھلا کہنا یہ تو فسق، فجور ہے، گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کو فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ اللہ تعالیٰ کی آپ پر بڑی رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طبیعت کو بڑا نرم بنایا ہے۔ آپ ﷺ کبھی کسی کو دکھ اور تکلیف نہیں دیتے تھے آپ اندازہ کریں

کہ ایک سال آپ ﷺ نے اعتکاف نہیں کیا ہے اس وجہ سے نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ مسجد میں تین چار خیمے لگے ہوئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ خیمے کس نے لگائے ہیں؟ فرمایا کہ یہ خیمے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا، اماں حفصہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج نے لگائے ہیں۔ ازواج مطہرات نے کہا کہ ہم بھی بیٹھیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ ساری بیٹھ گئی تو بڑا مسئلہ ہوگا اب میں کس کو منع کروں اور کس کو اجازت دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس سال اعتکاف میں بیٹھ ہی نہیں رہا۔ اب ظاہر ہے ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کے بغیر بیٹھنا ہی نہیں تھا اور خیمے خود بخود شام کو ہٹا لئے گئے اور آپ ﷺ اس سال اعتکاف میں بیٹھے ہی نہیں ہیں یعنی آپ ﷺ نے اتنا بھی گوارہ نہیں کیا کہ اگر میں کسی زوجہ سے کہوں تو اس کی دل آزاری ہو جائے اور اس کا دل دکھ جائے۔

آپ ﷺ نے کتنی زبردست بات کہی ہے کہ دیکھو میں تو دنیا سے چلا جاؤں گا میری امت ہوگی اور جس نے میری امت میں سے کسی ایک امتی کو خوش کیا اس نے قبر میں مجھے خوش کر دیا اور جس نے مجھے قبر میں خوش کیا میرا اللہ قیامت کے دن اسے خوش کرے گا۔ اب اگر ہم اس نیت کو لے کر اپنے رشتہ دار کے پاس جا رہے ہیں کہ میرے جانے سے وہ خوش ہو جائے گا اور اس کام سے میرے نبی ﷺ قبر میں خوش ہوں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے خوش کریں گے جب اس جذبہ سے جائیں گے اور یہ حدیث سنائیں گے تو اس کی الگ برکات ہیں اور اس کو بتائیں کہ میں آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آیا ہوں میری اور کوئی غرض نہیں ہے۔ آج اس کام کو ہم نے بھلا دیا ہے کہ میرے اخلاق کیسے ہیں؟ میرے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کیسے ہیں؟ اس کا مجھے علم ہی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کی کوشش کرتا ہوں۔

ساتویں نیکی: عبادات کا اہتمام

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیسرے مرحلہ میں عبادات کو ذکر فرمایا ہے وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ فرمایا کہ تیسرا کام آپ کا پھر یہ ہے نمازوں کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو یعنی تمہاری مالی عبادت بھی درست ہو اور تمہاری بدنی عبادت بھی درست ہو۔ آپ اپنے فرائض کا پورا اہتمام کریں نماز کے ذریعے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست ہوتا ہے اور اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے جب آپ کی ذات سے لوگوں کو فائدہ ہوگا لوگوں کو آپ سے نفع ملتا ہو تو اس سے آپ کی عبادات جاندار ہوں گی، اب آپ آئیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادات کریں، نمازوں کو ادا کریں، زکوٰۃ ادا کریں، حج کریں۔ زکوٰۃ بھی مالی عبادت ہے یہ دونوں اتنے اہم فرائض ہیں جن کے ذریعے ایک طرف اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہے اور دوسری طرف مخلوق خدا کے ساتھ روابط بڑھتے ہیں، ان دونوں امور کو بھی نیکی میں شامل کیا ہے۔ عبادات کا تو ہر کسی کو پتہ ہے کہ یہ نماز اور زکوٰۃ میرے اوپر فرض ہے مگر اصل بات ہے معاشرت اور معاملات کی۔ اس میں ہم کس حد تک عمل کرتے ہیں؟ اس پر سوچنے کی ضرورت ہے۔

آٹھویں نیکی: وعدہ کی پاسداری

اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد چوتھے نمبر پر معاملات کو ذکر فرمایا ہے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا یعنی نیکی ان لوگوں کی ہے کہ جب وہ وعدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں، ایفائے عہد حسنِ اخلاق اور حسن معاشرت کا ایک بنیادی اصول ہے۔ معاملات ہمارے درست ہونے چاہئیں، ہم مارکیٹ میں ہیں، بازار میں ہیں، فیکٹری میں ہیں وہاں بھی اللہ تعالیٰ کے دین کو زندہ کریں۔ آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام بازار جاتے تھے قرآن کریم میں ذکر ہے مشرکین نے اعتراض کیا مَا لِهٰذَا

الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی جاتا ہے۔ آپ ﷺ بازار جاتے تھے اپنے لئے چیزیں وغیرہ خریدتے تھے، صحابہ کرام مارکیٹوں میں کاروبار کرتے تھے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ مارکیٹ بدترین جگہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں دھوکے ہوتے ہیں، وہاں لوگ جھوٹ بولتے ہیں، وعدہ خلافیاں کرتے ہیں اس وجہ سے بازار برا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ بازار ہمیں جانا ہی نہیں ہے اگر ہم بازار گئے تو ہمارا تقویٰ خراب ہو جائے گا۔ یاد رکھیں بازار میں دھوکہ اور جھوٹ نہیں ہونا چاہئے اس فعل نے بازار کو برا کر دیا ہے، ہم دھوکے کے ساتھ مال کو فروخت کر رہے ہیں وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ وہ لوگ جو اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں جب وہ وعدہ کرتے ہیں اور جب آپ وعدہ پورا کرتے ہیں تو یہ آپ کی کمال نیکی ہے۔

مثلاً آپ نے کسی کے ساتھ یہ وعدہ کیا کہ میں فلاں تاریخ کو آپ کو مال دے دوں گا یا میں آپ کو فلاں تاریخ کو پیسے دے دوں گا اور آپ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ میں وعدہ کو پورا کروں اس پر اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دیتے ہیں، آپ کی تعریف کرتے ہیں کہ یہ نیکی ہے۔ آج ہم نے کیا کام شروع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، کسی کے ساتھ وعدہ کر لیا، اب جب وہ آجاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جی ابھی تو میں عمرے کے لئے جا رہا ہوں بعد میں بات کرتے ہیں۔ ارے بھائی! آپ نے وعدہ کیا تھا آگے سے کہتے ہیں کہ ہاں وعدہ تو تھا مگر ابھی بچے کہتے ہیں عمرہ کر لیں یا رمضان المبارک ہو گا تو کہتے ہیں ابھی تو رمضان المبارک ہے میں رمضان میں باتیں نہیں کرتا ہوں میں عبادت میں مشغول ہوتا ہوں رمضان کے بعد بات کریں گے۔

یعنی ہم نے اپنی نیکی کی الگ بنیاد بنائی ہوئی ہے کہ جناب میں تو عمرہ کرنے جا رہا ہوں یہ بڑی نیکی ہے، پیسہ دینا تو کاروبار ہے بعد میں دے دیں گے کوئی مسئلہ

نہیں ہے۔ ہم عمرہ کرنے جا رہے ہیں یہ ہماری نفلی عبادت ہے مگر ہم نے جو پیسہ ادا کرنا ہے یا جو مال دینا ہے جس کا وعدہ کیا ہے، ہم اس وعدے کی وعدہ خلافی کر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہیں اس عمرے کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ نیکی اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے کہ جب وعدہ کرو تو اس کی پاسداری کرو یا تو ہم معذرت کریں کہ میں نے بات تو کی تھی مگر وہ پوری نہیں ہو سکی، اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو میں اپنا یہ کام کر لوں اور آپ کو فلاں تاریخ تک مال یا پیسے وغیرہ جو بھی ہے دے دوں گا۔ اگر وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے تو پھر تو الگ بات ہے اب ہم عمرہ کریں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ ہم تو اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اور بات تک کرنا گوارا نہیں کرتے آگلے کو اس وقت پتہ چلتا ہے جب یہ سعودی عرب میں ہوتا ہے پھر اس کا اثر بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس بھی آگئے ہیں، مؤمن آدمی کبھی بھی ایسا کام نہیں کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی میں کوئی ایک وعدہ خلافی بھی نہیں ہے۔ چالیس سال نبوت سے پہلے ایک وعدہ بھی نہیں توڑا اس لئے تو مکہ والے کہتے تھے ایسا پیارا انسان تو ہم نے نہیں دیکھا ہے۔

تو میرے دوستو! یہ معاملات کو درست کرنا وعدے کا ایفاء کرنا، جو چیز ہم نے دکھائی ہے وہ ہی چیز دینا، سیمپل کچھ اور مال کچھ اور دکھایا کچھ اور اس کی طرف بھیجا کچھ، چلتا ہے اس کو بھی ڈال دو بیچ میں۔ اندازہ کریں ہم نمازی ہیں، ہم حاجی ہیں، ہم بزرگ ہیں، ہم نیک بھی ہیں اور اسی طرح ہیں، ہم بہت ہی اچھے آدمی ہیں اور جواب کیا دیتے ہیں کہ وہ تو ساری دنیا کر رہی ہے۔ ساری دنیا تو بہت کچھ کر رہی ہے دنیا تو جہنم کے راستے پر جا رہی ہے کیا ہم بھی اس راستہ پر جانا چاہتے ہیں؟

یاد رکھیں جو بھی آدمی وعدہ کی پاسداری نہیں کرتا ہے اس کی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخیر میں یہ دو چیزیں ذکر کی ہیں

ایک معاملات کی اور دوسری صبر کی۔ تمہارے معاملات درست ہونے چاہئیں اور اگر معاملات میں کوئی نقصان ہوتو اس پر صبر کرو۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کے متعلق قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اپنے عہد کو پورا کرو (سورۃ المائدہ آیت ۱) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۴) اپنے وعدہ کا پاس کیا کرو قیامت کے دن اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ وعدہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا اس کی مخلوق سے ہو اس کی وفا لازم ہے۔

آج معاشرے میں شادی میں جو کارڈ تقسیم ہوتے ہیں اس میں وقت لکھا ہوتا ہے ۹ بجے لیکن کھانا شروع ہوتا ہے ۱۱ بجے اب کتنا بڑا دھوکہ ہے کتنا بڑا جھوٹ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیکی کا تصور یہ ہے کہ وعدہ کا پورا کرنا۔

نویں نیکی: مشکلات پر صبر

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پانچویں بات ذکر کی ہے وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ صبر کرنے والے ہیں سختی اور تکلیف میں مثلاً کوئی مالی یا جانی نقصان ہو جائے، کوئی بھی ایسا معاملہ ہو جائے جو انسان کو پریشان کرنے والا ہو اس پر صبر کرنا یہ نیکی ہے۔ یہ جو دو باتیں اللہ تعالیٰ نے آخیر میں ذکر کی ہیں مفسّرین لکھتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں تربیت کا تقاضہ کرتی ہیں۔

- انسان بڑا نمازی ہوگا مگر تھوڑا سا معاملہ کرو تو آدمی معاملہ کر کے پچھتا جاتا ہے کوئی بھی معاملہ کرلیں رشتہ کرلیں، ظاہر میں ایسا تھا کہ دیکھنے والا کہتا تھا کہ اس سے بڑا مؤمن کوئی نہیں ہے مگر جب اس کے اندر دیکھا گیا تو اس کا حال ہی کچھ اور ہے اس کی لمبی نماز کو دیکھ لیا، اس کی لمبی قمیض کو دیکھ لیا اور اس سے کاروبار کرلیا اب پیسے لئے اور بندہ غائب ہو گیا، اب یہ بے چارہ رو رہا ہے کہ جی میں نے تو بڑا نمازی سمجھا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آخیر میں یہ ذکر کر کے یہ بتادیا ہے کہ انسان کو جانچو اور اس کو پرکھو، نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھو، کہ جی امام صاحب یہ آپ کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ ارے بھائی! ہمارے پیچھے بہت سارے نماز پڑھتے ہیں مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے پیچھے عبداللہ بن ابی نماز پڑھتا تھا تو کیا ہوا اس کا؟ وہ بھی منافق تھا۔ نمازی تو ہوگا مگر کردار نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نیکی نہیں ہے۔ نیکی کیا ہے؟ عقیدے کی درستگی، حسن معاشرت، عبادات کی درستگی، معاملات کی درستگی اور آپ کے اخلاق کی درستگی کہ آپ کے اندر برداشت کتنا ہے آپ کے اندر صبر کتنا ہے؟ یہ ہیں وہ نیکیاں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اگر ہمارے اندر برداشت ہے، ہم نے اپنے آپ کو نیکی کا پابند کیا ہوا ہے کہ میں نے نماز پڑھنی ہے، میں نے روزہ رکھنا ہے، میں نے دھوکہ نہیں دینا، میں نے سچ بولنا، برائی سے بچنا، نیکی پر اپنے آپ کو پابند کرنا ہے، تکلیف آئے تو شور شرابہ نہیں کرنا، اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے اپنی حاجت کو رکھنا ہے، مشکلات کو برداشت کرنا ہے۔

اسی برداشت سے انسان کی قیمت لگتی ہے، اسی سے انسان کا پتہ چلتا ہے۔ معاملات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ معاملات میں کیا ہے؟ آج ہمارا کردار ٹھیک نہیں ہے صرف معلومات پر چل رہے ہیں کہ جی مجھے سب کچھ معلوم ہے او بھائی معلوم تو ہے۔ کیا زندگی میں یہ چیزیں معمول بھی ہیں کہ نہیں؟

تو میرے محترم دوستو اور قابل احترام بزرگو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آیت کے اندر یہ درس اور پیغام دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیکی وہ ہے جو صحیح عقیدہ کے ساتھ ہو، صحیح طریقہ کے ساتھ ہو، عبادات بھی صحیح اور آپ کے معاملات بھی صحیح، آپ کے اخلاق بھی اچھے، آپ کی معاشرت بھی اچھی تو پھر ایسے لوگوں کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ

اَلَّذِیْنَ صَدَقُوْا یہ سچے لوگ ہیں اور یہ میرے دوست ہیں، یہ میرے وفادار ہیں وَاُولٰٓـئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ یہی لوگ متقی ہیں، یہ پرہیز گار ہیں جو ہر قسم کی برائی سے، معاصی سے بچتے ہیں ایسے لوگ متقی کہلانے کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہ تمام نیکیاں اور صفات نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کی برائی اور شر سے محفوظ فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

پاکدامنی اختیار کرنے پر

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف سے انعامات

پاکدامنی اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انعامات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعَادُوْنَ ○ (پارہ ۱۸ سورۃ المؤمنون ابتدائی ۷ آیات)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

قابلِ احترام میرے مسلمان بھائیو! اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو جو سب سے قیمتی سرمایہ عطا کیا ہے وہ مؤمن کا ایمان ہے، اس ایمان کو نقصان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں سے ایک بڑی نافرمانی بے حیائی ہے، زنا اور بد

کاری ہے۔اسلام جن صفات کی تعلیم دیتا ہے ان میں سے ایک اعلیٰ صفت انسان کا پاکدامن ہونا ہے۔پاکدامنی انسان کا بہت بڑا کمال ہے اور پھر ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۲ پارہ ۲) بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور پاک رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو پاکدامنی کو اختیار کرتے ہیں۔

قرآن اور حدیث کے اندر اللہ تعالیٰ نے پاکدامن لوگوں کے لئے جو انعام ذکر فرمائے ہیں سورۃ المؤمنون کی جو آیات آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا تعارف کروایا ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی کامیابی کا ذکر فرمایا ہے فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ یقیناً ایمان والے لوگ کامیاب ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کامیاب کہہ دیں تو اس کی کامیابی میں کوئی شک ہے؟ کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا ہے۔

پہلی صفت

وہ ایمان والے کونسے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے فرمایا: اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ وہ ایمان والے کامیاب ہیں جن کی نمازیں صحیح ہیں، نماز کے اندر خشوع ہے، اس کو سمجھ کر پڑھتے ہیں۔

خشوع کا معنی

خشوع کا معنی کیا ہے؟ خشوع کا معنی ہے انسان کا اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دینا۔نماز میں دونوں چیزیں مطلوب ہیں یعنی نماز میں خشوع بھی ہونا چاہئے اور نماز میں خضوع بھی ہونا چاہئے۔

خضوع کا معنی

خضوع کا معنی کیا ہے؟ خضوع کا لفظی معنی ہے جھک جانا یعنی اپنے آپ کو نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑا کرنا کہ تمام اعضاء بدن اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے ہوئے ہوں، غفلت اور لا پروائی کا عالم نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب کھڑا ہو۔

اب باادب طریقہ کونسا ہے؟ وہ خود آپ ﷺ نے فرمادیا صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ تم نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ لہٰذا جو طریقہ آپ ﷺ نے اختیار کیا ہے اور ہمیں اس کی تلقین کی ہے وہ طریقہ سب سے باادب ہے۔

دوسری صفت

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ کامیاب مؤمن وہ ہے جو لغو کام نہیں کرتے ہیں وہ ایسے کاموں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں یعنی ایسے کاموں سے بچتے ہیں جس میں نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت کا کوئی فائدہ ہے۔

لغو کا معنی

وہ کام جس کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ وہ کام فضول ہو۔ اس آیت کریمہ میں یہ بتادیا ہے کہ مؤمن کو چاہئے کہ وہ جو بھی کام کرے اس کے بارے میں پہلے سوچے کہ کیا اس کا کوئی فائدہ ہے؟ دنیاوی یا اخروی۔ اگر نہیں ہے تو بلا وجہ اپنے اوقات اور سرمایہ کو لغو اور فضول کام میں برباد نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو زندگی دی ہے یہ بڑی قیمتی ہے اس کو فضول کاموں میں ہم ضائع نہ کریں، آخرت میں اس کے بارے میں سوال ہوگا جو لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وقت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسری صفت

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ کامیاب مؤمن وہ ہے جوزکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں۔مفسّرین نے اس آیت کے دومطلب بیان فرمائے ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے مرادفریضۂ زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔اوردوسرامطلب بعض مفسّرین بیان فرماتے ہیں کہ یہاں زکوٰۃ کے وہ مشہور معنی مرادنہیں ہے بلکہ اس کے معنی ہیں اپنے اخلاق کو پاک کرنا۔عربی زبان میں زکوٰۃ کے معنی ہیں کسی بھی چیز کو گندگی سے،نجاست سے پاک کرنا۔توزکوٰۃ کو بھی زکوٰۃ اس لئے کہاجاتا ہے کہ وہ انسان کے مال کو پاک کردیتی ہے جس مال میں زکوٰۃ نہ دی جائے وہ مال گندا ہے ناپاک ہے۔تو آیت میں زکوٰۃ کے معنی ہیں اپنے اخلاق کو پاک کرنا برے اخلاق سے اپنے آپ کو بچانا۔

چوتھی صفت

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ کامیاب مؤمن وہ ہیں جواپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں،وہ زنااور بدکاری نہیں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مؤمن کامیاب ہے جس کے پاس پاکدامنی کی نعمت موجود ہے وہ بے حیائی نہیں کرتا،زناکاری اور بدکاری نہیں کرتااس مؤمن کو اللہ تعالیٰ کامیابی کی سند دیتے ہیں۔

مومن کا پہلا انعام: پاکدامنی

پاکدامنی سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ مؤمن کو عطا کرتا ہے۔یہ پاکدامن دنیا کے انسانوں کے لئے ایک مثال ہوتا ہے۔اور یہ پاکدامن انسان معاشرے میں ایک ذمہ داراور اچھا کردارادا کرتا ہے۔زناکار،بدکاراور بے حیاءآدمی معاشرے میں کوئی کردارادانہیں کرسکتا۔

پاک دامن مومن کا دوسرا انعام: محبوبیت

پاکدامن آدمی کو دوسرا انعام اللہ تعالیٰ جو دیتے ہیں قرآن کریم میں ذکر ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۲) یہ پاکدامن آدمی صرف کامیاب ہی نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا دوست ہے، ولی ہے۔ جو پاکدامن ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوگا اور جو پاکدامن نہیں ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کا مبغوض اور ناپسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ اگر ایک آدمی گندی زندگی گزارے گا تو اس کو گندی عورت ملے گی اور وہ اپنے سلسلہ کو گندہ کر دے گا۔

ایک عجیب واقعہ

میں ایک کتاب میں پڑھ رہا تھا اس میں ایک عورت کا واقعہ لکھا تھا کہ ایک عورت کا بچہ پیدا ہونے والا تھا تو وہ ڈاکٹر کے پاس معمول کے مطابق چیک اپ کروانے گئی تو اس ڈاکٹر نے اس عورت کے والد کو بتایا کہ تمہاری یہ بیوی اور جو اس کے پیٹ میں بچہ ہے دونوں کو ایڈز کا مرض ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ایڈز کا مرض زنا کاری کی وجہ سے ہوتا ہے تو پھر اس عورت کے شوہر کو بلایا گیا اور وہ مرد اپنی بیوی کی طرف غصہ سے دیکھنے لگا تو ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کا بھی چیک اپ ہوگا۔ جب دونوں کا چیک اپ ہوا تو پتہ چلا کہ یہ ایڈز اس مرد کو تھا، اس مرد سے عورت میں منتقل ہوا اور پھر عورت سے اس بچہ کو منتقل ہوا۔ ناپاک اور گندی زندگی گزارنے والا اپنی نسل کو برباد کر دیتا ہے، اپنی نسل کو گندہ کر دیتا ہے۔ پاکدامن انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے یہ انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو ملتا ہے۔

مومن کا تیسرا انعام: پرسکون زندگی

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (سورة الروم آیت ۲۱)

اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔

اب آپ اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو جوڑے بنائے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے کتنا سکون رکھا ہے؟ معلوم ہوا کہ جب انسان نکاح کے رشتے میں جڑ جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو ایک پرسکون زندگی عطا فرماتے ہیں۔

اب آپ بتائیں کہ کیا یہ سکون زنا کاری میں ہے؟ بدکاری اور بے حیائی میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اجر عطا فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام نے فرمایا کہ اس پر کیسا اجر ملے گا یہ تو ایک خواہش ہے اس میں اجر سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لقمہ کسی غیر کے منہ میں دے گا تو گناہ گار ہوگا یا نہیں ہوگا؟ صحابہ کرام نے فرمایا کہ گناہ گار ہوگا۔ فرمایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بیوی سے ملاقات پر اجر بھی عطا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس رشتہ کو باعث سکون بنایا ہے کہ انسان کو جو سکون ملتا ہے جو طمانینت ملتی ہے وہ نکاح کے راستہ سے ملتی ہے زنا کے راستہ سے کبھی بھی سکون نہیں ملے گا وہ شخص بے چین ہوگا۔ اور پھر صرف سکون کی بات نہیں ہے بلکہ آگے فرمایا ہے جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اور تمہارے درمیان ایک زبردست محبت پیدا فرمائی

ہے اور صرف محبّت ہی نہیں بلکہ رحمت بھی ہے ایسی رحمت کہ جو شفقت سے بھری ہوئی ہے۔

نکاح ہوتا ہے میاں بیوی جڑ جاتے ہیں ایک خاندان کی بنیاد پڑ جاتی ہے اب آپ دیکھیں کہ اس عورت کے شوہر کا نفع، فائدہ، نقصان، خوشی، غمی وہ عورت کہتی ہے کہ یہ میری خوشی اور غمی ہے، یہ میرا فائدہ اور نقصان ہے اور اگر شوہر پریشان ہے تو بیوی پریشان ہوتی ہے اور اگر بیوی پریشان ہے تو شوہر پریشان ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس رشتے میں الفت ڈالی ہے کہ وہ ساری چیزیں اس نکاح سے پہلے الگ تھلگ تھیں مگر آج ان کا نفع نقصان، غمی خوشی سب چیزیں ایسی مل گئی ہیں ایک کا خوش ہونا دوسرے کا خوش ہونا ہے ایک کا پریشان ہونا دوسرے کا پریشان ہونا ہے اور اب ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔

مفسّرین نے لکھا ہے کہ جوانی میں میاں بیوی محبّت کرتے ہیں اور بڑھاپے میں ایک دوسرے سے ہمدردی کرتے ہیں کتنی دفعہ گھروں میں ایسا ہوا ہے کہ جب عمر زیادہ ہوتی ہے تو کچھ چڑ چڑاپن بھی آجاتا ہے بچپن کے بعد بچپن پھر شروع ہوتا ہے اب بچے غصّہ ہونے لگتے ہیں کہ ابا کو ہماری بات ماننی چاہئے یہ تو بات کو مانتے ہی نہیں ہیں تو یہاں پر اماں کہتی ہیں دیکھو بیٹا تمہارے ابو اب ضعیف ہوگئے ہیں، بیمار ہیں کوئی بات نہیں ہے آخر آپ کے ابو ہیں ان کا خیال رکھو سفارش کرتی ہے اور اسی طرح بعض جگہوں پر ماں اگر سخت ہے تو ابا سفارش کرتے ہیں۔ اب دیکھیں بڑھاپے میں یہ ایک دوسرے کے سفارشی بن جاتے ہیں یہ ساری برکتیں اور انعام یہ اس نکاح اور پاکدامنی کا نتیجہ ہے۔

پاکدامن مومن کا چوتھا انعام: عرش کا سایہ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پاکدامن کو میدان حشر میں کیا انعام ملے گا؟ سارے لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات

لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا جب کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی بھی سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات میں ایک آدمی وہ ہوگا فرمایا کہ وہ نوجوان ہے جس کو ایک خوبصورت اور منصب اور جمال رکھنے والی عورت نے برائی کی دعوت دی اور اس نوجوان نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

عالم عرب کے اندر ایک واقعہ ہوا کوئی نوجوان اپنے دوست کے ہاں گیا کوئی بات چیت تھی رات کو کافی دیر ہوگئی تو انہوں نے کہا کہ رات یہیں گزار لو اس نے رات گزاری اس نوجوان کے میزبان کو رات کے وقت ایک ایمرجنسی کام پیش آ گیا وہ اپنے گھر سے نکل گیا اور واپس آنے میں بڑی دیر ہوگئی۔ جو مہمان تھا وہ بڑا خوبصورت اور حسین تھا اس میزبان کی عورت کا دل اس نوجوان کی طرف راغب ہوا اور پوری تیاری کے ساتھ اس نوجوان کے پاس گئی، وہ بڑا ہی مؤمن آدمی تھا جب یہ گئی تو اس نوجوان کا دل بھی اس کی طرف مائل ہونے لگا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی۔ اس نوجوان نے اس عورت سے کہا کہ صبر کرو مجھے کچن میں جانا ہے اور چولہا جلا دو، ایک چیز کو پکانا ہے اور جب چولہا جلایا تو اس نوجوان نے اپنی انگلی اس آگ میں ڈال دی اور کہا کہ اگر اس آگ کو برداشت کر سکتا ہے تو زنا کرلے۔

عرب کے ایک بہت بڑے عالم ہیں انہوں نے عنوان دیا وہ نوجوان جس نے اپنی انگلی جلائی اور اپنے ایمان کو بچایا وہ عورت بھاگ گئی کہ یہ تو اپنے کو جلا دے گا اس لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو زنا کاری اور بے حیائی سے بچایا اللہ تعالیٰ کے خوف سے قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش کے نیچے جگہ عطا کرے گا۔ اور جو زنا کرنے والا ہوگا، بدکاری عام کرنے والا ہوگا تو اس کے لئے پھر اللہ تعالیٰ نے سخت سزا رکھی ہے۔

قرآن کریم میں ذکر ہے اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ (سورۃ النور آیت ۲) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ۔ اب شریعت نے ایسا نہیں کہا ہے کہ ان کو چھپ کر مارو بلکہ سب کے سامنے مارو تاکہ دیکھنے والے ان سے عبرت حاصل کریں۔ زنا کار مرد معاشرے کے اندر کمتر اور گھٹیا سمجھا جاتا ہے معاشرے کے اندر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح بھوک پیاس وغیرہ انسان کی فطرت میں داخل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شہوت کو بھی انسان پر مسلّط کر رکھا ہے انسانی جسم میں موجود مادہ تولید باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے جو کہ ہر جائز یا ناجائز ذرائع سے ممکن ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ناجائز ذرائع پر پابندی لگادی ہے تاکہ انسان کی نسل خراب نہ ہو۔ یہ اسی صورت میں ہوگا جب انسان نکاح کے ساتھ زندگی گزارنے والا ہوگا اور پھر اس سے آنے والی اولاد کی پرورش کی ذمہ داری بھی پوری کرے گا۔ کیا زنا کار آدمی زنا سے پیدا ہونے والی اولاد کی پرورش کرتا ہے یا اس کو زندگی میں کبھی اس نے دیکھا بھی ہے کیا اس کی پہچان اس کو ہوتی ہے؟ یہ وہ قباحت ہے جو پوری انسانی سوسائٹی کو خراب کرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نکاح کی پابندی عائد کر کے معاشرے کو مہذب متمدن اور ذمہ دار بنایا ہے۔

اس طریقہ سے نسل انسانی کی حفاظت بھی ہوگی۔ جس طرح ایمان اور عقیدے کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح نسل اور اخلاق کی حفاظت بھی ضروری ہے اور یہ سب کچھ نکاح کی صورت میں ہی ہوسکتا ہے۔ بغیر نکاح کے اس طرح کا فعل کرنا قرآن اور حدیث کی روشنی میں یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَاءَ سَبِیْلًا (پارہ ۱۵ سورۃ الاسراء آیت ۳۲) اور زنا کے قریب مت جاؤ بیشک یہ بڑی بے حیائی اور برا راستہ ہے۔ اس کے

ارتکاب سے نسب اخلاق اور دین سب تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ برے راستے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کی عورت پر غلط نگاہ ڈالے گا تو کوئی دوسرا اس کی عورت کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گا اور اس طرح یہ ایک غلط روش چل نکلے گی اور پھر اس کا نتیجہ بہت ہی بُرا برآمد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے حیائی کی تشہیر کرنے والوں کے لئے فرمایا ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۱۹)

تحقیق وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی تشہیر کریں ان لوگوں میں جو ایمان لا چکے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اور فعل اور عمل کسی طرح بھی فحاشی کی بات یا کام کو پھیلانا درست نہیں ہے اور یہ آیت بتلا رہی ہے کہ بے حیائی کی تمام باتیں زنا، لواطت برہنگی، عریانی وغیرہ جو آج کے معاشرے میں عام ہو چکی ہیں، ان کی تشہیر کرنا یا کروانا یہ معاشرے کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

آج کے اس زمانے میں انسان اوروں سے کیا شکوہ شکایت کرے ہمارے اپنے مسلمانوں کا حال کیا ہے؟ مسلمان چاہے عرب کے ہوں یا عجم کے ہوں ہر جگہ بے حیائی کا چرچا ہے۔ اخباروں میں رسالوں میں آپ دیکھیں نیم عریاں تصویروں کی بھرمار ہے اب تو ٹیلیویژن ان سب پر بازی لے گیا ہے جو محض بے حیائی اور عیاشی کا اڈہ بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی ان گندے افعال سے حفاظت فرمائیں۔

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے واقعہ معراج میں آخرت کی بہت ساری چیزوں کی سیر کروائی جنّت اور جہنّم دکھائی بہت سارے اور بھی احوال دکھائے وہاں آپ ﷺ نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک بہت بڑا کنواں ہے اوپر سے اس کا منہ چھوٹا ہے اور اندر سے بہت کھلا ہوا ہے اور اس میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں برہنہ حالت میں ہیں اور آگ ان کو جھلسا رہی ہے اور وہ کنارے کی طرف بھاگتے ہیں ان کو پھر دھکیل دیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دنیا میں زنا کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے جسموں کو برہنہ کیا آج اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جہنّم میں برہنہ کردیا ہے وہ دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ اس جرم میں شریک تھے آج سزا میں بھی شریک ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب دنیا میں یہ انسان زنا اور بدکاری کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اگر اسی حالت میں موت آگئی تو پھر کیا حال ہوگا اور یہ کیسی موت ہوگی؟ بے حیائی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی میں حیاء نہ ہو تو پھر اس کے جی میں جو آئے وہ کرلے۔ ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کے لئے جو سب سے بنیادی ادب ہے وہ حیاء ہے اسی وجہ سے وہ کسی بھی اپنے سے بڑے کے سامنے آزادانہ گفتگو نہیں کرتا ہے اور نہ ایسی جگہ میں جانا تو دور کی بات ہے کھڑا بھی نہیں ہوتا جہاں معاشرے کے لوگ اچھا نہ سمجھتے ہوں۔ یہ تعلیم ہمیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے دی ہے کہ تم حیاء دار بنو بے حیائی سے بچو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا

يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (پارہ۱۸سورۃالنورآیت۳۳)اور چاہیے کہ پاکدامن رہیں وہ لوگ جو نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔یعنی یہ حکم دیا جارہا ہے کہ اگر تمہارے پاس طاقت نہیں ہے، وسائل نہیں ہیں تو تم پاکدامن رہو، حیاء دار رہو۔ایسا نہ ہو کہ تم کوئی ایسا غلط قدم اٹھالو جس سے تم معاشرے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رسوا ہو جاؤ ایسے حالات میں عبادات میں مصروف رہو اور اچھی محفل میں اٹھنا بیٹھنا رکھو تاکہ تمہیں نیکی کی بات حاصل ہو اور برائی سے بچ سکو۔اگر وسعت ہے تو نکاح کرو ورنہ اپنے آپ پر کنٹرول کرو اور پاکدامنی اور حیاء والی زندگی بسر کرو۔

پانچواں انعام: جنّت کی ضمانت

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان اور دونوں ٹانگوں کے درمیان یعنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کو جنّت کی ضمانت دیتا ہوں یعنی جو پاکدامنی کی گارنٹی دے دے، میں خود اس کو جنّت کی گارنٹی دیتا ہوں۔وہ آدمی مجھ سے اللہ تعالیٰ کی جنّت کو لے لے،اس سے بڑا کوئی انعام ہو سکتا ہے اور اس سے بڑی کوئی گارنٹی ہو سکتی ہے؟

چھٹا انعام: اللہ کی مدد

جامع ترمذی کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں کی مدد مجھ پر لازم ہے۔ (۱) وہ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے (۲) مکاتب غلام ہے جو آزادی حاصل کرنے کی فکر میں لگاتار محنت کرتا ہے، اپنے مالک کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی بھی

مدد فرماتے ہیں (۳) وہ شخص ہے اَلنَّاکِحُ یُرِیْدُ الْعَفَافَ وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کی نیت رکھتا ہے کہ مجھے پاکدامنی نصیب ہو اور میں برائی سے بچ جاؤں اللہ تعالیٰ اس کی بھی مدد فرماتے ہیں۔

تو میرے محترم دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے اس پاکدامنی کو اختیار کرنے والے کے لئے کتنے عظیم انعامات رکھے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بشارتیں سنائی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو پاکدامنی کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمارے معاشرے، ہماری اولادوں کو بھی اللہ تعالیٰ پاکدامنی نصیب فرمائیں۔

آمین یارب العلمین

غفلت والی بے مقصد
زندگی سے بچیں

غفلت والی بے مقصد زندگی سے بچیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

قابل احترام میرے مسلمان بھائیو! آپ حضرات کے سامنے میں نے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی ہے جس کو ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں، اس کے اندر ایسا کیا خاص راز ہے کہ نماز میں ہمیں اس کا پابند کیا کہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرو اس کے بعد قرآن کریم کا کوئی بھی حصہ پڑھا جائے مگر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا نماز کا ایک اہم جز قرار دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الفاتحہ دو حصوں میں تقسیم ہے اس کا پہلا حصہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور اس کا دوسرا حصہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور صراط مستقیم کو طلب کرنا ہے۔ گویا یہ بندے کی درخواست ہے۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں قَسَمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے وَ لِعَبْدِیْ مَا سَئَلَ اور میرے بندے کے لئے وہی ہوگا جو وہ مانگے گا۔ فرمایا کہ جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی۔ اور جب بندہ کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔ پھر جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری بزرگی کا اظہار کیا ہے اور میری عظمت بیان کی ہے اس نے اپنے معاملات میری طرف سونپ دیئے ہیں۔

اسکے بعد جب بندہ کہتا ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هٰذَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ ایک کام میں کرتا ہوں اور ایک کام بندہ کرتا ہے۔ عبادت کرنا بندے کا کام ہے اور مدد کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هٰذَا لِعَبْدِیْ یہ میرے بندے کے لئے ہے اور بندہ جو مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں۔

صراطِ مستقیم

صراطِ مستقیم سے مراد انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے جن میں نبی، صدیق، شہید اور صالحین شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کے طریقہ پر چلنے کی دعا کی جاتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔

حمد اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہی پسندیدہ کلمہ ہے کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ

کے انعامات کا شکریہ ادا ہوتا ہے جب ایسے الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں انسان کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یعنی سب سے افضل ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے اور تمام دعاؤں میں افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔

حضرات مفسّرین فرماتے ہیں کہ الحمدللہ شکر کا کلمہ اس طرح ہے کہ جب کوئی شخص دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے وجود بخشا ہے، جسم دیا ہے، صحت و تندرستی، پاک روزی، نیک اولاد، ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ اور کئی انعامات عطا کئے، ایمان لانے کی توفیق بخشی ہے، اچھے اخلاق، سمجھداری دی ہے جب یہ سب کچھ دیکھتا ہے تو اس کے دل سے بے ساختہ الحمدللہ رب العلمین ادا ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن ہمیشہ یہی کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وثنا ہے اور میں دوزخ والوں کے حال سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ اس حالت سے ہمیں بچائے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وہ ذات جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے رحمٰن اور رحیم دو صفات کا ذکر کیا ہے لفظ رحمٰن عام ہے اس میں عمومی رحمت پائی جاتی ہے ہر کسی پر ہے کافر ہو یا مؤمن اس میں کوئی امتیاز نہیں ہے اسی لئے کہا جاتا ہے رحمٰن الدنیا۔

اور جہاں تک اس کی صفت رحیمیت کا تعلق ہے یہ اپنی تمام تر خصوصیّت کے ساتھ صرف اہل ایمان کیلئے ہے، اسی وجہ سے اس کو رحیم الآخرۃ کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا تعلق اس کے خاص بندوں پر ہوگا جو اس دنیا میں ایمان لائے اس کی

وحدانیت کو تسلیم کیا اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی گزاری۔ آخرت میں ایسے لوگوں پر بے شمار انعامات ہوں گے، اس ذات کی رحمتیں کثرت کے ساتھ ہیں انسان اپنے وجود سے لے کر اب تک کے زمانے کو اگر دیکھے تو اس کو معلوم ہوگا کہ اس پر کتنی نعمتیں ہیں یہ تو بہت زیادہ وقت ہے صرف آج صبح سے اگر اپنے اوپر غور کریں تو آپ کو پتہ چلے کہ کتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی ہم صبح سے ابھی تک استعمال کر چکے ہیں؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایاوَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا (پارہ۱۴ سورۃ النحل آیت ۱۸) اور اگر تم اپنے رب کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم شمار نہیں کر سکتے ہو۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ہر نعمت ایک نعمت نہیں ہے بلکہ ایک نعمت میں کئی کئی نعمتیں چھپی ہوئی ہیں مثلاً سالن ہی کو آپ لے لیں کیا یہ صرف ایک ہی نعمت ہے؟ نہیں ہے بلکہ اس سالن کے اندر پانی الگ نعمت ہے، اس کے اندر سبزی الگ نعمت ہے، گوشت الگ نعمت ہے، اس سالن میں ذائقہ کا ہونا الگ نعمت ہے، اسی سالن کا حلق سے نیچے اتر جانا الگ نعمت ہے، اس کا ہضم ہونا اور انسان کے لئے خیر کا باعث بن جانا الگ نعمت ہے، اس ایک نعمت میں کتنی نعمتیں ہیں۔ پانی ایک نعمت ہے اب پانی کا صاف ہونا الگ نعمت ہے، برتن کا صاف ہونا الگ نعمت ہے، حلق سے اترنا، انسان کی پیاس کا اس پانی سے بجھ جانا الگ نعمت ہے۔ ہر ایک نعمت کے ساتھ بے شمار نعمتیں ہیں ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ایک گلدستہ ہے جیسے گلدستہ بنانے والا پھولوں کو سجاتا ہے اس سے ایک خوبصورت گلدستہ بنتا ہے اور انسان کی نگاہوں کو اچھا لگتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کو نعمتوں کے گلدستہ سے سجایا ہوا ہے اللہ اکبر۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نعمتوں کے ملنے پر شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم لک الحمد ولک الشکر

مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ

فرمایا صرف دنیا نہیں بلکہ وہ آخرت کا بھی مالک ہے۔ آج تو مجھے اور آپ کو

دنیا نظر آ رہی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان، اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں، اس ذات کی عنایتیں، سب کچھ اس دنیا میں جو نظر آ رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے کہا اے میرے بندے صرف دنیا کی بات نہیں میں تو آخرت کا بھی مالک ہوں آخرت میں تو اس دنیا سے بڑھ کر دوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو دنیا کی چھوٹی چھوٹی نعمتیں ہیں، آخرت میں تو رب وہ کچھ دے گا جسے آنکھ نے دیکھا نہیں، کان نے سنا نہیں اور دل پر اس کا خیال بھی نہیں گزرا، ایسی نعمتیں رب کریم نے رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنا رحیم اور کریم ہے کہ بندہ سوچ بھی نہیں سکتا، پھر اس نے خود ہی ہمیں بتایا ہے کہ ہمیں آخرت کیلئے کیا کرنا ہے؟

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

ہم خاص آپ کی ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اتنا مہربان ہے، اتنا عظیم رحم کیا کہ ہماری پریشانی ہی ختم کر دی کہ دیکھو جو اتنا رحیم کریم ذات ہے بس تم اسی کی عبادت کرو، اسی سے اپنی حاجتیں مانگو اسی کے سامنے اپنے سارے مسئلے رکھ دو۔

اب اگر ہم پر چھوڑا جاتا کہ دیکھو عبادت کیسی کرنی ہے اور کس کی عبادت کرنی ہے، کس طریقے پر کرنی ہے تو پھر ہمارے لئے کتنی پریشانی تھی کہ کس کی عبادت کریں اور کس طریقے پر عبادت کریں اور کس کس کو راضی کریں کس کس کو خوش کریں کہاں کہاں نذرانہ دیں کس کس کے نام پر نذر و نیاز کریں آخر کیا کریں ہم؟ تو قربان جائیے اللہ تعالیٰ کے نام پر ہمارا مسئلہ ہی حل کر دیا کہ کسی کے نام پر کچھ بھی نہیں کرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے نام پر کرنا ہے بات ہی ختم کر دی۔

• اتنا واضح مذہب اسلام ہمارا دین ہے دین نام ہے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کی اتباع کا، آپ ﷺ انسان تھے ساری کائنات میں سب سے افضل تھے تو پھر وہ

کس سے مانگتے تھے، وہ کس کے نام کی نذر و نیاز کرتے تھے، واضح زندگی ہے آپ ﷺ کی۔ کہاں پیدا ہوئے، کہاں زندگی گزاری؟ آپ ﷺ نے کس کی عبادت کی سب کچھ واضح کر دیا ہے۔

تو سورۃ الفاتحہ جو ہر رکعت میں ہم پڑھتے ہیں اس کا راز کیا ہے؟ اس کا راز یہ ہے کہ اس میں توحید ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ یا اللہ ہم آپ کی ہی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ دیکھو کسی اور کی عبادت نہیں کرنا عبادت صرف اور صرف میری ہی کرنا۔ جب تک انسان کا عقیدہ درست نہ ہو عبادت میں خلوص پیدا نہیں ہو سکتا۔

ارشاد باری ہے: فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (سورۃ الزمر آیت ۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس حالت میں کہ تم اخلاص کرنے والے ہو ہماری عبادت کے اندر جب تک اخلاص نہیں ہے تو اس وقت تک وہ عبادت قبول نہیں۔

ہم نماز میں اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبٰتُ پڑھتے ہیں یعنی تمام بدنی، قولی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو خالق، مالک، قادر، مختار کل، نافع سمجھنے کے باوجود اپنی حاجات اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے بجائے کسی دوسری ہستی کے سامنے رکھتا ہے تو ایسا شخص مومن نہیں ہو سکتا ہے بلکہ وہ غلام اور مشرک ہے جو اپنے حقیقی مالک کو نہیں پا سکتا تو وہ اس کی عبادت کیسے کرے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اکثر انبیاء کرام کے تذکرے میں فرمایا ہے وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وہ ہمیں پکارتے ہیں ہمارے سامنے دستِ دعا پھیلاتے ہیں ہماری نعمتوں میں رغبت کرتے ہوئے ہماری گرفت سے ڈرتے ہیں۔ تو ہمیں اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنا چاہئے۔

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

مدد بھی صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے گی اس کے علاوہ کسی سے مدد طلب

نہیں کی جائے گی۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (سورۃ الرحمٰن آیت ۲۹) آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ سے ہی مانگتی ہے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے اس کے علاوہ سے اگر مانگا تو وہ شرک ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اس آیت کریمہ میں یہی بات سمجھائی گئی ہے۔

آپ ﷺ پر کتنی پریشانیاں آئی ہیں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ ہی سے رجوع کیا ہے اور اپنے صحابہ کرام کو اور اپنی امت کو اسی کی تعلیم دی ہے کہ ہر حال میں اور ہر وقت میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو وہی ذات تمہاری تمام پریشانیوں اور مسائل کو حل کرنے والی ہے۔ وَاللہ المستعان۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے مدد مانگی جائے۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ عالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا کام ہے اور مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی شرط ہے جب کوئی شخص اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

چلا ہمیں سیدھے راستہ پر۔ یہاں سے دعا کی ابتداء ہو رہی ہے بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کرتا ہے سیدھے راستہ کی۔

صراط مستقیم کیا ہے؟ اس سے مراد اسلام، دین اور توحید کا راستہ ہے یہی وہ راستہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء علیہم السلام گامزن تھے۔ یہ وہی راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے مقام تک پہنچانے والا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ (سورۃ النحل آیت ۹) سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ صراط مستقیم پر چل کر انسان جنت میں پہنچ جائے گا گویا انسان

کی اولین ضرورت صراط مستقیم ہے جس پر چلنے کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا۔ یہ ایک اصول ہے کہ انسانی ماحول میں انسان کی فطری قوتوں کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک اس کے سامنے کوئی مثال موجود نہ ہو، اس مثال کو دیکھ کر ہی انسان اپنی غلطیوں کی اصلاح کرے گا اور اپنی زندگی کو مثال کے مطابق ڈھال سکتا ہے چنانچہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے مثال آپ ﷺ کو بنایا قرآن کریم میں ذکر ہے: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۃ احزاب آیت ۲۱) بیشک اللہ تعالیٰ کے رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

اَنْعَمْتَ : انعامات

انسان اگر غور کرے تو انسان کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے کتنے انعامات رکھیں ہیں؟ انسانی جسم میں روح انسانی کا ہونا انسان کو عقل عطا کرنا تمام ظاہری اور باطنی قوتوں سے لیس کرنا، غور اور فکر کی طاقت دینا اور خاص طور پر گفتگو کا طریقہ سکھلانا اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات ہیں۔

انعام یافتہ گروہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دعا سکھلائی ہے ہمیں سیدھے راستے پر چلا جوان لوگوں کا راستہ ہے جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں انعام یافتہ گروہ چار ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مع الَّذِیْنَ اَنْعَم

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ

یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالحین۔ انسان ان چاروں گروہوں کے راستے پر چلنے کی درخواست کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں ایسے ہی لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی دعا کرنی چاہئے کہ اللہ ہمیں بھی ایسا ماحول اور ایسی سوسائٹی عطا فرما جن کے ارکان یہ چار مراتب والے لوگ ہیں۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

نہ وہ لوگ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہ۔ یعنی انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کا راستہ ہمیں نہ دکھانا جن پر آپ کا غضب ہوا اور نہ جو گمراہ ہوئے۔

مغضوب علیہ وہ شخص ہے جو جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے ایسے لوگ حقیقت سے باخبر ہوتے ہیں پھر بھی حق کو بیان نہیں کرتے ہیں اسے چھپا جاتے ہیں ایسے لوگ عمل کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں جو علم ہونے کے باوجود حق پوشی کرتے ہیں۔

اور گمراہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو علم کی دولت سے محروم ہوتے ہیں انہیں صحیح راستے کی پہچان ہی نہیں ہوتی ہے اسی لئے یہ اصل راستہ سے بھٹک جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے مطابق جو کچھ تھوڑی بہت گزارشات کی ہیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی اور اس کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

بامقصد زندگی

با مقصد زندگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ○ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ○ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ○ ثُمَّ لَتَرَوُنَّھَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ○ ثُمَّ لَتُسْاَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ

میرے محترم بزرگو! سورۃ التکاثر کی تلاوت آپ حضرات کے سامنے کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: تمہیں غفلت میں ڈال دیا مال کی کثرت کی دوڑ نے یہاں تک کہ تم قبروں سے جا ملے ہو ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا۔ پھر سن لو کہ ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے، تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا۔ ہرگز نہیں اگر تم یقینی علم کے ساتھ یہ بات جانتے ہوتے۔ یقین جانو تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے پھر یقین جانو کہ تم اسے بالکل یقین کے ساتھ دیکھ لو گے پھر تم سے اس دن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

یہ قرآن کریم کی ایک مختصر سورت ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جھنجوڑنے کے

لئے اور ہمیں غفلت سے بیدار کرنے کے لئے اس میں بڑا سبق رکھا ہے۔ انسان کی ناکامی کی سب سے بڑی بنیادی وجہ کہ انسان غافل ہو جائے اس کو اپنی ذمہ داری اور اپنے کام کا احساس بھی نہ ہو۔ یہ غفلت انسان کو ناکارہ اور بے کار بنا دیتی ہے۔ اگر ایک آدمی کو اپنے مقصد کا، اپنے وجود اور اپنی تخلیق کا پتہ ہی نہیں تو وہ ایک ایسا مسافر ہے جو رستہ پر چل رہا ہے اور منزل اس کی مقرر ہی نہیں، غفلت کی زندگی انسان گزار رہا ہے اس کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے اور میری تخلیق کا مقصد کیا ہے اور مجھے کیا کرنا ہے؟

دنیا کی زندگی

دنیا کی زندگی ایک سفر ہے۔ پشتو کا شاعر ایک شعر کہتا ہے

نه دَه کوُره چرته زَمَه نه سفر کَوَم

بے سَفَره مه کٹ کیگی لاردَه عمر

(اس کا اردو ترجمہ یہ ہے) نہ میں گھر سے نکلتا ہوں نہ میں سفر کرتا ہوں لیکن بغیر سفر کے بھی میری زندگی کٹتی چلی جارہی ہے۔ ایک تو ہے کہ میں سفر کرتا ہوں اور میری زندگی کٹ رہی ہے لیکن میں سفر نہیں کر رہا کہیں بھی نہیں جا رہا ہوں لیکن عجیب بات ہے کہ میری زندگی کٹ رہی ہے، میری زندگی ختم ہو رہی ہے اگر میں کہوں کہ میں گھر پر ہوں اور میں کوئی کام نہیں کر رہا میں کہیں گیا ہوا بھی نہیں ہوں تو میری زندگی کی چال رک جائے۔ زندگی کی چال رکتی نہیں ہے زندگی کی چال چلتی چلی جارہی ہے۔

تو انسان کا غافل ہونا اور انسان کا اپنی ذمہ داری سے بے خبر رہنا یہ انسان کی بہت بڑی کمی اور بہت بڑی تباہی ہے اور کہتے پھرتے ہیں کہ جی مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ میری دوکان میں ایسا ہو رہا ہے جب سب کچھ برباد ہو گیا تو اب پتہ چلا اب اگر وہ کہے کہ مجھے پتہ نہیں تھا اور وہ ذمہ دار ہے تو یہ اس کی غفلت کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ مال کی کثرت کہیں تمہیں غفلت میں نہ ڈال دے، یہاں تک کہ تم قبروں تک پہنچ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر تم سب کچھ جان لوگے اور انسان وہاں سب کچھ سمجھ لے گا اور اپنی نگاہوں سے سب کچھ دیکھ لے گا۔ اور وہ اس وقت اس بات کو قبول کرے گا کہ اللہ مجھے موقع دے دے مگر اس وقت انسان کو موقع نہیں ملے گا۔ اس وقت انسان کے موقع کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

وَ لَوْ تَرٰی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ کاش کہ آپ ﷺ اس وقت دیکھیں جب نافرمان اور مجرمین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آئیں گے اور اپنے سروں کو جھکائے ہوئے ہوں گے اور ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے اور اس وقت یہ مجرم کہے گا رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ اے اللہ ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا ہمیں واپس کر دیجئے ہم اچھا کام کر کے آئیں گے ہمیں آج یقین ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں یقین ہو جائے گا مگر وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا جیسے ہم اپنی زندگیوں میں کہتے ہیں ہائے کاش میں ایسا کر لیتا پھر اس کاش کا کوئی فائدہ نہیں ہے کاش نیں پڑھ لیتا کاش میں اپنے والدین کی بات مان لیتا اب اس کاش کا کیا فائدہ ہے جو نقصان کرنا تھا وہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا کاش میں اپنے نبی کی بات کو مان لیتا يٰوَيْلَتٰی لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ہائے کاش کہ میں اس فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بناتا جس نے مجھے غلط راستہ پر ڈال دیا اور میرا روٹ غلط کر دیا وہ بے نمازی انسان، وہ نافرمان، وہ اللہ کے دین کا باغی جس نے مجھے گمراہ کر دیا۔ صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند۔ اچھوں کی صحبت تمہیں اچھا بنا دے گی اور بروں کی

صحبت تمہیں برا بنا دے گی۔

دوستی تو انسان کی پہچان ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی آدمی کو اگر پہچاننا ہے تو اس کے دوستوں کو پہچانو۔ اگر ایک آدمی چوروں کا دوست ہے اور کہے کہ میں تو بہت اچھا آدمی ہوں میں تو چوری نہیں، تو اس سے پوچھا جاتا ہے پھر آپ کا اٹھنا بیٹھنا چوروں کے ساتھ کیوں ہے؟ ڈاکوؤں کے ساتھ غلط آدمیوں کے ساتھ آپ کی دوستی کیوں ہے؟ اب تو وہ آپ کی پہچان بن گئی ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سورت الحکاثر میں جھنجوڑا ہے کہ اے میرے بندو! غفلت میں نہ پڑو، یہ دنیا تمہیں غفلت میں نہ ڈالدے، اس دنیا کے اندر بہت سارے لوگ آئے اور چلے گئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال ایک مسافر کی طرح ہے جو آتا ہے اور ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے تھوڑی دیر ٹھہر جاتا ہے اور پھر روانہ ہو جاتا ہے فرمایا آپ ﷺ نے کہ میری مثال اس مسافر کی طرح ہے مجھے دنیا سے کیا غرض ہے؟ اس لئے آپ ﷺ کے پاس جب موت کا فرشتہ آیا اس نے آپ ﷺ سے اجازت لی کہ اگر آپ کہیں تو ہم آپ کی روح قبض کریں اور اگر آپ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا کرنا ہے موت کا فرشتہ انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں جب آتا تو ان سے اجازت لیتا۔

میرے محترم دوستو! غفلت سے اپنے آپ کو بچانا ہے اسی غفلت سے بچنے کے لئے اور غفلت سے بیدار ہونے کے لئے ابھی رمضان المبارک کا سب سے بہترین مہینہ آرہا ہے اس میں اپنی غفلت کو دور کریں اور زیادہ سے زیادہ اعمال کرنے کی کوشش کریں۔ آپ ﷺ کو رمضان المبارک سے اتنی زبردست محبت تھی جب رجب کا چاند دیکھتے تھے تو دعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَ

بَلِّغْنَا رَمَضَانَ اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت پیدا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔ اور فرمایا جب شعبان آتا تھا آپ ﷺ دعا فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنِي لِرَمَضَانَ اے اللہ مجھے رمضان کے لئے سلامت رکھ دیجئے۔ آپ ﷺ رمضان المبارک کا اتنا والہانہ انتظار اور زبردست استقبال فرماتے تھے۔

رمضان المبارک اعمال اور ایمان کی ترقی کا مہینہ

رمضان المبارک کا مہینہ نیکیوں کا موسم بہار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرض ستر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے اور نفل فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔ یہ مہینہ اعمال کی ترقی کا مہینہ ہے کہ اس مہینہ میں مؤمن کی غفلت ختم ہو جاتی ہے اور وہ اعمال میں ایسا لگ جاتا ہے کہ اس کے اعمال میں اضافہ ہو جاتا ہے اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ ایسا ماحول بنا دیتے ہیں کہ جو پورا سال نمازوں میں نظر نہیں آتا وہ بھی اس غفلت کو ختم کر کے نمازوں میں لگ جاتا ہے اور حتی کہ فجر کی نماز میں بھی آ جاتا ہے اور اس کا مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ماحول کو بنا کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بندہ اس کا اہتمام کرے اور اس مہینہ کی برکت سے اپنی غفلت کو دور کرے۔ اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ رمضان میں حاضری لگا کر باقی گیارہ مہینے میں غائب ہو جاؤ۔ ستائیس رمضان کو صلاۃ التسبیح پڑھ لی اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخش دیا۔ چلو ختم ہو گئی بات۔

یہ اعمال اور ایمان کی ترقی کا مہینہ ہے اس میں ترقی حاصل کر کے پورے سال انسان نیک اعمال کرنے کی کوشش کرے، ہماری ہر چیز میں بڑھوتری ہو رہی ہے۔ مگر ہمارے ایمان اور عمل اپنی جگہ پر ہیں بس جو بچپن میں سیکھے تھے وہی ہیں اس میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں ہوا ہے۔ ہمارا جسم بڑھ رہا ہے، کپڑے بڑھ رہے ہیں، خوراکیں بڑھ رہی ہیں، مکان بڑھ رہا ہے حتی کہ ہر چیز میں اضافہ ہو رہا ہے اگر اضافہ نہیں ہو رہا ہے تو صرف ایمان اور عمل میں کوئی اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔

آج ہماری توجہ دنیا کی چیزوں کی طرف آگئی ہے اچھا کھانا کہاں ملے گا؟ اچھی گاڑی کہاں سے ملے گی؟ بس اسی کھیل میں زندگی گزار لیتے ہیں اور غفلت میں پڑے رہتے ہیں اور بالآخر اسی حال میں موت کا فرشتہ آجاتا ہے اور پھر ہم کہتے ہیں ہائے یہ کیا ہوگیا ہمارے ساتھ؟ ابھی تو ہم نے بہت سارے کام کرنے تھے ابھی تو میں نے ایک اور بڑا مکان بنانا تھا آپ جتنا بھی بڑا مکان بنالو مگر اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مجھے نہ بھولو مجھے ہر حال میں یاد رکھو۔

بعض دفعہ لوگ پوچھتے ہیں کہ مولوی صاحب کرکٹ کھیلنا کیسا ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ حضرات علماء کرام سے تین باتیں سنی ہیں (۱) لباس صحیح ہونا چاہئے (۲) بدن کی صحت کی نیت سے کھیلیں (۳) یہ کھیل آپ کو غفلت میں نہ ڈالے۔ یعنی اگر اذان ہو رہی ہے اور تماشائی بیٹھے ہوئے ہیں مؤذن کی آواز سننے کے باوجود بھی اگر سارے بیٹھے ہوئے ہیں اور تماشہ دیکھ رہے ہیں تو یہ حرام ہے اس چیز نے ہمیں غفلت میں ڈالدیا ہے اور اگر اذان ہوئی اور سارے چلے گئے کہ جی ہمارے فریضہ کا وقت ہوگیا ہے اس کو ادا کرنے کے بعد آکر اگر کوئی کھیلتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اپنے بدن کی صحت کے لئے جائز ہے۔ تو دنیا کی ہر وہ چیز جو ہمیں غفلت میں ڈالے گی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمیں پیچھے کردے گی تو پھر وہ ہمارے لئے بربادی ہے اَلْهٰـكُمُ التَّكَاثُرُ کے حکم میں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس دنیا کی دوڑ نے تمہیں غفلت میں ڈالا ہے۔ دنیا میں ضرور رہو مگر اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم رکھو اس لئے اذانیں دی جاتی ہیں، اس لئے نمازیں ہوتی ہیں، اس لئے رمضان المبارک کے یہ روزے آتے ہیں، اس لئے یہ مہینے اور یہ زمانے انسان کو بار بار جھنجوڑنے کے لئے آتے ہیں کہ اے انسان تو غفلت میں نہ ہو جا اور سبق حاصل کر کہ دنیا میں کتنے لوگ آئے اور چلے گئے۔

کامیاب وہ گئے جنہوں نے ایمان اور تقویٰ والی زندگی گزاری۔ چاہے وہ کسی بھی حال میں تھے چاہے ان کے پاس دنیا تھی یا نہ تھی مگر ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا دین تھا، ایمان تھا، تقویٰ تھا ان کو اپنی زندگی کا مقصد معلوم تھا تو وہ کامیاب ہو گئے۔

مومن کی زندگی با مقصد ہونی چاہئے

اگر مجھے اپنی زندگی کا مقصد معلوم ہے اور میں اس مقصد پر زندگی گزار رہا ہوں تو میں کامیاب ہوں اور میری زندگی کا مقصد بلکہ ہر مسلمان کی زندگی کا مقصد وہ ہے وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور جنات کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ ساری انسانیت کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یہ ہمارا مقصد تخلیق ہے کہ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے؟ اس دنیا میں ہمیں کیوں بھیجا ہے؟ اور ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اب اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کسی کی ہو سکتی ہے؟ کسی کی نہیں ہو سکتی ہے۔ جب نہیں ہو سکتی ہے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیوں نہیں کرتے؟ اس کا مطلب ہے کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہا ہوں یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک آدمی کو شوگر ہے اور وہ مٹھائی کھا رہا ہے اور کہتا ہے کہ شوگر فری مٹھائی ہے۔ نام مٹھائی ہے اور ہے شوگر فری۔ کل پھر کبھی ہاتھ کٹتا ہے، کبھی پاؤں کٹتا ہے اب وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں خود کاٹ رہا ہے اس لئے کہ اس کو کہا تھا احتیاط کرو مگر اس نے احتیاط نہیں کی۔

اسی طرح اگر ہم پر کوئی مصیبتیں آ رہی ہیں تو وہ خود آ رہی ہیں؟ نہیں بلکہ میرے اعمال اور ہماری غفلت کی وجہ سے آتی ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے واضح اور صاف الفاظ میں ہماری زندگی کا مقصد بیان کر دیا ہے کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟

اور جو میری زندگی کا مقصد ہوگا یاد رکھیں وہی میرے کاروبار کا بھی مقصد ہے، وہی میری فیکٹری کا بھی مقصد ہے، وہی میرے دفتر اور ہر اس جگہ پر جہاں میں ہوں یہ مقصد اس کا بھی ہے۔ اب یہاں سے ہم دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ میری زندگی کا مقصد تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اور دوکان ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد ہے پیسے کمانا۔ اب یہاں پر ٹکراؤ آتا ہے۔ میرا مقصد ہے نماز! دوکان کا مقصد ہے پیسے کمانا۔

یاد رکھیں! میری دوکان کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی عبدیت ہے اور میرے کاروبار کا مقصد بھی عبدیت ہے یعنی اس کاروبار سے بھی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف جاؤں گا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان شراب کی دوکان نہیں کھولتا، سور کا گوشت نہیں فروخت کرتا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ ہم اپنے کاروبار میں سود نہیں کریں گے، جھوٹ نہیں بولیں گے، ہم دھوکہ نہیں کریں گے، ہم وعدہ خلافی نہیں کریں گے۔ مقصد ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، کوئی بھی چیز جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مجھے دور کرے تو وہ چیز میری زندگی میں نہیں ہونی چاہئے۔

اس لئے میرے دوستو! ہم اپنی تخلیق کی وجہ کو پہچانیں اور اپنے مقصد کو مضبوط رکھیں تو پھر دیکھیں ہمارے اندر سے غفلت کیسے ختم ہوتی ہے؟ غفلت آتی ہی تب ہے جب ہم اپنے مقصد سے ہٹ کر زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ میری زندگی کا مقصد میری فیکٹری اور دفتر کا مقصد یا میں کسی ادارے میں ملازم ہوں، کوئی بھی ہو سب کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی (عبدیت) میری زندگی میں آجائے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پریشانیوں سے نجات

پریشانیوں سے نجات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ٥ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ٥

محترم دوستو اور بزرگو! آپ حضرات کے سامنے سورۃ الانبیاء کی دو آیات آیت نمبر ۸۷، ۸۸ تلاوت کی ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام جب قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے تو اندھیروں میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ اے اللہ آپ کے بغیر کوئی معبود برحق نہیں اور آپ کی ذات پاک ہے بیشک میں زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو تکلیف سے بچالیا اوز اسی طرح ہم ایمان والوں کو بچاتے رہیں گے۔

حدیث کے اندر ایک دعا آتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر غم سے اور ہر دکھ سے۔ غم اور حزن یہ دو لفظ ہیں۔ غم کے معنی آتے ہیں وہ پریشانی جو انسان کو تکلیف میں

ڈال دے یا وہ خطرات جو انسان کو پریشان کردیں اس کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے اور حزن کہتے ہیں وہ دکھ جو انسان کو ماضی میں ملے ہوں۔ غم جیسے ہم کہتے ہیں نوکری چلی گئی تو کیا ہوگیا، پیسے اگر کسی نے چھین لئے تو کیا ہوگا؟ یہ غم انسان کی ہر خوشی کو ملیامیٹ کردیتا ہے۔

یہ موضوع جو میں نے لیا ہے اس کی وجہ آپ حضرات کو بتادوں کہ کچھ دن پہلے میرے پاس ایک نوجوان جس کی عمر تقریباً ۱۴ یا ۱۵ سال ہوگی، آیا اور کہنے لگا کہ امام صاحب آپ سے اکیلے میں بات کرنی ہے جب نمازی چلے گئے تو وہ میرے ساتھ بیٹھا اور کہنے لگا کہ اتنا پریشان ہوں کہ دل کہتا ہے کہ خودکشی کرلوں۔ میں بڑا حیران ہوا کہ اس ۱۴، ۱۵ سال کے بچہ کو کونسی ایسی پریشانی ہوگئی ہے کہ یہ خودکشی کرنے پر تیار ہوگیا ہے؟ خیر میں نے اس کی بات سنی اور اس کو سمجھایا اور اللہ تعالیٰ نے اتنا کرم فرمایا کہ اس کی وہ پریشانی ختم ہوگئی وہ خود دو دن بعد آکر کہنے لگا کہ امام صاحب میری وہ پریشانی ختم ہوگئی ہے میں نے کہا کہ شکر الحمدللہ کہ اس کو ہماری بات سمجھ آگئی ہے۔

آج معاشرے میں خواہشات اتنی ہیں کہ اگر مجھے کھانے میں پیپسی نہ ملی تو میں مرجاؤں گا اور اگر میں نے امتحان میں اتنے نمبر حاصل نہ کئے تو میں چھلانگ لگا دوں گا یا فلاں لڑکی سے شادی نہ ہوئی تو میں خودکشی کرلوں گا۔ یعنی یہ ذہنی تکلیف انسان کی پوری زندگی کی راحت کو ختم کردیتی ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے بھی پناہ مانگی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْھَمِّ وَ الْحُزْنِ اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر پریشانی سے ہر دکھ سے۔

انسان پر جب غم آتے ہیں تو اس وقت ان کو دور کرنے کے لئے دنیا میں مختلف اسباب تلاش کئے جاتے ہیں، کچھ لوگ نشہ کرتے ہیں کہ چلو ٹینشن کو دور کرلیتے ہیں اور وہ سگریٹ کا کش لگاتے ہیں، یہاں سے آغاز ہوتا ہے یہ بات شیطان ڈالتا ہے کہ آپ کو

تکلیف ہوگئی ہے اب یہ دور ہوگی سگریٹ پینے سے، جب اس سے ختم نہیں ہوتی ہے تو پھر ڈاکٹر کی طرح دوا بڑھا دیتے ہیں پھر سگریٹ میں یا تو اضافہ ہوتا ہے یا پھر اس کے اندر کچھ اور ڈال کر پیتے ہیں اور آخر کار یہ معاملہ آگے جاتا ہے اور پھر آپ سب جانتے ہیں کہ پھر ایسے شخص کا حال کیا ہوتا ہے اور اس کی گزر بسر اور موت کیسی ہوتی ہے؟ اگر پریشانی کا حل نشہ ہوتا تو جتنے بھی نشہ کرنے والے حضرات ہیں یہ دو چار دفعہ نشہ کرنے کے بعد بڑے ہی مطمئن ہوتے اور نشے کو چھوڑ دیتے۔ کیا ایسا ہوا کہ کسی نشہ کرنے والے نے اپنا نشہ چھوڑ دیا ہو اور اس کی ٹینشن ختم ہوگئی ہو؟ قطعاً ایسا نہیں ہے یہ دھوکہ ہے۔

پریشانیوں کا علاج بلکہ انسانی زندگی کے ہر مسئلہ کا حل وہ تو صرف اللہ تعالیٰ نے بتایا اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں سکھلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے علاوہ کسی کے پاس پریشانیاں دور کرنے کا حل نہیں ہے۔ آج چھوٹی چھوٹی بات پر ہم ذہنی پریشانی میں آجاتے ہیں اور خودکشی کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور خودکشی کر کے ہم اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر دیتے ہیں، اسی طرح نشہ کر کے ہم اپنی دنیا اور آخرت برباد کر دیتے ہیں یا پھر گناہوں میں مبتلا ہو کر ہم اپنے آپ کو برباد کر دیتے ہیں۔ اب ایسے شخص سے کہو کہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرو تو کہتا ہے کہ میں تو اتنی پریشانیوں میں ہوں مجھے تو پوری پوری رات نیند نہیں آتی ہے میں کیسے نماز پڑھوں، پہلے اللہ تعالیٰ پریشانیوں سے نکالے پھر نماز شروع کروں گا۔ شیطان پریشان انسان کو اسکی پریشانیوں کو بنیاد بنا کر اسے اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتا ہے۔

سورۃ الانبیاء کے اندر اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کے واقعات کو ذکر کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ان کو آگ میں ڈالا گیا بتاؤ اس سے بڑی کوئی پریشانی ہے جتنے بھی دنیا میں پریشان ہیں کیا ان میں سے کسی کو زندہ آگ میں ڈالا گیا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت سے رکھیں۔ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ

کے اندر ڈالے جانے کی وجہ سے اپنے راستہ سے ایک انچ بھی پیچھے ہوئے؟ جو تعلق اللہ تعالیٰ سے تھا اس میں اور مضبوطی آئی ہے وہ تعلق اور زیادہ ہوا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب تھا حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے ان مشرکوں کو جو کرنا ہے کرنے دو مجھے جو کام کرنا ہے میں اس کو کرتا رہوں گا۔

اسی طرح آگے چل کر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تک دعوت دی مگر قوم نے ان کو کیسی سخت تکلیف دی جب دعوت دیتے رہے تو انہوں نے بات نہیں مانی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ایک کشتی بنایئے اور پھر لوگ مزاق کرنے لگے کہ ابھی تک تو آپ نبی بنے ہوئے تھے اور ابھی آپ نجار (کارپینٹر) بن گئے۔ ایسا مذاق اس پیغمبر کے ساتھ جو ان کو دین کی باتیں بتا رہا ہے لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی ہے۔

اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کا قصّہ ذکر فرمایا ہے:

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یا اللہ مجھے تو بہت تکلیف پہنچی ہے حضرت بیمار ہوگئے، مال چلا گیا، اولاد چلی گئی حتی کے سب کچھ گیا لیکن کیا اس حالت نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے دور کیا؟

حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعہ کو دیکھو کہ ان کا پیارا بیٹا حضرت یوسف علیہ السلام ان سے گم ہوگیا جو کئی سال تک نہیں ملا اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جاتے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام بنیامین کو بھی روک لیتے ہیں آپ اندازہ کریں کہ اس باپ کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی؟ جس کا محبوب بیٹا سالہا سال سے گم ہوجائے اور اسی حال میں دوسرا بیٹا بھی گم ہوجائے تو پھر اس موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کیا کہا؟ فرمایا: فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَ اللّٰهُ

الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ صبر اچھی چیز ہے میں صبر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے ان باتوں پر جو تم کرتے ہو اور پھر فرمایا اے میرے بیٹو! لَا تَیْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ کیا یقین تھا اور کیا ہی اللہ تعالیٰ پر اعتماد تھا۔ اتنا عرصہ کہ کوئی رابطہ نہیں ہے کوئی اطلاع نہیں ہے پھر بھی بیٹوں کو نصیحت یہی کی کہ اللہ تعالیٰ سے مایوس مت ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کافر ہوتے ہیں، ہم تو مسلمان ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے گھر میں تین تین مہینے گذر جاتے تھے، آگ نہیں جلتی تھی یعنی کھانا نہیں پکتا تھا کوئی ہے اس پاکستان میں کہ جس کے گھر ایک مہینہ تک آگ نہ جلتی ہو؟ پوچھا کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا گزارہ کیسے ہوتا تھا؟ فرمایا کہ پانی سے اور کھجور سے کبھی ایک دو دانہ کھجور کے کھالئے اور بس! اگر آٹا نہیں ہے سالن نہیں ہے تو کوئی بات نہیں، کیا مدینہ منورہ میں غربت کی وجہ سے صحابہ کرام خودکشیاں کرتے تھے؟ یا وہ نمازوں کو چھوڑتے تھے؟ کہ ساری دولت ابوجہل کے پاس، ولید بن مغیرہ، ابولہب جیسے سرداروں کے پاس تھی ہم رسول اللہ ﷺ کے تابعدار، ماننے والے ہیں، اسلام کے اوپر چلنے والے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کو کھانے کے لئے نہیں ملتا ہے یہ کونسا اسلام ہے؟ کیا انہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا تھا؟ نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت مالدار تھے جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے کاروبار میں اور ترقی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اور وسعت دی ان کا دسترخوان لگتا تھا، کھانا رکھ دیا جاتا تھا اور جب وہ آتے تھے تو رسول پاک ﷺ کو یاد کرتے تھے اور روتے رہتے تھے یہاں تک کہ وہ کھانا نہیں کھاتے تھے اور کھانا اٹھالیا جاتا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ مجھ سے

بہت بہتر تھے، آپ ﷺ کے صحابہ کرام مجھ سے بہتر تھے، مہاجرین مجھ سے بہت بہتر تھے آج میرے دستر خوان پر اتنے کھانے ہیں اور ان کے دستر خوان پر اتنے کھانے نہیں تھے ایسا تو نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اعمال کا بدلہ دنیا میں مجھے دے رہا ہے اور آخرت میں میرے لئے کچھ نہیں ہے پھر دستر خوان لگتا پھر روتے تھے۔ یہ صحابہ کرام کا حال تھا آج اگر میرے پیسوں میں کمی ہوگئی تو میں اعمال میں کمزور ہوگیا اور میں گناہوں میں مبتلا ہوگیا۔ شیطان چاہتا ہے خَسِرَ الدُّنیَا وَ الْاٰخِرَۃ مسلمان کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں اس کی دنیا بھی اچھی ہو اور اس کی آخرت بھی اچھی ہو۔

اس لئے میرے دوستو! پریشانیوں اور تکالیف کا علاج بہت ساری چیزیں ہیں مگر ان میں سے چار چیزیں میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔

(۱) وظیفہ حضرت یونس علیہ السلام کا اہتمام کریں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت یونس علیہ الصلوۃ والسلام کو بچالیا اور اہم ایمان والوں کو اسی طرح غموں سے نجات دیں گے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ کسی بھی پریشانی میں ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کریں۔ طریقہ یہ ہے کہ ۳۱۳ بار روزانہ وقت متعین اور جگہ متعین کر کے پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد پریشانی سے نجات دیں گے۔ ان شاءاللہ

(۲) جب بھی کوئی تکلیف آجائے فوراً کوئی نیکی کرلیں مثلاً جیسے ہی کوئی تکلیف آئے دو رکعت نفل پڑھ لیں، کوئی نفلی روزہ رکھ لیں، تلاوت کریں، ذکر اذکار کرلیں، صدقہ خیرات کرلیں، کوئی بھی نیکی جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے بتلائی ہے اسے کرلیں، اللہ تعالیٰ اس نیکی کے بدلہ میں آپ کو اس تکلیف سے محفوظ

کرلیں گے آپ کے دل کو سکون مل جائے گا۔ بجائے اس کے آپ ہر ایک سے کہتے پھریں کہ وہ عامل کدھر ہے مجھے تو چیک کروانا ہے، کوئی گناہوں میں لگ جاتا ہے اور کوئی جادو اور عجیب غریب قسم کے معاملات میں لگ جاتا ہے جو کام کرنے کا ہے اس کی طرف کسی کا خیال جاتا ہی نہیں۔ رجوع الی اللہ کرو اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

(۳) حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھے گا اس میں ننانوے بیماریوں کا علاج ہے اس کا ترجمہ کتنا پیارا ہے نہیں ہے کسی تکلیف اور پریشانی کا ہٹنا اور نہیں ہے کسی اچھائی کا آنا مگر میرے اللہ کے قبضہ میں۔ فرمایا کہ ننانوے بیماریوں کا علاج ہے جس میں سب سے چھوٹی بیماری غم و پریشانی ہے۔

(۴) حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے اس کے لئے راستہ نکالیں گے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دے گا کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ کتنا پاکیزہ اور آسان علاج ہے انسان اپنی غلطی کا اقرار اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے کرے تو سہی۔ اللہ تعالیٰ معاف کریں گے۔ آج ہم غلطی ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں دوسروں کی غلطیاں ہمیں نظر آتی ہیں مگر خود کو قصوروار سمجھنے کے لئے کوئی تیار ہی نہیں ہے۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ کہو میں گناہ گار ہوں، میں ظالم ہوں، مجھ سے غلطی ہوئی ہے جس نے اپنی غلطی کو مان لیا اس کا مسئلہ ہی حل ہو گیا جس نے ان چار اعمال کو اپنا لیا وہ زندگی کی ہر ٹینشن سے محفوظ ہو گیا۔ یہ وہ علاج ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بتلایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

حقیقی کامیابی
علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

حقیقی کامیابی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا ○ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا ○ وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا ○ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا ○ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰھَا ○ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰھَا ○ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا ○ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ○

میرے محترم دوستو اور بزرگو! آپ حضرات کے سامنے سورۃ الشمس کی ابتدائی دس آیات تلاوت کی ہیں۔ ان آیات کے اندر اللہ تعالیٰ نے سات قسمیں کھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کسی حکم کو فرما دینا ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ کو قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ اس پر ایک قسم کھالیں تو وہ بھی کافی ہے چہ جائے کہ اللہ تعالیٰ نے سات قسمیں اٹھائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی جو اس کے پیچھے رات میں آئے گا قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے رات کی جب وہ ہر چیز کو اپنے پردے میں لے لے اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی بلندی کی اور قسم ہے زمین کی اور اس کے پھیلنے کی اور قسم ہے اے انسان تیرے نفس کی۔

سات قسمیں کھائی ہیں، سورج کی قسم، چاند کی قسم، دن کی قسم، رات کی قسم،

آسمان کی بلندی کی قسم، زمین کی پستی کی قسم، انسان کی ذات کی قسم۔ اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ قسم کے بعد ایک جملہ ہوتا ہے یہ قسم اس کو پکا کرنے کے لئے ہوتی ہے اس کو عربی میں کہتے ہیں جواب قسم۔ اب وہ جواب قسم کیا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سات قسمیں کھائی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ذریعے کیا بات سمجھانا چاہتے ہیں؟ وہ کونسی اتنی اہم ضروری اور بنیادی بات ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سات قسمیں اٹھائی ہیں؟ وہ جواب قسم ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یقینی بات ہے کہ کامیاب وہ انسان ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچالیا اور یقیناً ناکام ہے وہ انسان جس نے اپنے آپ کو گناہوں کے دلدل میں ڈال دیا۔

یہ ہوئی وہ بات جو اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھانا چاہتے ہیں، ہمارے دل میں ہمارے دماغ میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ انسان کی حقیقی کامیابی اور عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے اور گناہوں سے بچنے میں ہے ورنہ تو یہ انسان ذلیل ہو کر رہ جائے گا۔ کامیاب ہے وہ انسان جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچالیا اور ناکام ہے وہ وہ انسان جس نے اپنے آپ کو گناہوں کے دلدل میں ڈال دیا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے سات قسمیں اٹھا کر بتائی ہے اور پھر اس پر واقعہ ذکر کر دیا

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ○ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا ○ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ○ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ○ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ○

قوم ثمود کی نافرمانی

دیکھو قوم ثمود کو انہوں نے اپنے نبی کی بات نہیں مانی، گناہوں سے نہیں بچے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا ان پر برسا اور ان کو بالکل ختم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کسی سے ڈرتا نہیں ہے۔ قوم لوط نے نافرمانی کی ان کو بتایا گیا، سمجھایا گیا، پیغمبر سمجھاتے رہے۔ نہ کرو نہ

کروایسا کام، لیکن وہ نہ سمجھے، اللہ تعالیٰ نے پوری بستی اٹھائی اوپر سے پٹخ کر نیچے مار دی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی کے اصول بتانا چاہتے ہیں کہ میرے بندو! اصل عزت اور اصل کامیابی اگر تم چاہتے ہو تو وہ گناہوں سے پاک زندگی میں ہے۔ اگر میں گناہوں کی زندگی گزار رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو تمہارا نقصان ہوگا۔ شوگر کے مریض کو ڈاکٹر منع کر رہا ہے کہ میٹھا مت کھاؤ تمہارا نقصان ہوگا، تمہیں تکلیف پہنچے گی تم مت کھاؤ میٹھے کو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ گناہ مت کرو، نافرمانی مت کرو اپنے اس جسم کو گناہ سے بچاؤ، پھر دیکھو میں تمہیں کیا انعام دوں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصّہ

حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی بیوی کے گھر میں ہیں عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو برائی کی دعوت دی قرآن کریم میں یہ بات ذکر ہے وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ اوراس نے ان کو ورغلانے کی کوشش کی اور سارے دروازوں کو بند کر دیا اور کہنے لگی هَيْتَ لَكَ میرے پاس آجاؤ۔

اب پہلی بات دیکھیں، حضرت یوسف علیہ السلام جوان اور انتہائی خوبصورت ہیں اور دوسری بات غیر شادی شدہ ہیں تیسری بات دعوت خاتون کی طرف سے ہے چوتھی بات خاتون کون ہے، جس کو آج کی دنیا میں خاتون اول کہتے ہیں۔ عزیز مصر بادشاہ کی بیوی ہے ہر قسم کی سہولت موجود ہے، آرائش اور آسائش گھر میں اس لئے موجود ہے کہ گھر بادشاہ کا ہے برائی اتنی قوت کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف آرہی ہے، آپ اسکی قوت کا اندازہ کریں اور پھر اس کو نہ ماننے کی صورت میں بہت بڑی سزا ملنے کا بھی امکان ہے اور آخر کار وہی ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام جیل چلے گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو پتہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی ہے میرے خلاف کوئی

بھی کیس بنا سکتی ہے میں اس کے گھر میں ملازم نہیں غلام ہوں پورے مصر میں میرا کوئی نہیں ہے اگر اس نے نکالا تو میں جاؤں گا کہاں؟ نہ ماننے کی صورت میں تکلیف کتنی تھی اور ماننے کی صورت میں ظاہر میں کتنے اسباب تھے اور کتنے فائدے تھے؟ اگر یہ کام ہو گیا تو اس سے مجھے بہت فائدے مل سکتے ہیں عزیز مصر کی بیوی سے میری دوستی ہو جائے گی اور اس دوستی سے میں بہت کچھ حاصل کر سکتا ہوں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو گناہ سے بچایا اور فرمایا معاذ اللہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ساری چیزیں ہونے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس گناہ سے بچا لیا۔

آخر وہ کونسی چیز ہے جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس گناہ سے بچایا ہے وہ یہ الفاظ تھے مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ اے اللہ مجھے اپنے پناہ میں لے لے بیشک تو میرا رب ہے تیرے پاس اچھا ٹھکانہ ہے اور تو ظالموں کو کامیاب نہیں کرتا۔ پھر کیا ہوا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ؟ اللہ تعالیٰ نے پورا مصر ہی اٹھا کر دے دیا۔ جب امتحان بڑا ہوتا ہے تو اس پر ملنے والا انعام بھی بڑا ہوتا ہے اور گناہ سے بچنے کی وجہ سے جو عزت ملے گی وہ دائمی ہوگی اور ہمیشہ رہے گی۔

کامیاب کون؟

کیا حضرت یوسف علیہ السلام کو عزت ہمیشہ کے لئے ملی یا ان کے زمانے تک ملی؟ آج تک اور قیامت تک بلکہ جنّت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عزت دیدی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جنہوں نے گناہ کیا وہ ذلیل ہو گئے اور دنیا کے ظاہری دھوکہ میں آگئے ظاہری لذت حاصل کرنے کے لئے شیطان نے ان کو دھوکے میں ڈالا اور وہ ہمیشہ کی عزت سے اور ہمیشہ کی لذت سے اور ہمیشہ کی کامیابی سے دور ہو گئے وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا جس نے اپنے کو گناہ میں ڈالا یقیناً وہ ناکام ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی بات سچّی ہے وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا اللہ تعالیٰ

سے زیادہ سچی بات کس کی ہوسکتی ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے سات قسمیں کھا کر فرمایا کہ تم گناہوں سے بچو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے تو پھر کیا ایسا شخص ناکام ہوسکتا ہے؟ اور جو گناہ اور نافرمانی کر کے زندگی گزارے گا وہ کامیاب ہوسکتا ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کامیاب ہوئے یا ابوجہل کامیاب ہوا؟ ابولہب کامیاب ہوا یا حضرت بلال اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کامیاب ہوئے؟ ابوجہل مکّہ کا سردار تھا، صاحب حیثیت تھا، صاحب ثروت تھا، صاحب منصب تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا ذلیل ہوگیا اور ذلت کے ساتھ دنیا سے چلا گیا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا اور اسی جذبے سے اپنی زندگی گزاری عزت سے گئے تا قیامت ان کی عزت رہے گی یہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ہمارے ساتھ کوئی مزاق تو نہیں کر رہے ہیں لیکن ہم نے اس کو مذاق سمجھا ہوا ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ ہے اس کے باوجود ہم اس کو کر رہے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ جی پتہ نہیں میرے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میرے اوپر یہ پریشانی کیوں آتی ہے؟ آئے دن ہم دیکھ رہے ہیں کہ لوگوں کی زندگیاں برباد ہورہی ہیں گھر برباد ہورہے ہیں لوگوں کے کاروبار برباد ہورہے ہیں جس نے جس بھی شعبہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا وہ برباد اور تباہ ہوا ہے چاہے وہ تاجر ہو، وزیر ہو، فقیر ہو، امیر ہو یا غریب ہو، کالا ہو یا گورا ہو وہ برباد ہوگا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑا ہے اس کو سکون نہیں مل سکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اصول ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہے۔

کفار میں خودکشی کے واقعات زیادہ کیوں؟

کیا دنیا میں سب سے زیادہ خودکشیاں پاکستان میں ہوتی ہیں؟ یہ بات درست ہے؟ نہیں پاکستان میں نہیں ہوتی ہیں بلکہ جاپان میں ہوتی ہیں جن کی گاڑیاں ہمارے پاس ہیں اتنی خوبصورت بنائی ہوئی ہیں، یہاں ہمارے پاس اتنی اچھی ہیں تو ان کے پاس تو اور بھی زیادہ اچھی ہوں گی، اسی طرح اور بہت ساری ان کی چیزیں ہمارے پاس آتی

ہیں ان کا اتنا نام ہم لیتے ہیں پھر وہاں اتنی خودکشیاں کیوں ہوتی ہیں اور وہاں بجلی کی لوڈشیڈنگ نہیں ہے، اسی طرح کوئی پرچی وغیرہ بھی نہیں بھیجتا ہوگا، کوئی اغواء وغیرہ بھی نہیں ہوتا ہوگا یہاں تو سب کچھ ہوتا ہے بجلی بھی نہیں ہے، اب تو پانی بھی نہیں ہے، گیس بھی نہیں، پرچیاں بھی آرہی ہیں، بندے بھی اغواء ہوتے ہیں، سڑکیں بھی خراب ہیں، پانی بھی گندہ سڑک پر آتا ہے پھر میرے دوستو! یہ بتائیں کہ خودکشیاں اِدھر زیادہ ہونی چاہئے یا جاپان میں وہ تو یقیناً اپنی عوام کے لئے بہت سہولیات مہیا کرتے ہیں جاپان میں انہوں نے ریل گاڑی کی پٹڑی بچھانی تھی تو انہوں نے کہا کہ عوام کو اس دوران تکلیف کم سے کم ہو، کم سے کم وقت لگے تو کسی نے کہا کہ آٹھ دن میں لگاؤں گا کسی نے پانچ دن کا کہا آخر میں ایک نے کہا کہ میں آٹھ گھنٹوں میں لگادوں گا دو ہزار مزدور مجھے دے دو۔

بہر حال جہاں عوام کا اتنا خیال رکھا جارہا ہے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو تو پھر وہ خودکشیاں کیوں کرتے ہیں؟ سب سے زیادہ جو رشتے ٹوٹتے ہیں وہ ملک کیا پاکستان ہے؟ نہیں یہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ امریکہ میں زیادہ رشتے ٹوٹتے ہیں کیوں رشتے ٹوٹتے ہیں امریکہ میں؟ یہاں تو شوہر پیسے بھی نہیں کماتا، اس کی تنخواہ کم ہے، گھر بھی اتنا بیکار قسم کا ہے، وہ کھانا بھی صحیح نہیں دیتا ہے لیکن وہاں تو سب کچھ ہے پھر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ سب سے زیادہ اولاد والدین سے کہاں بھاگتی ہیں؟ وہ بھی امریکہ میں ہے۔ بیوی شوہر سے بھاگ رہی ہے، بیٹا باپ سے بھاگ رہا ہے، بیٹی ماں سے بھاگ رہی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیں کہتے ہیں ہم تمہاری راہنمائی کریں گے۔ ارے تم ہمیں چھوڑ دو تم اپنے گھر کو ٹھیک کرو، تم اپنے بچوں کو سیدھا کرو، تمہاری اپنی بیویاں تم سے بھاگی ہوئی ہیں، تمہارے لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں، تم اپنے کو سنبھالو ہمیں چھوڑ دو ہم الحمدللہ تم سے ہزار ہا درجہ اچھے ہیں ہمارے پاس بچے بھوک میں ہمارے ساتھ ہیں، ہماری بیویاں اس غربت میں بھی ہمارے ساتھ ہیں، اس

حال میں مسلمان بھوکا سو جاتا ہے وہ خودکشی نہیں کرتا ہے۔

یہ سکون اور یہ قلبی طاقت اس کو کس چیز نے دی ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی اس پیاری شریعت نے اس پیارے دین نے دی ہے کہ وہ اس دال اور سوکھی روٹی کو کھاتے ہوئے بھی خوش رہتا ہے اس لئے کہ اس نے اس کو زندگی کا مقصد نہیں سمجھا، اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے جو ایک بڑا مقصد ہے اس کی نگاہیں وہاں ہیں وہ یہ نہیں دیکھتا ہے کہ جی آج دال ہے، آج سبزی ہے وہ جو کھاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کی زندگی سنی ہے دو دو مہینے چولھا نہیں جلتا تھا تو کیا نبی ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات نے کوئی احتجاج کیا ہے؟ کوئی مظاہرہ کیا ہے؟ کیسے وقت گزارتے تھے فرمایا الاسودان کھجور کا دانہ کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے تھے۔

گناہوں کا نتیجہ ذلت اور ناکامی ہے

تو میرے دوستو! اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں کہ گناہوں کا نتیجہ ذلت ہے اور ناکامی ہے۔ آج بھی اس دنیا میں جو قوم میں گناہوں میں مبتلا ہیں، کفر اور شرک میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں سب کچھ ان کے پاس ہے، دنیا کی عارضی چیزیں ان کے پاس ہیں اس کے باوجود وہ پریشان ہیں (اللہ اکبر) اس سے بڑی پریشانی کیا ہوگی کہ ان کے پاس شناختی کارڈ میں نام ہی ماں کا لکھا ہوا ہے، اگر کسی کو اپنے باپ کا ہی پتہ نہ ہو تو وہ کتنی ذہنی اذیت میں مبتلا ہوگا؟ کہ مجھے پتہ ہی نہیں کہ میرا باپ کون ہے؟ دیکھو ہماری پہچان ہمارے والدین ہیں، ہمارا خاندان ہے، ہمارا ایک نسب نامہ ہے اور اللہ تعالیٰ معاف کریں وہاں یہ صورت حال ہے کہ اگر معلوم کریں کہ یہ کس کے بیٹے ہیں تو جواب ہے کوئی پتہ نہیں ہے بس اتنا پتہ ہے کہ فلاں عورت نے اس کو جنا ہے بیٹا کس کا ہے اس کا کوئی پتہ نہیں۔

اب آپ اندازہ کریں اس سے بڑی کوئی ذہنی اذیت ہوسکتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی نے اس کو کہاں پہنچا دیا ہے؟ اور وہ ہمیں دھوکہ دیتے ہیں کہ آپ ایسا کام کرلیں تو آپ کامیاب ہوجائیں گے۔آپ کی مہربانی آپ ہمیں چھوڑ دیں پہلے خود اپنی زندگی صحیح کرو، اپنا نسب نامہ ٹھیک کرو وہ تو معلوم ہی نہیں ہے کہ ماموں کہاں ہے؟ چچا کہاں ہے؟ جب ابا نہیں ہے تو ماموں اور چچا کہاں سے آئیں گے؟ آج ہمارے معاشرے کو دیکھیں ہمارے بچے والد سے اور پھر والد کے والد سے، نانا اپنے نواسوں سے ہمارا ایک بچہ کتنی محبتوں کولیکر بڑا ہوتا ہے ماں کی محبّت الگ، باپ کی الگ، دادا، دادی کی محبت، نانا، نانی کی محبت الگ، خالہ، پھوپھی کتنے رشتے ہیں جو اس ایک بچے سے محبت کرتے ہیں یہ سارے معاملات ساری محبتیں اسلام کی برکت سے ہیں اور یہ ہمارا کتنا پیارا دین ہے الحمدللہ۔

وہاں وہ ان سب چیزوں سے محروم ہیں اس لئے ان کے ہاں ہوتا ہے مدرڈے، فادرڈے سال میں ایک دن اور ہمارے ہاں روزانہ مدرڈے اور فادرڈے ہوتا ہے یہاں تو روزانہ پیار محبّت کی فضائیں ہیں یہ اسلام کی برکت ہے۔البتہ ہم اس چیز کو یاد رکھیں کہ جو گناہ کرے گا ذلت اس کا مقدر ہوگا وہ گناہ کرنے والے امریکن ہو یا پاکستانی ہوں، اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی تفریق نہیں ہے اور جو گناہ سے بچے گا وہ عزت پائے گا کہیں کا بھی ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے سبق

حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ لیں کنویں میں ڈالا گیا، وہاں سے غلام بنے، پھر جیل گئے اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کو پورا مصر دے دیا ہر قدم پر وہ گناہ سے بچتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنی کامیابیاں دیں وہ دس بھائی جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تھا وہ جا کر کیا کہتے ہیں؟ قرآن کریم نے اس کو ذکر کیا ہے تَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ہمیں صدقہ دے دیں بیشک اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو بڑا اجر دیتا ہے۔ان دس نے اس ایک کے سامنے اپنے ہاتھوں کو پھیلا دیا۔آخر یہ کونسی طاقت تھی جس نے ان کو ہاتھ

پھیلانے پر مجبور کیا؟ وہ طاقت تھی تقویٰ اور گناہوں سے پاک زندگی۔

اور عجیب بات ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے؟ تو بھائیوں نے کہا قَالُوْٓا ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ کیا آپ یوسف ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اپنا فضل کیا ہے اور آگے حضرت یوسف علیہ السلام نے بہت ہی پیارا جملہ ارشاد فرمایا بیشک جس نے تقویٰ اختیار کیا اور صبر کیا بس اللہ تعالیٰ کسی کے بھی اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بھی دے گا صرف تم اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو یہ کمال میرا تھوڑا ہی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا اصول ہے ہم اس روٹ پر چلیں ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے، ہم نے روٹ ہی غلط رکھا ہوا ہے بلوچستان کی گاڑی میں بیٹھ کر اسلام آباد جا رہے ہیں ایسا نہیں ہوسکتا، اسلام آباد جانے کے لئے اسلام آباد والی گاڑی میں بیٹھنا پڑے گا۔ موت والے کام کرتے ہیں اور زندگی چاہتے ہیں۔ کیسے ملے گی؟ بیماری والے کام کرتے ہیں اور صحت چاہتے ہیں۔ شوگر کے مریض ہیں میٹھا کھاتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھا جائے گا۔ کیا دیکھا جائے گا؟ پھر یہ اسپتال ہمارے لئے ہی بنے ہوئے ہیں۔

میرے دوستو! اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگی سے ایک ایک کر کے گناہ کو چھوڑ دیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب بھی نصیب ہو اور ہماری دنیا اور آخرت بھی ٹھیک ہو اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

Designed by: Banoria Graphics.
Printed by: Shafaq Press Karachi.
+92 21 32217897 - 321 2037721 - 321 2250577